بہار رمضان

رویت ہلال، روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر، عیدین
اور زکات وغیرہ کے فضائل و مسائل کا بیش بہا خزینہ

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی قادری اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان
[ولادت: ۱۲۹۶ھ/۹-۱۸۷۸ء — وفات: ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء]

اختر حسین فیضی مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ناشر: مکتبہ عزیزیہ مبارک پور اعظم گڑھ

سلسلۂ اشاعت (۱)

بہارِ رمضان

مصنف: صدرالشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی قادری، حنفی، اعظمی قدس سرہٗ

ترتیب جدید: اختر حسین فیضی مصباحی

تخریج، تحشیہ: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

کمپوزنگ: مکتبہ عزیزیہ، عزیز نگر مبارک پور اعظم گڑھ، 8604557108

سال اشاعت: ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

صفحات: ۲۸۸

قیمت: ۲۰۰

ناشر: مکتبہ عزیزیہ، عزیز نگر، مبارک پور اعظم گڑھ276404

Publisher:

Maktaba Azizia,

Aziz Nagar, Mubarakpur Azamgarh u.p

Pine:276404

Contact:8604557108

Email:mdzahidakhtar4@gmail.com

ملنے کے پتے

- مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- المجمع الاسلامی مبارک پور
- حق اکیڈمی مبارک پور
- مکتبہ برہان ملت مبارک پور
- مکتبہ باغ فردوس مبارک پور
- نوری کتاب گھر مبارک پور
- مکتبہ حافظ ملت مبارک پور
- مصباحی اکیڈمی مبارک پور

فہرست مضامین

حرف ابتدا

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله العزیز الرحمٰن والصلاة والسلام علیٰ من أنزل علیه القرآن فی شهر رمضان وعلیٰ آله وأصحابه ما تعاقب الملوان وعلیٰ من تبعهم بإحسان۔

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ ہر سال ہم پر سایہ فگن ہوتا ہے، خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اس ماہ مبارک کی برکات وحسنات سے اپنا حصہ حاصل کرنے کی ہر پل کوشش کرتے ہیں اور عطاے رحمٰن کی بارش سے نہاتے ہیں۔

رمضان کی مبارک ساعتوں سے کما حقہٗ فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ماہ شعبان ہی سے اس کی تیاری شروع کر دی جائے جیسا کہ نبی رحمت ﷺ کا عمل تھا کہ آپ رمضان کے علاوہ سب سے زیادہ روزے شعبان کے مہینے میں رکھتے اور یہ امت کے لیے آپ کی عملی تربیت تھی تاکہ مسلمان آنے والے ماہ رحمت میں اضافی عبادت و ریاضت کے لیے خود کو مستعد اور کمربستہ پائیں۔

اس مہینے میں جتنی بھی عبادتیں کی جائیں کم ہیں، ہر نفلی عبادت کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر؛ اس لیے جہاں تک ہو سکے ہم فرائض وواجبات اور نوافل کی ادائگی میں سستی نہ کریں، پریشانی اور مصیبت میں صبر کریں کہ یہ صبر کا مہینہ ہے، صدقہ و خیرات کثرت سے کریں کہ یہ ہمدردی کا مہینہ ہے، دوست، احباب، نادار اور غریبوں پر رزق کی فراخی کریں کہ یہ رزق میں برکت کا مہینہ ہے، ان سب کے باوجود رمضان کی جو مخصوص عبادتیں ہیں ہم پر ان کی ادائگی بہت ضروری ہے، مثلاً: تراویح، روزہ اور اعتکاف یہ وہ عبادتیں ہیں جو اپنے مخصوص ثواب کے ساتھ اسی مہینے کے لیے خاص ہیں۔

چوں کہ اس مبارک مہینے میں تجلیات ربانی خاص طور سے بندوں پر متوجہ ہوتی ہے،

اس لیے بندگانِ خدا کے درمیان عبادت الٰہی کا جذبہ اور مہینوں کے مقابلے میں اور زیادہ ہو جاتا ہے، برائیوں کا ارتکاب کم ہو جاتا ہے، تقویٰ وطہارت اور تزکیۂ نفس میں اضافہ دکھائی دیتا ہے۔

رمضان کی برکتوں سے اسی وقت کما حقہٗ فیض یاب ہوا جا سکتا ہے جب کہ اس کے لیے اجتناب واحتساب کا دامن تھام کر خدائے وحدہٗ لاشریک کی جانب لو لگائیں اور اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر دیں۔

رمضان کا مہینہ ہر سال ہمیں موسم خیر سے نوازتا ہے تاکہ ایک مومن اس مہینے میں عبادت الٰہی بجالا کر ڈھیروں ثواب کا مستحق ہو، سچی بات تو یہ ہے کی اس مہینے میں اگر شکر گزاری اور تقویٰ شعاری کے ساتھ عبادت وریاضت کا اہتمام کر لیا جائے اور اسے اپنی زندگی میں اتار لیا جائے تو ان شاء اللہ یہ عمل سال بھر تک تقرب الٰہی کا ذریعہ ہوگا جو رمضان کی حقیقی برکت ہے۔

زیرِ نظر کتاب **"بہار رمضان"** ماہ رمضان کے روزے اور اس میں ادا کی جانے والی دوسری عبادتوں کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے جو در حقیقت صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مستند اور معتبر کتاب بہار شریعت (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ — دعوت اسلامی) کے ان مقامات سے مقتبس اور ماخوذ ہے جو روزے اور ماہ رمضان کی دیگر عبادتوں سے متعلق ہیں۔

بہار شریعت سے جو مباحث لیے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱— چاند دیکھنے کا بیان	حصہ پنجم	ص:۹۷۳تا۹۸۰
۲— روزے کا بیان	حصہ پنجم	ص:۹۷۵تا۹۷۳
روزے کا بیان	حصہ پنجم	ص:۹۸۰تا۱۰۱۹
۳— اعتکاف کا بیان	حصہ پنجم	ص:۱۰۱۹تا۱۰۲۹
۴— تراویح کا بیان	حصہ چہارم	ص:۶۸۸تا۶۹۵
۵— عیدین کا بیان	حصہ چہارم	ص:۷۷۷تا۷۸۶

ان کے علاوہ رویت ہلال، روزے اور زکات سے متعلق پیش آنے والے جدید مسائل کے احکام مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فیصل شدہ مسائل کے مجموعے "مجلس شرعی کے فیصلے جلد اول" مرتبہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مدظلہٗ العالی اور مجلس شرعی کے تیئسویں فقہی سمینار کی روداد مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۲۰۱۶ء سے لیے گئے ہیں، یہاں نقل دلائل سے اجتناب کیا گیا ہے، دلائل کے جویاں حضرات مراجع کی طرف رجوع کریں۔

مزید براں مفتی محمد نظام الدین رضوی مدظلہٗ العالی کی چشم کشا تحریر **"موبائل کے ذریعے رویت ہلال کا ثبوت"** اور راقم السطور کا مضمون **"شب قدر کا بیان"** بھی شامل کتاب ہے۔

زکات اسلام کا ایک رکن ہے اور مستقل ایک عبادت ہے ماہ رمضان سے اس کا کوئی تعلق نہیں لیکن مسلمانوں کا عام طور سے اسی ماہ میں زکات نکالنے کا معمول ہے اسی مناسبت سے مسائل زکات کی شمولیت بھی ضروری سمجھی گئی تاکہ یہ کتاب اپنے عنوان پر مکمل ہو اور اہل ذوق کی خدمت میں بھرپور معلومات پیش کر سکے۔

ان خصوصیات کے ساتھ یہ کتاب "بہار رمضان" کے نام سے روزے داروں کی خدمت میں پیش ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بیش از بیش فائدہ پہنچائے اور رمضان المبارک کی خاص برکتوں سے شاد کام فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم۔

اختر حسین فیضی مصباحی	۱۶/۷/۱۴۳۷ھ
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور	۲۴/۴/۲۰۱۶ء یک شنبہ

(۱)

چاند دیکھنے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِؕ-قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّؕ[۱]

اے محبوب! تم سے ہلال کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں، تم فرمادو وہ لوگوں کے کاموں اور حج کے لیے اوقات ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار نہ کرو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر اَبر ہو تو مقدار پوری کرلو۔[۲]

حدیث ۲: نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر اَبر ہو تو شعبان کی گنتی تیس پوری کرلو۔[۳]

حدیث ۳: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی، میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے، فرمایا: تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، عرض کی، ہاں، فرمایا: تُو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

---

(1) پ۲،البقرة: ۱۸۹

(2)"صحيح البخاري" كتاب الصوم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم، إذا رأيتم الهلال فصوموا إلخ،الحديث: ۱۹۰۶، ج۱، ص۶۲۹.

(3)"صحيح البخاري"، كتاب الصوم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم، إذارأيتم إلخ،الحديث: ۱۹۰۹،ج۱، ص۶۳۰

اُس نے کہا، ہاں، ارشاد فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۔ [۱]

حدیث ۴: ابوداود و دارمی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی سے راوی، کہ لوگوں نے باہم چاند دیکھنا شروع کیا، میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ [۲]

حدیث ۵: ابوداود اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شعبان کا اس قدر تحفظ کرتے کہ اتنا اور کسی کا نہ کرتے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے اور اگر اَبر ہوتا تو تیس دن پورے کرکے روزہ رکھتے۔ [۳]

حدیث ۶: صحیح مسلم میں ابی البختری سے مروی، کہتے ہیں ہم عمرہ کے لیے گئے، جب بطن نخلہ میں پہنچے تو چاند دیکھ کر کسی نے کہا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا ہے، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی سے ہم ملے اور ان سے واقعہ بیان کیا، فرمایا تم نے دیکھا کس رات میں؟ ہم نے کہا، فلاں رات میں، فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس کی مدّت دیکھنے سے مقرر فرمائی، لہٰذا اس رات کا قرار دیا جائے گا جس رات کو تم نے دیکھا۔ [۴]

مسائل فقہیہ:

مسئلہ ۱: پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا، واجب کفایہ ہے۔

(۱) شعبان (۲) رمضان (۳) شوال (۴) ذیقعدہ (۵) ذی الحجہ

---

(1)"سنن أبي داود"، كتاب الصيام، باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، الحديث: ٢٣٤٠، ج٢، ص٤٤٠

(2)"سنن أبي داود"، كتاب الصيام، باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، الحديث: ٢٣٤٢، ج٢، ص٤٤١

(3)"سنن أبي داود"، كتاب الصيام، باب إذا أغمي الشهر، الحديث: ٢٣٢٥، ج٢، ص٤٣٤

(4)"سنن أبي داود"، كتاب الصيام، باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان، الحديث: ٢٣٤٠، ج٢، ص٤٤٠

شعبان کا اس لیے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت اَبر یا غبار ہو تو یہ تیس پورے کر کے رمضان شروع کریں اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے اور شوال کا روزہ ختم کرنے کے لیے اور ذیقعدہ کا ذی الحجہ کے لیے (کہ وہ حج کا خاص مہینہ ہے) اور ذی الحجہ کا بقر عید کے لیے۔[۱]

مسئلہ ۲: شعبان کی انتیس ۲۹ کو شام کے وقت چاند دیکھیں، دکھائی دے تو کل روزہ رکھیں، ورنہ شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کر کے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔[۲]

مسئلہ ۳: کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی وجہ شرعی سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اُسے حکم ہے کہ روزہ رکھے، اگرچہ اپنے آپ عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں، مگر توڑے گا تو کفّارہ لازم نہیں[۳] اور اس صورت میں اگر رمضان کا چاند تھا اور اُس نے اپنے حسابوں تیس روزے پورے کیے، مگر عید کے چاند کے وقت پھر اَبر یا غبار ہے تو اُسے بھی ایک دن اور رکھنے کا حکم ہے۔[۴]

مسئلہ ۴: تنہا اُس نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا پھر روزہ توڑ دیا یا قاضی کے یہاں گواہی بھی دی تھی اور ابھی اُس نے اُس کی گواہی پر حکم نہیں دیا تھا کہ اُس نے روزہ توڑ دیا تو بھی کفّارہ لازم نہیں، صرف اُس روزہ کی قضا دے اور اگر قاضی نے اُس کی گواہی قبول کر لی، اُس کے بعد اُس نے روزہ توڑ دیا تو کفّارہ لازم ہے اگرچہ یہ فاسق ہو۔[۵]

مسئلہ ۵: جو شخص علم ہیأت جانتا ہے، اُس کا اپنے علم ہیأت کے ذریعہ سے کہہ دینا کہ آج چاند ہوا یا نہیں ہوا کوئی چیز نہیں اگرچہ وہ عادل ہو، اگرچہ کئی شخص ایسا کہتے ہوں کہ شرع میں چاند دیکھنے یا گواہی سے ثبوت کا اعتبار ہے۔[۶]

---

(1) فتاویٰ رضویہ

(2) الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال، ج۱، ص۱۹۷، عالمگیری

(3) الدر المختار، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۴، عالمگیری، درمختار

(4) عالم گیری، درمختار

(5) 'الدر المختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۴

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رویۃ الھلال، ج۱، ص۱۹۷

مسئلہ ۶: ہر گواہی میں یہ کہنا ضرور ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بغیر اس کے شہادت نہیں، مگر اَبر میں رمضان کے چاند کی گواہی میں اس کہنے کی ضرورت نہیں، اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے اس رمضان کا چاند آج یا کل یا فلاں دن دیکھا ہے۔ یوہیں اس کی گواہی میں دعویٰ اور مجلس قضا اور حاکم کا حکم بھی شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی نے حاکم کے یہاں گواہی دی تو جس نے اُس کی گواہی سُنی اور اُس کو بظاہر معلوم ہوا کہ یہ عادل ہے اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگرچہ حاکم کا حکم اُس نے نہ سُنا ہو مثلاً حکم دینے سے پہلے ہی چلا گیا۔ [1]

مسئلہ ۷: اَبر اور غبار میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان عاقل بالغ، مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے، وہ مرد ہو خواہ عورت، آزاد ہو یا باندی غلام یا اس پر تہمت زنا کی حد ماری گئی ہو، جب کہ توبہ کر چکا ہے۔ عادل ہونے کے معنے یہ ہیں کہ کم سے کم متقی ہو یعنی کبائر گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور ایسا کام نہ کرتا ہو جو مروت کے خلاف ہو مثلاً بازار میں کھانا۔ [2]

مسئلہ ۸: فاسق اگرچہ رمضان کے چاند کی شہادت دے اُس کی گواہی قابل قبول نہیں رہا یہ کہ اُس کے ذمّہ گواہی دینا لازم ہے یا نہیں۔ اگر اُمید ہے کہ اُس کی گواہی قاضی قبول کرلے گا تو اُسے لازم ہے کہ گواہی دے۔ [3]

مستور یعنی جس کا ظاہر حال مطابق شرع ہے، مگر باطن کا حال معلوم نہیں، اُس کی گواہی بھی غیرِ رمضان میں قابلِ قبول نہیں۔ (در مختار)

مسئلہ ۹: جس شخص عادل نے رمضان کا چاند دیکھا، اُس پر واجب ہے کہ اسی رات میں شہادت ادا کر دے، یہاں تک کہ اگر لونڈی یا پردہ نشین عورت نے چاند دیکھا تو اس پر گواہی دینے کے لیے اسی رات میں جانا واجب ہے۔ لونڈی کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ اپنے آقا سے اجازت لے، یوہیں آزاد عورت کو گواہی کے لیے جانا واجب، اس کے لیے شوہر سے اجازت لینے

---

(1) المرجع السابق، و "الدرالمختار"، كتاب الصوم، ج۳، ص۴۰٦

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، مبحث في صوم يوم الشك، ج۳، ص۴۰٦

(3) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، ج۳، ص۴۰٦

کی ضرورت نہیں، مگر یہ حکم اُس وقت ہے جب اُس کی گواہی پر ثبوت موقوف ہو کہ بے اُس کی گواہی کے کام نہ چلے ورنہ کیا ضرورت۔ [1]

مسئلہ ۱۰: جس کے پاس رمضان کے چاند کی شہادت گزری، اُسے یہ ضرور نہیں کہ گواہ سے دریافت کرے تم نے کہاں سے دیکھا اور وہ کس طرف تھا اور کتنے اونچے پر تھا وغیرہ وغیرہ، [2] مگر جب کہ اس کا بیان مشتبہ ہو تو سوالات کرے خصوصًا عید میں کہ لوگ خواہ مخواہ اس کا چاند دیکھ لیتے ہیں۔

مسئلہ ۱۱: تنہا امام (بادشاہِ اسلام) یا قاضی نے چاند دیکھا تو اُسے اختیار ہے، خواہ خود ہی روزہ رکھنے کا حکم دے یا کسی کو شہادت لینے کے لیے مقرر کرے اور اُس کے پاس شہادت ادا کرے۔ [3]

مسئلہ ۱۲: گاؤں میں چاند دیکھا اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس گواہی دے تو گاؤں والوں کو جمع کر کے شہادت ادا کرے اور اگر یہ عادل ہے تو لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ [4]

مسئلہ ۱۳: کسی نے خود تو چاند نہیں دیکھا، مگر دیکھنے والے نے اپنی شہادت کا گواہ بنایا تو اُس کی شہادت کا وہی حکم ہے جو چاند دیکھنے والے کی گواہی کا ہے، جبکہ شہادۃ علی الشہادۃ کے تمام شرائط پائے جائیں۔ [5]

مسئلہ ۱۴: اگر مطلع صاف ہو تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا، رہا یہ کہ اس کے لیے کتنے لوگ چاہیے یہ قاضی کے متعلق ہے، جتنے گواہوں سے اُسے غالب گمان ہو جائے حکم دیدے گا، مگر جب کہ بیرونِ شہر یا بلند جگہ سے چاند دیکھنا بیان کرتا

---

(1) المرجع السابق،ص٤٠٧

(2) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم،الباب الثاني في رؤية الهلال،ج١، ص١٩٧

(3) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم،الباب الثاني في رؤية الهلال،ج١،ص١٩٧

(4) المرجع السابق

(5) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم،الباب الثاني في رؤية الهلال، ج١، ص:١٩٧،

ہے تو ایک مستور کا قول بھی رمضان کے چاند میں قبول کر لیا جائے گا۔[1]

مسئلہ ۱۵: جماعتِ کثیرہ کی شرط اُس وقت ہے جب روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے شہادت گزرے اور اگر کسی اور معاملہ کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں ثقہ کی شہادت گزری اور قاضی نے شہادت کی بنا پر حکم دے دیا تو اب یہ شہادت کافی ہے۔ روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے بھی ثبوت ہو گیا، مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرا اس کے ذمہ اتنا دَین ہے اور اس کی میعاد یہ ٹھہری تھی کہ جب رمضان آجائے تو دَین ادا کر دے گا اور رمضان آگیا مگر یہ نہیں دیتا۔ مدعی علیہ (یعنی وہ شخص جس پر دعویٰ کیا جائے) نے کہا، بیشک اس کا دَین میرے ذمّہ ہے اور میعاد بھی یہی ٹھہری تھی، مگر ابھی رمضان نہیں آیا اس پر مدعی نے دو گواہ گزارے جنھوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی، قاضی نے حکم دے دیا کہ دَین ادا کر، تو اگرچہ مطلع صاف تھا اور دو ۲ ہی کی گواہیاں ہوئیں، مگر اب روزہ رکھنے اور عید کرنے کے حق میں بھی یہی دو گواہیاں کافی ہیں۔[2]

مسئلہ ۱۶: یہاں مطلع صاف تھا، مگر دوسری جگہ ناصاف تھا، وہاں قاضی کے سامنے شہادت گزری، قاضی نے چاند ہونے کا حکم دیا، اب دو یا چند آدمیوں نے یہاں آکر جہاں مطلع صاف تھا، اس بات کی گواہی دی کہ فلاں قاضی کے یہاں دو شخصوں نے فلاں رات میں چاند دیکھنے کی گواہی دی اور اس قاضی نے ہمارے سامنے حکم دے دیا اور دعوے کے شرائط بھی پائے جاتے ہیں تو یہاں کا قاضی بھی ان شہادتوں کی بنا پر حکم دیدے گا۔[3]

مسئلہ ۱۷: اگر کچھ لوگ آکر یہ کہیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا، بلکہ اگر شہادت بھی دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا، بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں فلاں نے دیکھا، بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں

---

(1) "الدر المختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۰۹. وغیرہ

(2) "الدر المختار" و "ردالمحتار" کتاب الصوم مطلب: ما قاله السبكي من الاعتماد على قول. إلخ، ج۳، ص۴۱۱

(3) "الدر المختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۱۲

جگہ کے قاضی نے روزہ یا افطار کے لیے لوگوں سے کہا یہ سب طریقے ناکافی ہیں۔[1]

مسئلہ ۱۸: کسی شہر میں چاند ہوا اور وہاں سے متعدّد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا ہے اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے تو یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہو گیا۔[2]

مسئلہ ۱۹: رمضان کی چاند رات کو اَبر تھا، ایک شخص نے شہادت دی اور اس کی بنا پر روزے کا حکم دے دیا گیا، اب عید کا چاند اگر بوجہ اَبر کے نہیں دیکھا گیا تو تیس روزے پورے کر کے عید کر لیں اور اگر مطلع صاف ہے تو عید نہ کریں، مگر جبکہ دو عادلوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہوا ہو۔[3]

مسئلہ ۲۰: مطلع ناصاف ہے تو علاوہ رمضان کے شوال و ذی الحجہ بلکہ تمام مہینوں کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور سب عادل ہوں اور آزاد ہوں اور ان میں کسی پر تہمت زنا کی حد نہ قائم کی گئی ہو، اگرچہ توبہ کر چکا ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ گواہ گواہی دیتے وقت یہ لفظ کہے میں گواہی دیتا ہوں۔[4]

مسئلہ ۲۱: گاؤں میں دو شخصوں نے عید کا چاند دیکھا اور مطلع ناصاف ہے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس شہادت دیں تو گاؤں والوں سے کہیں، اگر یہ عادل ہوں تو لوگ

---

(1)الد رالمختارو ردالمحتار،کتاب الصوم، مطلب:ما قاله السبکی من الاعتماد علی قول إلخ،ج٣،ص٤١٣

(2)'ردالمحتار"،کتاب الصوم،مطلب:ما قاله السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود،ج٣، ص٤١٣.

(3)"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الصوم،مطلب:ما قاله السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود،ج٣، ص٤١٣.

(4)عامه کتب

عید کرلیں۔ [1]

مسئلہ ۲۲: تنہا امام یا قاضی نے عید کا چاند دیکھا تو انھیں عید کرنا یا عید کا حکم دینا جائز نہیں۔ [2]

مسئلہ ۲۳: انتیسویں ۲۹ رمضان کو کچھ لوگوں نے یہ شہادت دی کہ ہم نے لوگوں سے ایک دن پہلے چاند دیکھا جس کے حساب سے آج تیس ۳۰ ہے تو اگر یہ لوگ یہیں تھے تو اب ان کی گواہی مقبول نہیں کہ وقت پر گواہی کیوں نہ دی اور اگر یہاں نہ تھے اور عادل ہوں تو قبول کرلی جائے۔ [3]

مسئلہ ۲۴: رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا، شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کرکے روزے شروع کردیے، اٹھائیس ۲۸ ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہوگیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس ۳۰ دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہ دیا تھا، بلکہ رجب کی تیس ۳۰ تاریخیں پوری کرکے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔ [4]

مسئلہ ۲۵: دن میں ہلال دکھائی دیا زوال سے پہلے یا بعد، بہر حال وہ آئندہ رات کا قرار دیا جائے گا یعنی اب جو رات آئے گی اس سے مہینہ شروع ہوگا تو اگر تیسویں رمضان کے دن میں دیکھا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کے دن میں دیکھا تو یہ دن شعبان کا ہے رمضان کا نہیں لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں۔ [5]

مسئلہ ۲۶: ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لیے نہیں، بلکہ تمام جہان کے لیے

---

(1)'الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال، ج١، ص١٩٨
(2)'الدرالمختار"،كتاب الصوم، ج٣،ص٤٠٨، وغيره
(3)'الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال، ج١، ص١٩٨
(4)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم،الباب الثاني في رؤية الهلال، ج١، ص١٩٩
(5)"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الصوم، مطلب في اختلاف المطالع، ج٣، ص٤١٧

ہے۔ مگر دوسری جگہ کے لیے اس کا حکم اُس وقت ہے کہ اُن کے نزدیک اُس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہوجائے، یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدّد جماعتیں وہاں سے آکر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے۔ (1)

مسئلہ ۲۷: تار یا ٹیلیفون سے رویت ہلال نہیں ثابت ہوسکتی، نہ بازاری افواہ اور جنتریوں اور اخباروں میں چھپا ہونا کوئی ثبوت ہے، آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ انتیس ۲۹ رمضان کو بکثرت ایک جگہ سے دوسری جگہ تار بھیجے جاتے ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں، اگر کہیں سے تار آگیا بس لو عید آگئی یہ محض ناجائز و حرام ہے۔

تار کیا چیز ہے ؟ اولاً تو یہی معلوم نہیں کہ جس کا نام لکھا ہے واقعی اسی کا بھیجا ہوا ہے اور فرض کرو اُسی کا ہو تو تمھارے پاس کیا ثبوت اور یہ بھی سہی تو تار میں اکثر غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں، ہاں کا نہیں، نہیں کا ہاں معمولی بات ہے اور مانا کہ بالکل صحیح پہنچا تو یہ محض ایک خبر ہے شہادت نہیں اور وہ بھی بیسوں واسطے سے اگر تار دینے والا انگریزی پڑھا ہوا نہیں تو کسی اور سے لکھوائے گا معلوم نہیں کہ اُس نے کیا لکھوایا اُس نے کیا لکھا، آدمی کو دیا اُس نے تار دینے والے کے حوالہ کیا، اب یہاں کے تار گھر میں پہنچا تو اُس نے تقسیم کرنے والے کو دیا اُس نے اگر کسی اور کے حوالے کر دیا تو معلوم نہیں کتنے وسائط سے اُس کو ملے اور اگر اسی کو دیا جب بھی کتنے واسطے ہیں پھر یہ دیکھیے کہ مسلمان مستور جس کا عادل و فاسق ہونا معلوم نہ ہو اُس تک کی گواہی معتبر نہیں اور یہاں جن جن ذریعوں سے تار پہنچا اُن میں سب کے سب مسلمان ہی ہوں، یہ ایک عقلی احتمال ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہوتا اور اگر یہ مکتوب الیہ (جس کے پاس خط لکھا گیا) صاحب بھی انگریزی پڑھے نہ ہوں تو کسی سے پڑھوائیں گے، اگر کسی کافر نے پڑھا تو کیا اعتبار اور مسلمان نے پڑھا تو کیا اعتماد کہ صحیح پڑھا۔ غرض شمار کیجیے تو بکثرت ایسی وجہیں ہیں جو تار کے اعتبار کو کھوتی ہیں فقہا نے خط کا تو اعتبار ہی نہ کیا اگرچہ کاتب کے دستخط تحریر پہچانتا ہو اور اُس پر اُس کی مہر بھی ہو کہ الخط یشبہ الخط والخاتم

(1) "الدرالمختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۱۹

یشبہ الخاتم خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مُہر مُہر کے۔ تو کجا تار. واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸: ہلال (چاند) دیکھ کر اُس کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے، اگرچہ دوسرے کو بتانے کے لیے ہو۔[1]

جدید مسائل:

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فیصلے

چاند کا شرعی ثبوت

بلا شبہہ انھیں مقررہ طریقوں سے ہوگا جو کتب مذہب میں مذکور ہیں۔

یعنی (۱) رویت (۲) شہادت (۳) شہادت علی الشہادۃ (۴) شہادت علی القضا (۵) استفاضہ (۶) کتاب القاضی الی القاضی۔[2]

دوسرا کام یعنی شرعی ضابطوں کے مطابق **ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد چاند کا لوگوں میں اعلان** اور اس کی تشہیر، اس کے لیے شہادت کی یا معلن کے عادل ہونے کی شرط ہرگز نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

"خبر منادي السلطان مقبول عدلا كان أو فاسقا."[3]

چاند کا شرعی ثبوت ہو جانے کے بعد ذمہ دار قاضی اعلان کے لیے لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹیلی

---

(1)"ردالمحتار"، کتاب الصوم، مطلب في اختلاف المطالع، ج۳، ص۴۱۹

(۲) چاندکا ثبوت نَو طریقوں سے ہوتا ہے (1)رویت عام (2) رویت خاص (3)اکمال عدت (4) توپ اور ڈھنڈوراوغیرہ سے اعلان، باقی پانچ طریقے وہ جو فیصلے میں مذکور ہیں، فیصلے میں رویت کا لفظ رویتِ عام و خاص دونوں کو شامل ہے، فتاویٰ رضویہ میں یہ طریقے جامع کلمات کے ذریعے سات میں منحصر کر دیے گئے ہیں، یہاں احاطہ مقصود نہیں تھا اس لیے چند کے ذکر پر اکتفا کیا گیا. فیضی.

(۳) فتاویٰ عالمگیری، ج:۵، ص:۳۰۹، کتاب الکراھیة، الباب الاول فی العمل بِخَبَرِ الواحد، کوئٹہ، پاکستان

فون، فیکس وغیرہ آلاتِ جدیدہ کا سہارا لے سکتا ہے۔ البتہ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ان ذرائع کو ممکنہ حد تک ناخدا ترسوں کے دھوکا، فریب اور جھوٹ کے اندیشے سے محفوظ رکھا جائے تاکہ سننے والوں کو اعلان کے صدق وصحت کا غلبۂ ظن حاصل ہو۔ یا ایسی تدبیر بتادی جائے جس کے ذریعہ سننے والے یہ تصدیق حاصل کرسکیں کہ یہ اعلان ہمارے قاضی یا قاضی القضاۃ ہی کا ہے دوسرے کا نہیں۔ مثلاً لاؤڈاسپیکر سے اعلان اپنے شہر تک محدود رکھے، فیکس کو اپنی اصل تحریر میں لکھے، یا کم از کم قلمی دستخط ثبت کرے اور اپنے اور اپنے بعض معتمدین کے موبائل وفون نمبر بھی بیان کردے، جن کے ذریعہ سننے والے تصدیق حاصل کرسکیں۔

اور اگر قاضی القضاۃ ریڈیو کے ذریعہ اعلان کرے تو اسے درج ذیل تدابیر اختیار کر کے قابل اعتبار بنائے۔

(الف) اپنا فیصلہ اپنی نگرانی میں ٹیپ کرائے اور دوبارہ سن کر یہ وثوق حاصل کرلے کہ فیصلہ صحیح ٹیپ ہوا ہے۔

(ب) پھر اپنی یا اپنے معتمد خاص کی نگرانی میں ریڈیو سے وہی ٹیپ بلا ترمیم نشر کرائے۔

(ج) اس اعلان میں اپنا نام، عہدہ، پتہ بھی بتادے۔ اسی طرح اپنا اور اپنے چند معتمد اشخاص کے ٹیلی فون اور موبائل نمبر بھی دو تین بار صاف صاف بیان کردے اور بتائے کہ یہ اعلان میرا ہی ہے جو پوری احتیاط کے ساتھ نشر ہو رہا ہے جو شخص مزید اطمینان کرنا چاہے وہ مذکورہ نمبروں پر دریافت کر کے تصدیق حاصل کرسکتا ہے۔

(د) اس پورے ٹیپ میں اعلان ہلال کے علاوہ کوئی دوسرا مضمون ٹیپ نہ ہو۔

(ان تمام شرائط کو بروے کار لانے کے لیے ریڈیو اسٹیشن چند گھنٹے کے لیے کرایے پر لے کر سب کچھ خاص اپنے اہتمام میں کرایا جائے۔)

تنبیہ: ہندوستان میں ابھی کوئی قاضی القضاۃ مقرر نہیں اور ضلعی پیمانے کے قضاۃ ریڈیو سے اعلان کریں تو پورے ملک پر وہ اعلان نافذ نہ ہوگا، لیکن بے چینی پورے ملک میں پھیل جائے گی، علاوہ ازیں ایسے محتاط اور باوثوق طور پر اعلان کا موقع یہاں فراہم بھی نہیں

اس لیے یہاں ابھی ریڈیو سے اعلان ہلال کی اجازت نہیں جس ملک میں قاضی القضاۃ ہوں اور سب شرطیں مہیا ہوں یا ہندوستان میں جب یہ سب باتیں متحقق ہو جائیں تو عمل کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔[۱]

قاضی القضاۃ کا ایک شہر سے کیا ہوا اعلان پورے ملک میں نافذ ہوگا۔

لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد فحكمه نافذ في الجميع. في الهندية: وهو نظير كتاب سائر الرعايا.[۲] إلخ.

فتح القدیر اولِ کتاب القاضی میں ہے:

● ریڈیو سے قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک میں نافذ نہ ہونے پر فتاوی عالمگیری کی درج ذیل عبارت سے تمسک کیا جاتا ہے، اس لیے اس پر تھوڑی گفتگو مناسب ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد سوم میں ہے:

"ذكر في كتاب الأقضية: إن كتب الخليفة إلى قضاته، إذا كان الكتاب في الحكم بشهادة شاهدين شهدا عنده بمنزلة كتاب القاضي إلى القاضي لا يقبل إلا بالشرائط التي ذكرناها.

و أما كتابه: أنه ولّى فلانا، أو عزل فلانا فيقبل عنه بدون تلك الشرائط، و يعمل به المكتوب إليه إذا وقع في قلبه أنه حق و يمضي عليه". اھ.

ترجمہ: "خلیفہ نے اپنے قاضیوں کو خط لکھا (تو اس میں تفصیل ہے)۔

☆ اگر وہ خط اس کے پاس گواہی دینے والے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں، بمنزلة كتاب القاضي إلى القاضي ہو تو وہ کتاب القاضی کی مذکورہ شرطوں

---

(۱) خیال ھے که کچھ دیر کے لیے ریڈیو اسٹیشن کرایے پر لے کر خاص اپنے اہتمام میں کام ھو تو اعلان حسب منشا صحیح طور پر نشر ھو سکتا ھے.

(۲) فتاویٰ عالمگیری، ج:۳، ص:۳۹۶، کتاب آداب القاضی ، الباب الثالث والعشرون ،کوئٹه، پاکستان

کے بغیر نہیں قبول کیاجائے گا۔

☆اور اگر وہ خط عزل و نصب کے تعلق سے ہے کہ فلاں کو والی بنایا، یافلاں کو معزول کیاتووہ بغیر شرائطِ مذکورہ کے مقبول ہوگا، اگر مکتوب الیہ کااس پر دل جمے کہ یہ خط خلیفہ ہی کا ہے تواس پر عمل کرتے ہوئے اسے جاری کردے"۔(۱)

اس عبارت میں پہلی شرط "إن كتب الخليفة" کی جزامحذوف ہے۔ چاہیں تووہ جزا"ففيه تفصيل" مانیں یااس کے ہم معنی کچھ اور۔

(۱)۔فتاوی عالمگیری کی عبارت "في الحكم بشهادة شاهدين" کا مفہوم ہے "دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں"۔اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ خلیفہ نے فیصلہ صادر کردیا، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خلیفہ نے "فیصلہ کے بارے میں" شہادت لی اور اس کی تنفیذ کے لیے اپنے خط کے ذریعہ نقل شہادت کیا، اس طور پر یہ خط خلیفہ کے کیے ہوئے فیصلے سے متعلق نہ ہوا۔ ایسے خط کو فقہا «کتاب حکمی» کہتے ہیں اور فیصلہ بھیجے تو اسے «سجل» کہتے ہیں۔مانع کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجا تو بھی وہ "بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی" کی قید سے مقید ہے۔ مگر یہ کہاں ہے کہ اعلان کے لیے بھیجا، جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوجائے۔ واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ سارے عالم اسلام کا فرماں روائے اعظم ہوتا تھا، اس کی خدمت میں کسی بھی ریاست بلکہ کسی بھی ملک کا مقدمہ دائر ہو سکتا تھا۔ اب اگر اس نے کسی ملک یا کسی ریاست کے مقدمہ کا فیصلہ کرکے تنفیذ کے لیے اپنے قاضی کو خط لکھا تو خصم کہہ سکتا تھا کہ "یہ کتاب الخلیفہ نہیں ہے بلکہ مدعی نے جعل سازی کی ہے" اور اُس زمانے میں یہ آسانی نہ تھی کہ فوراً جانبین سے رابطہ قائم کرکے تحقیق پھر تصدیق حاصل کرلی جاتی، اس لیے خلیفہ اگر کسی شہر کے قاضی کے ذریعہ تنفیذ کرنا چاہتا تو

---

(۱) فتاوی عالمگیری ، جلد ۳، ص:۳۹٦، کتاب آداب القاضی، الباب الثالث والعشرون، کوئٹه، پاکستان

اسے کتاب القاضی الی القاضی کے شرائط کی پابندی ضروری تھی تاکہ خصم کو مجال انکار نہ رہے اور خلیفہ کا فرمان رد ہونے سے محفوظ رہے۔

یہاں یہ امر بھی واضح رہے کہ خلیفہ پر قطعی یہ لازم نہیں کہ دیگر بلاد میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لیے انھیں بلاد کے قاضیوں کو واسطہ بنائے، بلکہ اسے اس کا بھی اختیار ہے کہ اپنے کسی آدمی کو تنفیذ کے لیے وہاں بھیج دے۔

فتاوی عالمگیری کے جزئیہ میں: "إن کتب الخلیفة إلی قضاته" کا لفظ ہے جس سے عیاں ہے کہ اگر اپنے کسی شہر کے قاضی کو لکھے اور اس کا خط دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ سے متعلق "بمنزلۂ کتاب القاضی الی القاضی" ہو تو شرائط کتاب القاضی کی رعایت کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی شہر کے آدمی پر اپنا حکم نافذ کرنے کے لیے وہ وہاں کے قاضی ہی کا پابند ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔

• جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت ہلال کے اعلان کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فتوے سے بھی استناد کیا جاتا ہے۔

"بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عدل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیوں کر بھیجے جاتے۔"(۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ پیلی بھیت کے لیے پرچہ نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسے اپنے حدود قضا میں شمار نہ کیا۔ دوسرا ضلع ہونے کی وجہ سے وہاں کے قاضی کے لیے دو شاہدوں کے ساتھ کتاب القاضی لے جانے کی ضرورت محسوس کی۔

اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنا دائرۂ قضا صرف ایک ضلع بریلی تک محدود سمجھا تو صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پورے غیر منقسم ہندوستان کا قاضی کیسے مقرر کیا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ پیلی بھیت پرچہ بھیجنے سے انکار اور بریلی شریف میں پرچہ تقسیم کرانے کا واقعہ عید ۱۳۳۳ھ کا ہے۔ اسی پرچہ سے متعلق بلند شہر سے ۲۹ر ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

---

(۱) فتاوی رضویہ ص: ۵۳۲، ج:۴، رضا اکیڈمی، ممبئی

میں سوال آیا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان بقید حیات تھے۔ وہ اعلیٰ حضرت کے معاصر، اعلیٰ حضرت سے عمر میں بہت زائد اور پورے پیلی بھیت کے اعلم علما بلا اختلاف تھے اس لیے پیلی بھیت کو ان کے دائرۂ قضا میں ماننا اور اپنے دائرۂ قضا سے خارج جاننا عین مطابق واقعہ ہے۔

اس زمانے میں بدایوں، رام پور وغیرہ میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بہت سے معاصر و مخالف سنی علما موجود تھے جن کے حدود میں ان ہی کا حکم چلتا تھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ ان حدود سے تعرض نہ کرتے تھے، بلکہ بعض معاملات میں مسلم ریاست رام پور وغیرہ کے قاضی و حاکم کی جانب رجوع کی ہدایت بھی "فتاوی رضویہ" میں مذکور ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں ان صفات مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضہم کے، تو ان کی طرف رجوع لازم اور ان پر واجب کہ بعد غور تمام و تحقیقاتِ تام جملہ مسائل مذکورہ و مصالح نابالغین و مالہم و ماعلیہم پر نظرِ غائر فرما کر حزم و احتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے، دین دار اہل سنت، عمائد شہر کو رائے و شوریٰ میں شریک کریں۔ وباللہ العصمۃ والتوفیق واللہ سبحانہ و تعالیٰ أعلم.(۱)

اس لیے یہ ماننا قطعاً مطابق واقعہ نہیں کہ اس وقت امام احمد رضا قدس سرہ اپنے کو پورے ملک کا قاضی القضاۃ مانتے تھے اور اپنا حکم قضا پورے ملک کے لیے واجب العمل جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شعبان ۱۳۳۹ھ میں جب آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ برٹش حکومت اب زوال پذیر ہے اور اسلامی ریاستیں بھی ختم ہو سکتی ہیں اور مسلمانوں کے لیے اپنے معاملات کا تصفیہ دشوار ہو گا تو اس مسئلہ پر کئی دن غور کیا پھر ایک دن کمرے میں فرش بچھوایا، تخت لگوایا، صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو تخت پر بٹھایا اور لوگوں کی موجودگی میں یہ اعلان فرمایا کہ اللہ رب العزت کی جانب سے مجھے جو حق ملا ہے اس کے باعث میں مولانا امجد علی صاحب کو پورے ملک کا قاضی

---

(۱) فتاوی رضویہ ج ۵:، ص:۸۸۸ ۔ ۸۸۹، رضا اکیڈمی بمبئی

بناتا ہوں اور مولانا مصطفیٰ رضا و مولانا برہان الحق کو ان کا نائب و معاون مقرر کرتا ہوں۔
(یہ بیان حضرت برہان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مضمون، شائع شدہ مفتی اعظم نمبر، استقامت کان پور اور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خود نوشت سوانح عمری میں موجود ہے)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر سالِ حیات میں جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بعض حضرات نے گزارش کی تو اس وقت کئی دن غور و خوض کے بعد اپنی قرار واقعی حیثیت کے مطابق عمل شروع کرتے ہوئے اپنے تلمیذ و مرید، افقہِ علماے موجودین صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قاضی بنایا۔ یہ واقعہ بہت بعد کا ہے چھ سال قبل جو معاملہ ہوا اس کی وجہ وہی ہے کہ اپنا دائرۂ عمل بریلی تک محدود رکھا اور محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دائرۂ عمل کے لیے کتاب القاضی الی القاضی ضروری قرار دیا۔ دوسری جانب تحقیق و تفتیش کی دشواری اور احتیاط پسندی کی توجیہ بھی معقول ہے۔

آج قاضی القضاۃ کا اعلان ریڈیو سے نشر ہونے کے ساتھ فوراً پورے ملک میں پھیل کر نافذ ہو سکتا ہے اور دوسرے کسی بھی مقام سے فون، موبائل وغیرہ کے ذریعہ صحتِ اعلان کی جانچ بآسانی ہو سکتی ہے۔ ان حالات میں محتاط اور باوثوق ذرائع اختیار کرنے کے باوجود اعلان مذکور کو پورے ملک میں ناقابل عمل قرار دینے کے لیے کوئی قوی اور صریح دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں مولانا محمد حنیف خاں بریلوی نے مولانا قاضی عبد الرحیم صاحب و مولانا بہاء المصطفیٰ قادری کے حوالہ سے یہ بھی بتایا کہ سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلان بریلی ضلع کے مختلف مقامات مثلاً بہیڑی وغیرہ میں ایک تحریری شکل میں لے کر ایک دو آدمی جاتے اور ہر جگہ اس کے مطابق اعلان و عمل ہوتا۔ وہ تحریر نہ بطور کتاب القاضی الی القاضی ہوتی، نہ ہی اس کی شرطوں کی کوئی رعایت ہوتی۔

مولانا محمد حنیف خاں رضوی نے بتایا کہ متعدّد حضرات سے مجھے معلوم ہوا کہ آج بھی بریلی شریف میں دیگر مقامات کے لیے اعلانِ ہلال کا وہی طریقہ رائج ہے جو سرکار مفتی اعظم

ہند کے زمانے میں تھا۔ اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ قاضی اپنے دائرۂ قضا میں اعلان کے لیے کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط کا پابند نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تقرر قضاۃ کے سلسلے میں ایک تجویز یہ پیش ہوئی کہ فرد کو قاضی بنانے کے بجاے علما کے ایک بورڈ کو قاضی مقرر کریں اور ایک بورڈ میں کم از کم تین منتخب علما شامل ہوں، ایک بورڈ صوبائی سطح کا ہو اور کچھ بورڈ کمشنری سطح کے ہوں۔

جن علاقوں میں مدارس اہل سنت پاے جاتے ہیں ان علاقوں میں ایسے مدرسے میں "مجلس قضا" قائم کریں جہاں لوگ بآسانی پہنچ سکیں اور فقہ سے شغف رکھنے والے باصلاحیت اور باعمل تین علما کا بورڈ قائم کریں، اگر ضرورت ہو تو انھیں قضا کی تربیت بھی دی جائے۔

جن مدارس کی طرف مسلمانوں کا رجوع زیادہ ہو ان کا دائرہ قضا بھی اسی لحاظ سے وسیع رکھنا چاہیے، ثبوت ہلال کے مسئلے میں زیادہ توسیع نہ دی جائے لیکن فسخ نکاح بوجہِ فقدانِ زوج، و بوجہِ تعسّرِ نفقہ، و بوجہِ جنون و عنّت اور ان جیسے دوسرے مسائل میں دائرۂ قضا اتنا وسیع کر دیا جائے کہ ریاستی سطح پر مسلمانوں کے خصومات و قضایا آسانی کے ساتھ فیصل ہو سکیں اور انھیں در بدر بھٹکنا نہ پڑے۔ البتہ یہ وسعت صرف "مرکزی مجلس قضا" تک محدود رہے، یا پھر کم از کم کمشنری سطح پر ایسے مقدمات کی سماعت اور فیصلے کے لیے مجلس قضا قائم کر دی جائے۔ مگر ہر صوبے میں کمشنری سطح پر مجلس قضا کا قیام قحط الرجال کی وجہ سے دشوار ہے۔

اور رویت ہلال کے مسئلے میں بھی یہ توسیع ہونی چاہیے کہ ایک مجلس قضا کا اعلان کم از کم پورے ضلع میں قابلِ عمل قرار پائے۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ص: ۲۵۲ تا ۲۵۹ ملخصًا)

موبائل کے ذریعے رویتِ ہلال کا ثبوت:

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع درج ذیل مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ کاٹھیاواڑ میں گزشتہ عید الفطر (۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ کے رویت ہلال کے تعلق سے مسلمانوں میں کافی انتشار ہوا جس کی بدولت بیش تر علاقوں میں عید ہوئی اور چند

علاقوں میں نہیں ہوئی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ رویت ہلال کا ثبوت شرعی کس کس طریقے سے ہو سکتا ہے کیا موبائل و ٹیلی فون کے ذریعے رویت ہلال کے ثبوت شرعی کی کوئی صورت ہے؟قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد فاروق، خادم قاضی مسجد، پربھاس پاٹن ضلع گیر سومنات۔

الجواب: شرعی طریقے پر چاند کا ثبوت سات طریقوں سے ہوتا ہے۔(۱) شہادت (۲) شہادت علی الشہادت (۳) شہادت علی القضا (۴) کتاب القاضی الی القاضی (۵) استفاضہ (۶) اکمال عدت (۷) توپوں یا فیر یا ڈھنڈراو غیرہ کی آواز۔

ان سات طریقوں کی وضاحت اور تفصیل مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ و الرضوان کے رسالہ "طرق اثبات الہلال" مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص:۵۴۶ تا ۵۵۷ مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارک پور ہے۔

"استفاضۂ خبر" کا مطلب ہے ہر سچی پکی خبر جو قابل اعتماد ذریعے سے مشہور ہو جائے، پہلے کے زمانے میں یہ شہرت قابل اعتماد ذریعے سے بس یوں ہی ہو سکتی تھی کہ گروہ در گروہ لوگوں کی متعدّد جماعتیں قاضی کے پاس آئیں اور چاند ہونے کی خبر دیں، رمضان اور عید کا حال سب جانتے ہیں کہ صرف رات بھر کا وقت ہوتا ہے اسی وقت میں ثبوت شرعی فراہم ہو گیا یا استفاضہ ہو گیا تو صبح کو روزہ رکھیں گے یا عید کریں گے اور مثلاً استفاضہ نہ ہوا تو روزہ یا عید کسی کا حکم نہ ہوگا، اس لیے اس زمانے میں فقہانے خاص چاند کے ثبوت کے معاملہ میں گروہ در گروہ لوگوں کے آنے کی بات کہی، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آنا استفاضہ یا تواتر کے لیے رکن یا شرط کچھ بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک اور اس کی ساتوں قرائتیں اور بے شمار احادیث نبویہ اور کثیر کتب احادیث و کتب فقہا کی شہرت، استفاضہ اور تواتر کے لیے کہیں بھی علما و فقہانے مخبر کے آنے کی بات نہیں کہی، یہی حال دوسری اخبار متواترہ کا بھی ہے، مثلاً بے شمار لوگوں نے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس وغیرہ بلاد مشہورہ نہیں

دیکھے، ان کے پاس گروہ در گروہ لوگوں نے آکر ان شہروں کے بارے میں خبر نہیں دی پھر بھی خبر متواتر ثابت و متحقق ہے۔

"استفاضہ" شہادت کے باب سے نہیں بلکہ خبر کے باب سے ہے "باب شہادت" میں شاہد کا قاضی کے اجلاس میں حاضر ہونا ضروری ہے کیوں کہ شہادت کا لفظ "حضور" کے مفہوم کو بتاتا ہے لہٰذا مختلف شہروں میں چاند دیکھنے والے دوسرے شہر کے قاضی کو ٹیلی فون یا موبائل کے ذریعے شہادت نہیں دے سکتے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ امور شرعیہ میں ٹیلی فون اور موبائل کی خبر معتبر نہیں اس سے مراد یہ کہ شہادت کے لیے معتبر نہیں، یہ نہیں کہ خبر کے باب میں بھی معتبر نہیں۔

ارباب عقل و دانش پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ روزانہ عالم اسلام کے بے شمار مسلمان بے شمار علما اور مفتیان دین کی خدمت میں اپنے دینی و شرعی امور کے لیے رجوع کرتے ہیں، مسائل پوچھتے ہیں اور وہ حضرات انھیں شرعی احکام سے آگاہ کرتے ہیں اور ان کی دینی رہنمائی فرماتے ہیں عامۂ بلاد اسلامیہ کا یہی حال ہے، اگر امور شرعیہ میں ٹیلی فون اور موبائل کی خبر مطلقاً نا معتبر ہوتی ہے یا باب خبر میں بھی نا معتبر ہوتی تو ہر گز ہر گز علمائے امت و فقہائے ملت اور عوام مسلمین کا یہ تعامل نہ ہوتا، مسلمانوں کے عوام و خواص کا یہ تعاملِ عام خود ایک حجت شرعیہ ہے جس کی تحقیق نفیس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے رسالہ مبارکہ "المنیٰ والدرر لمن عمد منیٰ آدر" مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم وغیرہ میں ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باب خبر میں ٹیلی فون اور موبائل کی خبر امور شرعیہ کے سلسلے میں بھی معتبر ہے، ہاں چاند کے مسئلے میں اس خبر کے لیے زیادہ وثوق کی ضرورت ہے، اسی لیے خبر کی تصدیق اور مخبر کے معتمد ہونے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

یہ عاجز بے مایہ از راہ احتیاط چاند دیکھنے والوں سے حلفیہ بیان بھی لیتا ہے لوگ بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان دیتے ہیں کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے فلاں

تاریخ کی شام کو مثلاً رمضان یا شوال سنہ فلاں کا چاند دیکھا، تاکید و تائید کے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا ثبوت احادیث صحیحہ میں کثرت سے موجود ہے جیسا کی ارباب علم پر مخفی نہیں، عام طور پر مسلمان اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانے سے بہت ڈرتے ہیں اور میرا بارہا کا تجربہ ہے کہ کبھی اس کی ہمت نہیں کرتے۔

خبر میں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہوتا ہے اس احتمال کو ختم کرنے کے لیے طرق اثبات ہلل میں کئی جگہوں پر دین دار، ثقہ گواہوں سے شہادت لی جاتی ہے یا پھر استفاضہ کی حالت میں خبر صحیح کی کثرت مطلوب ہوتی ہے، یہاں کثرت خبر کے ذریعے احتمال کذب کو دور کرکے خبر کے سچی ہونے کا وثوق حاصل کیا جاتا ہے، اب اگر اس کے ساتھ چاند دیکھنے والا بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی قسم بھی کھائے تو اس خبر کی صداقت بہت ہی قابل اطمینان ہوجاتی ہے۔

"شہادت" اثبات ہلال کا الگ طریقہ ہے اور "استفاضہ" الگ طریقہ، شہادت میں لفظ "اشھد" (میں گواہی دیتا ہوں) کہنا مطلوب ہے اور استفاضہ میں کثرت خبر، ہاں خبر کے لیے ضروری ہے کہ وہ افواہ نہ ہو سچی ہو، پکی ہو، فقہا فرماتے ہیں "اذا استفاض وتحقق" پندرہ بیس سال پہلے تک موبائل کے ذریعے خبر رسانی اور تفتیش و تحقیق کی آسانی نہ تھی مگر اب بے پناہ آسانی ہوگئی ہے، آج آدھے گھنٹے میں دنیا کے بہت سے ممالک کے بارے میں آسانی کے ساتھ یہ معلوم کرلیا جاتا ہے کہ کہاں کہاں چاند ہوا ہے اور چاند دیکھنے کی خبر سچی اور متحقق ہے یا محض افواہ، ہمارے بزرگوں کے زمانے میں یہ آسانی قطعًا نہیں تھی جو آج ہے اس لیے ان کے زمانے میں ٹیلی فون یا موبائل کے ذریعے استفاضہ کے تحقق کی کوئی راہ نہ تھی مگر آج ہے، اس لیے اب یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ سنی عالم دین جو اپنے علاقے کے علما میں افقہ ہوں، مجلس فقہا وعلما یا رویت ہلال کمیٹی جو علما وفقہا پر مشتمل ہو موبائل کے ذریعے چاند کی سچی اور پکی خبریں حاصل کرلیں اور خبر درجہ شہرت پر ہو تو چاند کا

ثبوت شرعی ہو جائے گا، کثیر علما اہل سنت کا یہی فیصلہ ہے، یہ خادم بھی یہی فتویٰ دیتا ہے اور اس پر کثیر خواص و عوام کا عمل بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

إستکتبه
محمد نظام الدین الرضوی
خادم دار العلوم اشرفیه مبارک پور
۲۰/۱۱/۱۴۳۵-۱۶/۹/۲۰۱۴م

مصنوعی سیارے (سٹیلائٹ) سے رویتِ ہلال کا حکم:

مجلسِ شرعی کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ مسلم ممالک چاند کا پتہ لگانے کے لیے ایک خاص سٹیلائٹ تیار کر رہے ہیں، جو فضا میں ہر طرف چکر لگائے گا اور چاند کی پیدائش کی پوری تصویر پیش کرے گا، جسے دنیا بھر کے مسلمان اپنے ٹی وی چینلوں پر دیکھ سکیں گے۔ اس کو وہ لوگ امت کے اتحاد اور تہذیبی وحدت کا ذریعہ بتا رہے ہیں، حالاں کہ سچائی یہ ہے کہ اس سے امت کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ جائے گا اور سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا اہلِ حق اہلِ سنت و جماعت کو کرنا پڑے گا، جو بہر حال صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کو ہی تہذیبی وحدت کا نمونہ مانتے ہیں۔ اس لیے ضرورت پیش آئی کہ فتنہ پیدا ہونے سے پہلے اپنے مسلمان بھائیوں کو علماے اہلِ سنت کے اجتماعی فیصلے سے روشناس کرا دیا جائے تاکہ ممکن حد تک فتنہ کا سدِ باب ہو سکے۔

اس تعلق سے اہلِ علم کے نزدیک یہ سوالات غور طلب ہوئے:

(۱) چاند کی پیدائش کا مطلب کیا ہے؟

(۲) چاند کی پیدائش کے وقت اس کی جو ہیئت ہوتی ہے وہ از روے علمِ ہیئت و لغت و شریعت ہلال ہے، یا نہیں؟

(۳) اور بہر حال ٹی وی چینل پر اس کی تصویر کا مشاہدہ کیا شرعاً رویتِ ہلال ہے،

یا اس کے حکم میں ہے ؟

ان امور پر کافی بحث و تمحیص و غور و فکر کے بعد یہ فیصلے ہوئے

فیصلہ:

ولادتِ قمر کی توضیح: محاق کے وقت چاند کا وہ رخ جو سورج کے مقابل ہے روشن ہوتا ہے اور وہ رخ جو زمین کی جانب ہے بالکل تاریک ہوتا ہے، اس حالت کے زوال پر جس آن سورج کی روشنی ہماری جانب واقع تاریک رخ کے ایک خفیف حصے پر پڑتی ہے وہی ولادتِ قمر کی حالت ہے اور اس حالت میں وہ انسانی نگاہوں کے لیے تیز دور بینوں کے ذریعہ بھی قابل رویت نہیں ہوتا، پھر بھی بتایا گیا ہے کہ اس وقت طولاً نور کی ایک ایسی لکیر بن جاتی ہے جو تقریباً و اوسطاً چھ سو چوہتر کلومیٹر رقبۂ قمر پر مشتمل ہوتی ہے۔

اب دوسرا سوال یہ ہوا کہ اس خفیف نوری لکیر کی تصویر سٹیلائٹ کے ذریعہ لی جا سکتی ہے یا نہیں؟ مندوبین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی تصویر لینی ممکن ہے۔

ہلال عند الشرع کیا ہے؟: چاند کی جس حالت کی رویت پر شریعت میں احکام کا مدار ہے وہ چاند کی وہ ابتدائی حالت ہے جو نگاہوں کے لیے قابل رویت ہو۔ اسی کو "ہلال" کہا جاتا ہے۔

چاند کی جو تصویر سٹیلائٹ کے ذریعہ ٹی وی اسکرین پر نظر آئے اس سے نئے مہینے کا ثبوت ہوگا یا نہیں؟ جواب نفی میں ہے۔ دلیل میں کئی باتیں پیش کی گئیں۔

۱ شریعت میں احکام کا مدار رویت کے ثبوت پر رکھا گیا ہے۔ شہادت، شہادۃ علے الشہادۃ، کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ سب کا منتہی عین رویت ہلال ہے اور صورتِ مسئولہ میں عین ہلال کی رویت نہیں بلکہ تصویرِ ہلال کی رویت ہوگی اس لیے وہ معتبر نہیں۔

۲ ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والی تصویر ہلال میں احتمال ہے کہ پہلے کی ہو اور اس وقت دکھادی گئی ہو۔

۳ سٹیلائٹ براہ راست تمام ٹیلی ویژنوں پر تصویر نہیں بھیجتا، بلکہ اس کا ایک مرکز ہوتا ہے

جہاں سے وہ چھوڑا جاتا ہے وہیں وہ ساری معلومات اور تصاویر بھیجتا ہے۔ اب اس مرکز کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے یہاں روک لے اور آگے نشر نہ کرے جیسا کہ جنگ کے زمانے میں ممالک ایسا کرتے ہیں۔ اگر مرکز وہ تصویر آگے بھیجے تو ہر ملک میں ایک ٹی وی مرکز ہوتا ہے جو چاہے تو دوسری جگہ کی تصویر اپنے یہاں آنے سے روک دے اور اپنے یہاں تصویر لے لی تو بھی اسے اختیار ہوتا ہے کہ اپنے ملک کے ٹیلی ویژنوں پر دے یا روک رکھے۔ اگر تصویر اپنے ملک میں نشر کر دی تو اس ملک کے تمام ٹیلی ویژنوں پر اسے دیکھا جا سکے گا۔

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا نہیں کہ سٹیلائٹ کی تصویر قدرتی طور پر خود بخود دنیا بھر کے تمام ٹیلی ویژنوں پر پہنچ جائے بلکہ بہت سے وسائط اور کئی انسانوں کی رضا اور ان کی حرکت و عمل کے بعد ہی وہ ٹی. وی. پر نظر آ سکے گی۔ اِن وسائط میں اکثر ایسے ہی افراد ملیں گے جو خود چاند دیکھ کر شہادت دیں تو معتبر نہ ہو تو ان کے عمل دخل ہونے کے بعد جو تصویر ہم نے دیکھی وہ یقیناً ناقابل اعتبار ہے۔

۴ ایسے سیّارے عموماً کرۂ ہوا سے اوپر رکھے جاتے ہیں تاکہ ہوا کی رگڑ سے وہ کمزور اور بے کار نہ ہو جائیں۔ ہوا کا دائرہ بارہ سو کلومیٹر تک بتایا گیا ہے۔ اس کے باوجود سائنس دانوں کا یہ اعتراف ہے کہ ہوا سے قرب کے باعث بھی مصنوعی سیارے متأثر ہوتے ہیں اور ان کی رفتار میں خلل آ جاتا ہے یا رفتار کمزور ہو جاتی ہے اور کبھی ٹوٹ کر گر بھی جاتے ہیں۔ ہوا وغیرہ سے متأثر ہونے اور عمل میں خلل آنے کے باعث سیاروں کی تصویر کشی اور تصویر رسانی بھی متأثر ہو سکتی ہے اس لیے اس کے عمل کا برقرار اور صحیح رہنا بھی مشکوک ہے۔ یقیناً کسی ایسی چیز پر احکام شرع کا مدار نہیں ہو سکتا۔

۵ سائنس داں یہ بھی بتاتے ہیں کہ سیارے کو فضا کے اندر بھیجنے میں ذرا بھی چوک ہو جائے تو اس کا مدار بدل جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ جس مدار میں سیارہ بھیجا گیا اس کے علاوہ کسی اور مدار میں پہنچ جائے۔ فضا میں ہمارے چاند کے علاوہ دوسرے چاند بھی موجود ہیں۔ ممکن

ہے کہ وہ اس چاند کے علاوہ کسی اور چاند کی تصویر بھیجنا شروع کر دے۔ ایسی حالت میں اس کے ذریعہ موصول ہونے والی تصویر پر قطعًا یہ اعتماد نہ ہو سکے گا کہ یہ اسی چاند کی تصویر ہے جس کی رویت پر مدار احکام ہے۔

❻ بحث وتمحیص سے معلوم ہوا کہ ولادت قمر کے وقت جو خفیف سی نوری لکیر بنتی ہے اور جو تیز دور بینوں کے ذریعہ بھی انسانی آنکھوں کے لیے قابل رویت نہیں ہوتی، مصنوعی سیارے کے ذریعہ اس کی تصویر کشی ہو سکتی ہے۔ حالاں کہ شریعت میں بنائے احکام اس ہلال کے ثبوت پھر اس کی رویت پر رکھا گیا ہے جو انسانی نگاہوں کے لیے قابل رویت ہو۔ اس سے قبل والی حالت قمر پر بنائے احکام نہیں، مصنوعی سیارہ ولادت قمر کی تصویر رسانی کرے اور اس پر صوم وافطار کی بنا رکھی جائے تو یہ حدیث وفقہ سب کے خلاف ہوگا۔ اس لیے ولادت قمر کے وقت کی لکیر دکھانے اور اس پر بنائے احکام رکھنے کی اجازت کسی حال میں نہیں ہو سکتی، تمام مندوبین کا اس پر اتفاق ہے۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ص:۲۴۶ تا ۲۴۸ ملخصًا)

***

(۲)

روزے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ٘ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ٘ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَاؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾[1]

(1) پ۲،البقرۃ: ۱۸۳ . ۱۸۷.

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے، تاکہ تم گناہوں سے بچو چند دنوں کا۔ پھر تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو، وہ اور دنوں میں گنتی پوری کرلے اور جو طاقت نہیں رکھتے، وہ فدیہ دیں۔ ایک مسکین کا کھانا پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ ماہِ رمضان جس میں قرآن اُتارا گیا۔ لوگوں کی ہدایت کو اور ہدایت اور حق و باطل میں جدائی بیان کرنے کے لیے تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے، سختی کا ارادہ نہیں فرماتا اور تمھیں چاہیے کہ گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو، کہ اُس نے تمھیں ہدایت کی اور اس امید پر کہ اس کے شکر گزار ہو جاؤ۔ اور اے محبوب! جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں، دُعا کرنے والے کی دُعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے تو انھیں چاہیے کہ میری بات قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، اس اُمید پر کہ راہ پائیں۔ تمھارے لیے روزہ کی رات میں عورتوں سے جماع حلال کیا گیا، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے ہو تو تمھاری توبہ قبول کی اور تم سے معاف فرمایا تو اب اُن سے جماع کرو اور اسے چاہو جو اللہ نے تمھارے لیے لکھا اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ فجر کا سُپید ڈورا سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر رات تک روزہ پورا کرو اور ان سے جماع نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، اُن کے قریب نہ جاؤ، اللہ اپنی نشانیاں یوہیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ بچیں۔

ماہِ رمضان اور روزے کے فضائل:

روزہ بہت عمدہ عبادت ہے، اس کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئیں۔ ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں: جب رمضان آتا ہے، آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (۲)

ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔ (۳)

اور امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ کی روایت میں ہے، جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں تو اُن میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں تو اُن میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے، اے خیر طلب کرنے والے! متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے! باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا

امام احمد و نسائی کی روایت انھیں سے ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: "رمضان آیا، یہ برکت کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے طوق ڈال دیے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کی بھلائی سے محروم رہا، وہ بیشک محروم ہے۔ (۵)

(1)صحيح البخاري،كتاب الصوم،باب هل يقال رمضان أوشهررمضان...إلخ، الحديث: ١٨٩٩، ج١، ص٦٢٦.

(2)"صحيح البخاري"،كتاب الصوم،باب هل يقال رمضان أوشهررمضان...إلخ، الحديث:١٨٩٨، ج١، ص٦٢٥

(3)'صحيح مسلم"،كتاب الصيام، باب فضل شهر رمضان،الحديث:٢.(١٠٧٩)، ص٥٤٣

(4)جامع الترمذي،أبواب الصوم،باب ماجاءفي فضل شهررمضان، الحديث:٦٨، ج٢، ص١٥٥

(5)سنن النسائي'،كتاب الصيام،باب ذكر الاختلاف على معمر فيه،الحديث:٢١٠٣، ص٣٥٥

حدیث ۲: ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہتے ہیں: رمضان آیا تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مہینہ آیا، اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا، وہ ہر چیز سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا، جو پورا محروم ہے۔[1]

حدیث ۳: بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ آتا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب قیدیوں کو رہا فرمادیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔[2]

حدیث ۴: بیہقی شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ابتدائے سال سے سال آئندہ تک رمضان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتّوں سے عرش کے نیچے ایک ہوا حور عین پر چلتی ہے، وہ کہتی ہیں، اے رب! تُو اپنے بندوں سے ہمارے لیے ان کو شوہر بنا، جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اُن کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔[3]

حدیث ۵: امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کی آخر شب میں اِس اُمّت کی مغفرت ہوتی ہے، عرض کی گئی، کیا وہ شبِ قدر ہے؟ فرمایا: نہیں ولیکن کام کرنے والے کو اس وقت مزدوری پوری دی جاتی ہے، جب کام پورا کرلے۔[4]

حدیث ۶: بیہقی شعب الایمان میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شعبان کے آخر دن میں وعظ فرمایا، فرمایا: اے لوگو! تمھارے پاس عظمت والا، برکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے

---

(1) "سنن ابن ماجه"، أبواب ماجاء في الصيام، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، الحديث: ١٦٤٤، ج٢، ص٢٩٨

(2) "شعب الإيمان"، باب في الصيام، فضائل شهر رمضان، الحديث: ٣٦٢٩، ج٣، ص٣١١

(3) شعب الإيمان، باب في الصيام، فضائل شهر رمضان، الحديث: ٣٦٣٣، ج٣، ص٣١٢. ٣١٣

(4) "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ٧٩٢٢، ج٣، ص١٤٤.

اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی رات میں قیام (نماز پڑھنا) تطوع (سنت) جو اس میں نیکی کا کوئی کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستّر ۷۰ فرض ادا کیے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مہینہ مواسات (غم خواری اور بھلائی) کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے، جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے، اُس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ اُس کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا، جس سے روزہ افطار کرائے، حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا، جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک خُرما یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو بھر پیٹ کھانا کھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہو گا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل رحمت ہے اور اس کا اوسط مغفرت ہے اور اس کا آخر جہنم سے آزادی ہے جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے، اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرمادے گا۔ [1]

حدیث ۷: صحیحین و ترمذی و نسائی و صحیح ابن خزیمہ میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازہ کا نام ریّان ہے، اس دروازہ سے وہی جائیں گے جو روزے رکھتے ہیں۔ [2]

حدیث ۸: بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کا روزہ رکھے گا، اس کے اگلے گناہ بخش دیے

---

(1)"شعب الإيمان"، باب في الصيام، فضائل شهر رمضان، الحديث: ۳٦۰۸، ج۳، ص۳۰۵

(2)صحيح البخاري،كتاب بدء الخلق،باب صفة أبواب الجنة،الحديث: ۳۲، ج۲،ص۳۹٤

جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کی راتوں کا قیام کرے گا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے شبِ قدر کا قیام کرے گا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔[1]

حدیث۹: امام احمد و حاکم اور طبرانی کبیر میں اور ابن ابی الدُّنیا اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ و قرآن بندہ کے لیے شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا، اے رب! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا، میری شفاعت اُس کے حق میں قبول فرما، قرآن کہے گا، اے رب! میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا، میری شفاعت اُس کے بارے میں قبول کر، دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔[2]

حدیث۱۰: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمی کے ہر نیک کام کا بدلا دس۱۰ سے سات سو۷۰۰ تک دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور اُس کی جزا میں دوں گا، بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے، روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملنے کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ سپر ہے اور جب کسی کے روزہ کا دن ہو تو نہ بے ہودہ بکے اور نہ چیخے پھر اگر اِس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے، میں روزہ دار ہوں،[3] اسی کے مثل امام مالک و ابوداود و ترمذی و نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کی۔

---

(1)صحيح البخاري،كتاب صلاة التراويح،باب فضل من قام رمضان، الحديث:۲۰۰۹، ج۱،ص۶۵۸ وصحيح البخاري، كتاب فضل ليلة القدر، باب فضل ليلة القدر، الحديث: ۲۰۱۴، ج۱، ص۶۶۰.

(2)المسندللإمام أحمد بن حنبل،مسند عبد الله بن عمرو بن العاص،الحديث:۶۶۳۷، ج۲، ص۵۸۶

(3)"مشكاة المصابيح"،كتاب الصوم، الفصل الأول، الحديث: ۱۹۵۹، ج۱، ص۵۴۱

حدیث ۱۱: طبرانی اوسط میں اور بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک اعمال سات قسم کے ہیں۔ دو عمل واجب کرنے والے اور دو کا بدلا ان کے برابر ہے اور ایک عمل کا بدلا دس گنا اور ایک عمل کا معاوضہ سات سو ہے اور ایک وہ عمل ہے، جس کا ثواب اللہ ہی جانے، وہ دو جو واجب کرنے والے ہیں ان میں:

(۱) ایک یہ کہ جو خدا سے اس حال میں ملے کہ خالص اسی کی عبادت کرتا تھا، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتا تھا، اُس کے لیے جنت واجب۔

(۲) اور دوسرا یہ کہ جو خدا سے ملا اس حال میں کہ اُس نے شرک کیا ہے تو اس کے لیے جہنم واجب

(۳) اور جس نے برائی کی، اس کو اسی قدر سزا دی جائے گی

(۴) اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا، مگر عمل نہ کیا تو اُس کو ایک نیکی کا بدلا دیا جائے گا

(۵) اور جس نے نیکی کی، اُسے دس گنا ثواب ملے گا

(۶) جس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اُس کو سات سو کا ثواب ملے گا، ایک درہم کا سات سو درہم اور ایک دینار کا ثواب سات سو دینار اور روزہ اللہ عزوجل کے لیے ہے، اس کا ثواب اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[1]

حدیث ۱۲ تا ۱۵: امام احمد باسناد حسن اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمایا: روزہ سپر ہے اور دوزخ سے حفاظت کا مضبوط قلعہ،[2] اُسی کے قریب جابر و عثمان بن ابی العاص و معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی۔

حدیث ۱۶ و ۱۷: ابو یعلیٰ و بیہقی سلمہ بن قیس اور احمد و بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ایک دن کا روزہ رکھا،

---

(1)شعب الإيمان"، باب في الصيام، فضائل الصوم، الحديث: ۳۵۸۹، ج۳، ص۲۹۸ و "الترغيب و الترهيب"، كتاب الصوم، الحديث: ۸،ج۲، ص۴۹

(2)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل،مسندأبي هريرة،الحديث: ۹۲۳۶، ج۳، ص۳۶۷

اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنا دور کر دے گا جیسے کوّا کہ جب بچہ تھا، اس وقت سے اُڑتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مرا۔ (۱)

حدیث ۱۸: ابو یعلیٰ و طبرانی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی نے ایک دن نفل روزہ رکھا اور زمین بھر اُسے سونا دیا جائے، جب بھی اس کا ثواب پورا نہ ہوگا، اس کا ثواب تو قیامت ہی کے دن ملے گا۔ (۲)

حدیث ۱۹: ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شے کے لیے زکات ہے اور بدن کی زکات روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔ (۳)

حدیث ۲۰: نسائی و ابن خزیمہ و حاکم ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، عرض کی، یارسول اللہ! مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے، فرمایا: روزہ کو لازم کر لو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں، میں نے عرض کی، مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے، ارشاد فرمایا: "روزہ کو لازم کر لو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں"، انھوں نے پھر وہی عرض کی، وہی جواب ارشاد ہوا۔ (۴)

حدیث ۲۱ تا ۲۶: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اُس کے منہ کو دوزخ سے ستّر برس کی راہ دور فرما دے گا۔ (۵) اور اسی کی مثل نسائی و ترمذی و ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، اور طبرانی ابودرداء اور ترمذی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ اُس کے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ اتنی بڑی خندق کر دے گا، جتنا آسمان و زمین کے

(1) المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسندأبي هريرة، الحديث: ١٠٨١٠، ج٣، ص٦١٩
(2) مسند أبي يعلى"، مسند أبي هريرة، الحديث: ٦١٠٤، ج٥، ص٣٥٣.
(3)"سنن ابن ماجه"،أبواب ماجاء في الصيام، باب في الصوم زكاة الجسد،الحديث: ١٧٤٥،ج٢،ص٣٤٦
(4)"سنن النسأي"،كتاب الصيام،باب ذكر الاختلاف..إلخ،الحديث:٢٢٢٠،ص٣٧١ و "الترغيب و الترهيب"،كتاب الصوم الحديث: ٢١، ج٢، ص٥٢
(5) صحيح مسلم،كتاب الصيام،باب فضل الصيام في سبيل الله ...إلخ، الحديث: ١٦٨. (١١٥٣)، ص٥٨١

درمیان فاصلہ ہے۔ [1]

اور طبرانی کی روایت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ دوزخ اس سے سو برس کی راہ دُور ہوگی۔ [2] اور ابو یعلیٰ کی روایت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ غیر رمضان میں اللہ کی راہ میں روزہ رکھا تو تیز گھوڑے کی رفتار سے سو برس کی مسافت پر جہنم سے دور ہوگا۔ [3]

حدیث ۲۷: بیہقی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ دار کی دُعا، افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی۔ [4]

حدیث ۲۸: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے: تین شخص کی دُعا رد نہیں کی جاتی۔ روزہ دار جس وقت افطار کرتا ہے اور بادشاہ عادل اور مظلوم کی دُعا، اِس کو اللہ تعالیٰ ابر سے اوپر بلند کرتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور رب عزوجل فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! ضرور تیری مدد کروں گا، اگرچہ تھوڑے زمانہ بعد۔ [5]

حدیث ۲۹: ابن حبان و بیہقی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اُس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیے اُس سے بچا تو جو پہلے کر چکا ہے اُس کا کفارہ ہوگیا۔ [6]

---

(1) جامع الترمذي، أبواب فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل الصوم... إلخ، الحديث: ١٦٣٠، ج ٣ص: ٢٣٣

(2) المعجم الأوسط، باب الباء، الحديث: ٣٢٤٩، ج٢، ص٢٦٨

(3) مسند أبي يعلى، مسندمعاذ بن أنس، الحديث: ١٤٨٤، ج٢، ص٣٦.

(4) شعب الإيمان، باب في الصيام، فصل فيما يفطر الصائم عليه، الحديث: ٣٩٠، ج٣، ص ٤٠٧

(5) "سنن ابن ماجه"، أبواب ماجاء في الصيام، باب في الصائم لاتردد عوته، الحديث: ١٧٥٢، ج٢، ص٣٤٩

(6) "الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان"، كتاب الصوم، باب فضل رمضان، الحديث: ٣٤٢٤، ج٥، ص١٨٢. ١٨٣

حدیث ۳۰: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے مکّہ میں ماہِ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میّسر آیا قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں حسنہ اور ہر رات میں حسنہ لکھے گا۔ (1)

حدیث ۳۱: بیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری اُمّت کو ماہِ رمضان میں پانچ باتیں دی گئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

اوّل یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، اللہ عزوجل ان کی طرف نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف نظر فرمائے گا، اُسے کبھی عذاب نہ کرے گا۔

دوسری یہ کہ شام کے وقت اُن کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے۔

تیسری یہ ہے کہ ہر دن اور ہر رات میں فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ اللہ عزوجل جنت کو حکم فرماتا ہے، کہتا ہے: مستعد ہو جا اور میرے بندوں کے لیے مزّین ہو جا قریب ہے کہ دنیا کی تعب سے یہاں آکر آرام کریں۔

پانچویں یہ کہ جب آخر رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

کسی نے عرض کی، کیا وہ شبِ قدر ہے؟ فرمایا: نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں، جب کام سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت مزدوری پاتے ہیں۔ (2)

حدیث ۳۲ تا ۳۴: حاکم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگ منبر کے پاس حاضر ہوں، ہم حاضر ہوئے، جب حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) منبر کے پہلے درجے پر چڑھے، کہا: آمین۔ دوسرے پر چڑھے، کہا: آمین، تیسرے پر چڑھے، کہا: آمین،

---

(1) سنن ابن ما جه ، أبواب المناسك ،باب الصوم شهررمضان بمكة، الحديث:۳۱۱۷،ج۳، ص۵۲۳

(2) "شعب الإيمان"، باب في الصيام، فضائل شهر رمضان، الحديث: ۳۶۰۳، ج۳، ص۳۰۳

جب منبر سے تشریف لائے، ہم نے عرض کی، آج ہم نے حضور سے ایسی بات سُنی کہ کبھی نہ سُنتے تھے، فرمایا: جبرئیل نے آکر عرض کی، وہ شخص دور ہو، جس نے رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہ کرائی۔ میں نے کہا آمین، جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو کہا وہ شخص دور ہو، جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا کہا وہ شخص دور ہو، جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپا آئے اور اُن کی خدمت کرکے جنت میں نہ جائے۔ میں نے کہا آمین۔ [1]

اسی کے مثل ابوہریرہ وحسن بن مالک بن حویرث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ابن حبان نے روایت کی۔

حدیث ۳۵: اصبہانی نے ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندہ کی طرف نظر فرمائے تو اُسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے، اُن کے مجموعہ کے برابر اُس ایک رات میں آزاد کرتا ہے پھر جب عیدالفطر کی رات آتی ہے، ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلّی فرماتا ہے، فرشتوں سے فرماتا ہے: اے گروہ ملائکہ! اُس مزدور کا کیا بدلہ ہے، جس نے کام پورا کر لیا۔" فرشتے عرض کرتے ہیں، اُس کو پورا اجر دیا جائے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ [2]

حدیث ۳۶: ابن خزیمہ نے ابومسعود غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک طویل حدیث روایت کی، اُس میں یہ بھی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمّت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ [3]

---

(1) "المستدرك"، كتاب البر و الصلة، باب لعن الله العاق لوالديه...إلخ، الحديث: ۷۳۳۸، ج۵، ص۲۱۲

(2) كنزالعمال، كتاب الصوم، الحديث: ۲۳۷۰۲، ج۸، ص۲۱۹

(3) "صحيح ابن خزيمة"، كتاب الصيام، باب ذكر تزيين الجنة لشهر رمضان...إلخ، الحديث: ۱۸۸۶، ج۳، ص۱۹۰

حدیث۳۷: بزار و ابن خزیمہ و ابن حبان عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ! فرمائیے تو اگر میں اُس کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکات ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس کی راتوں کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ فرمایا: صدیقین اور شہدا میں سے۔[1]

مسائلِ فقہیّہ:

روزے کی تعریف اور اس کی قسمیں:

روزہ عرفِ شرع میں مسلمان کا بہ نیّت عبادت صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا، عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔[2]

مسئلہ ۱: روزے کے تین درجے ہیں، ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے پینے جماع سے روکنا، دوسرا خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے باز رکھنا، تیسرا خاص الخاص کا کہ جمیع ماسوی اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی ہر چیز) سے اپنے کو بالکلیہ جُدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔[3]

مسئلہ ۲: روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

① فرض ② واجب ③ نفل ④ مکروہِ تنزیہی ⑤ مکروہِ تحریمی۔

فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں: معیّن و غیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معیّن جیسے نذرِ معیّن۔ واجب غیر معیّن جیسے نذرِ مطلق۔

---

(1)الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الصوم، باب فضل رمضان، الحديث: ٣٤٢٩، ج٥، ص١٨٤

(2)الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الأول،ج١، ص١٩٤

(3)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم،ص١٧٥

نفل دو ہیں: نفل مسنون، نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرہویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے صوم داود علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز و مہرگان کے دن روزہ۔ صومِ دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صومِ سکوت (ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔ مکروہِ تحریمی جیسے عید اور ایّام تشریق (عید الفطر، عید الاضحی اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ، ان پانچ دنوں) کے روزے۔ (۱)

مسئلہ ۳: روزے کے مختلف اسباب ہیں، روزہ رمضان کا سبب ماہِ رمضان کا آنا، روزہ نذر کا سبب منت ماننا، روزہ کفارہ کا سبب قسم توڑنا یا قتل یا ظہار وغیرہ۔ (۲)

روزے کی نیت:

مسئلہ ۴: ماہِ رمضان کا روزہ فرض جب ہوگا کہ وہ وقت جس میں روزہ کی ابتدا کر سکے پا لے یعنی صبح صادق سے ضحوہ کبریٰ تک کہ اُس کے بعد روزہ کی نیّت نہیں ہو سکتی، لہٰذا روزہ نہیں ہو سکتا اور رات میں نیّت ہو سکتی ہے مگر روزہ کی محل نہیں، لہٰذا اگر مجنون کو رمضان کی کسی رات میں ہوش آیا اور صبح جنون کی حالت میں ہوئی یا ضحوہ کبریٰ کے بعد کسی دن ہوش آیا تو اُس پر رمضان کے روزے کی قضا نہیں، جب کہ پورا رمضان اسی جنون میں گزر جائے اور ایک دن بھی ایسا وقت مل گیا، جس میں نیّت کر سکتا ہے تو سارے رمضان کی قضا لازم ہے۔ (۳)

مسئلہ ۵: رات میں روزہ کی نیّت کی اور صبح غشی کی حالت میں ہوئی اور یہ غشی کئی دن تک

---

(1)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الأول، ج١، ص١٩٤و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصوم، ج٣، ص ٣٨٨ . ٣٩٢

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الأول، ج١، ص١٩٤

(3)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، ج٣، ص ٣٨٥

رہی تو صرف پہلے دن کا روزہ ہوا باقی دنوں کی قضا رکھے، اگرچہ پورے رمضان بھر غشی رہی اگرچہ نیّت کا وقت نہ ملا۔ (۱)

مسئلہ ۶: ادائے روزہ رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزوں کے لیے نیّت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوہ کبریٰ تک ہے، اس وقت میں جب نیّت کرلے، یہ روزے ہو جائیں گے۔ لہٰذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیّت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بے ہوش ہوگیا اور ضحوہ کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیّت کی تھی تو ہو گیا۔ (۲)

مسئلہ ۷: ضحوہ کبریٰ نیّت کا وقت نہیں، بلکہ اس سے پیش تر نیّت ہو جانا ضرور ہے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب خط نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا، نیّت کی تو روزہ نہ ہوا۔ (۳)

مسئلہ ۸: نیّت کے بارے میں نفل عام ہے، سنت و مستحب و مکروہ سب کو شامل ہے کہ ان سب کے لیے نیّت کا وہی وقت ہے۔ (۴)

مسئلہ ۹: جس طرح اور جگہ بتایا گیا کہ نیّت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے کہنا شرط نہیں۔ یہاں بھی وہی مراد ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے، اگر رات میں نیّت کرے تو یوں کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ ھٰذَا .

"یعنی میں نے نیّت کی کہ اللہ عزوجل کے لیے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔"

اور اگر دن میں نیّت کرے تو یہ کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ .

"میں نے نیّت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا۔"

اور اگر تبرک و طلب توفیق کے لیے نیّت کے الفاظ میں ان شاء اللہ تعالیٰ بھی ملا لیا تو

---

(1)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص١٧٥ و "ردالمحتار"،كتاب الصوم، ج٣، ص٣٨٨
(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، ج٣،ص ٣٩٣
(3)"الدرالمختار"،كتاب الصوم، ج٣،ص ٣٩٤
(4)"ردالمحتار"،كتاب الصوم، ج٣،ص ٣٩٣

حرج نہیں اور اگر پکاارادہ نہ ہو،مذبذب ہوتونیّت ہی کہاں ہوئی۔ [1]

مسئلہ ۱۰: دن میں نیّت کرے توضرور ہے کہ یہ نیّت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیّت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں،صبح سے نہیں توروزہ نہ ہوا۔ [2]

مسئلہ ۱۱: اگرچہ ان تین قسم کے روزوں کی نیّت دن میں بھی ہوسکتی ہے، مگر رات میں نیّت کرلینامستحب ہے۔ [3]

مسئلہ ۱۲: یوں نیّت کی کہ کل کہیں دعوت ہوئی توروزہ نہیں اور نہ ہوئی توروزہ ہے یہ نیّت صحیح نہیں، بہرحال وہ روزہ دار نہیں۔ [4]

مسئلہ ۱۳: رمضان کے دن میں نہ روزہ کی نیّت ہے نہ یہ کہ روزہ نہیں،اگرچہ معلوم ہے کہ یہ مہینہ رمضان کاہے توروزہ نہ ہوا [5]

مسئلہ ۱۴: رات میں نیّت کی پھر اس کے بعد رات ہی میں کھایاپیا،تونیّت جاتی نہ رہی وہی پہلی کافی ہے پھر سے نیّت کرناضرور نہیں۔ [6]

مسئلہ ۱۵: عورت حیض ونفاس والی تھی،اُس نے رات میں کل روزہ رکھنے کی نیّت کی اور صبح صادق سے پہلے حیض ونفاس سے پاک ہوگئی توروزہ صحیح ہوگیا۔ [7]

مسئلہ ۱۶: دن میں وہ نیّت کام کی ہے کہ صبح صادق سے نیّت کرتے وقت تک روزے کے خلاف کوئی امر نہ پایاگیاہو، لہٰذااگر صبح صادق کے بعد بھول کر بھی کھاپی لیاہویاجماع کرلیاتو اب نیّت نہیں ہوسکتی۔ [8] مگر معتمد یہ ہے کہ بھولنے کی حالت میں اب بھی نیّت صحیح ہے۔ [1]

(1)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص۱۷۵
(2)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص۱۷۵و "ردالمحتار"،كتاب الصوم،ج۳، ص ۳۹٤
(3)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص۱۷۵
(4)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم،الباب الأول في تعريفه...إلخ، ج۱، ص۱۹۵
(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الأول في تعريفه... إلخ، ج۱،ص۱۹۵
(6)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم،ص۱۷۵
(7)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص۱۷۵
(8)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص۱۷٦

مسئلہ ۱۷: جس طرح نماز میں کلام کی نیّت کی، مگر بات نہ کی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یوہیں روزہ میں توڑنے کی نیّت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک توڑنے والی چیز نہ کرے۔ [۲]

مسئلہ ۱۸: اگر رات میں روزے کی نیّت کی پھر پکّا ارادہ کرلیا کہ نہیں رکھے گا تو وہ نیّت جاتی رہی۔ اگر نئی نیّت نہ کی اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور جماع سے بچا تو روزہ نہ ہوا۔ [۳]

مسئلہ ۱۹: سحری کھانا بھی نیّت ہے، خواہ رمضان کے روزے کے لیے ہو یا کسی اور روزے کے لیے، مگر جب سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہے کہ صبح کو روزہ نہ ہوگا تو یہ سحری کھانا نیّت نہیں۔ [۴]

مسئلہ ۲۰: رمضان کے ہر روزے کے لیے نئی نیّت کی ضرورت ہے۔ پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزے کی نیّت کرلی تو یہ نیّت صرف اُسی ایک دن کے حق میں ہے، باقی دنوں کے لیے نہیں۔ [۵]

مسئلہ ۲۱: یہ تینوں یعنی رمضان کی ادا اور نفل و نذر معین مطلقاً روزے کی نیّت سے ہو جاتے ہیں، خاص انھیں کی نیّت ضروری نہیں۔ یوہیں نفل کی نیّت سے بھی ادا ہو جاتے ہیں، بلکہ غیر مریض و مسافر نے رمضان میں کسی اور واجب کی نیّت کی جب بھی اسی رمضان کا ہوگا۔ [۶]

مسئلہ ۲۲: مسافر اور مریض اگر رمضان شریف میں نفل یا کسی دوسرے واجب کی نیّت کریں تو جس کی نیّت کریں گے، وہی ہوگا رمضان کا نہیں۔ [۷] اور مطلق روزے کی نیّت کریں تو رمضان کا ہوگا۔ [۸]

---

(1)"ردالمحتار"،کتاب الصوم،باب مايفسد الصوم ومالايفسده، ج٣، ص٤١٩
(2)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص١٧٥
(3)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، ج٣، ص٣٩٨
(4)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص١٧٦
(5)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص١٧٦
(6)"الدرالمختار"،كتاب الصوم، ج٣، ص٣٩٣، وغيره
(7)"تنوير الأبصار"،كتاب الصوم، ج٣، ص٣٩٥
(8)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الأول، ج١، ص١٩٥ . ١٩٦

مسئلہ ۲۳: نذر معین یعنی فلاں دن روزہ رکھوں گا، اس میں اگر اُس دن کسی اور واجب کی نیّت سے روزہ رکھا توجس کی نیّت سے روزہ رکھا، وہ ہوا منت کی قضا دے۔ [1]

مسئلہ ۲۴: رمضان کے مہینے میں کوئی اور روزہ رکھا اور اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ماہِ رمضان ہے، جب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔ [2]

مسئلہ ۲۵: کوئی مسلمان دارالحرب میں قید تھا اور ہر سال یہ سوچ کر کہ رمضان کا مہینہ آگیا، رمضان کے روزے رکھے بعد کو معلوم ہوا کہ کسی سال بھی رمضان میں نہ ہوئے بلکہ ہر سال رمضان سے پیش تر ہوئے تو پہلے سال کا تو ہوا ہی نہیں کہ رمضان سے پیش تر رمضان کا روزہ ہو نہیں سکتا اور دوسرے تیسرے سال کی نسبت یہ ہے کہ اگر مطلق رمضان کی نیّت کی تھی توہر سال کے روزے سال گزشتہ کے روزوں کی قضا ہیں اور اگر اس سال کے رمضان کی نیّت سے رکھے تو کسی سال کے نہ ہوئے۔ [3]

مسئلہ ۲۶: اگر صورت مذکورہ میں تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور روزہ رکھا، مگر واقع میں روزے شوال کے مہینے میں ہوئے تو اگر رات سے نیت کی تو ہو گئے، کیوں کہ قضا میں قضا کی نیت شرط نہیں، بلکہ ادا کی نیت سے بھی قضا ہو جاتی ہے پھر اگر رمضان و شوال دونوں تیس تیس دن یا انتیس انتیس دن کے ہیں تو ایک روزہ اور رکھے کہ عید کا روزہ ممنوع ہے اور اگر رمضان تیس کا اور شوال انتیس کا تو دو اور رکھے اور رمضان انتیس کا تھا اور یہ تیس کا تو پورے ہو گئے اور اگر وہ مہینہ ذی الحجہ کا تھا تو اگر دونوں تیس یا انتیس کے ہیں تو چار روزے اور رکھے اور رمضان تیس کا تھا یہ انتیس کا تو پانچ اور بالعکس تو تین رکھے، غرض ممنوع روزے نکال کر وہ تعداد پوری کرنی ہوگی جتنے رمضان کے دن تھے۔ [4]

---

(1) المرجع السابق، ص١٩٦

(2) "الدر المختار"

(3) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، ج٣، ص٣٩٧

(4) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الأول، ج١، ص١٩٦

مسئلہ ۲۷: ادائے رمضان اور نذرِ معیّن اور نفل کے علاوہ باقی روزے، مثلاً قضائے رمضان اور نذرِ غیر معیّن اور نفل کی قضا (نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضا) اور نذرِ معیّن کی قضا اور کفّارہ کا روزہ اور حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ اور حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ، ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیّت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے، خاص اس معیّن کی نیّت کرے اور اُن روزوں کی نیّت اگر دن میں کی تو نفل ہوئے پھر بھی ان کا پورا کرنا ضرور ہے توڑے گا تو قضا واجب ہوگی۔ اگرچہ یہ اس کے علم میں ہو کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے یہ وہ نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا۔ [1]

مسئلہ ۲۸: یہ گمان کرکے کہ اس کے ذمے روزے کی قضا ہے روزہ رکھا، اب معلوم ہوا کہ گمان غلط تھا تو اگر فوراً توڑ دے تو توڑ سکتا ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پورا کرلے اور فوراً نہ توڑا تو اب نہیں توڑ سکتا، توڑے گا تو قضا واجب ہے۔ [2]

مسئلہ ۲۹: رات میں قضا روزے کی نیّت کی، صبح کو اُسے نفل کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا۔ [3]

مسئلہ ۳۰: نماز پڑھتے میں روزے کی نیّت کی تو نیّت صحیح ہے۔ [4]

مسئلہ ۳۱: کئی روزے قضا ہوگئے تو نیّت میں یہ ہونا چاہیے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضا، دوسرے کی قضا اور اگر کچھ اس سال کے قضا ہوگئے، کچھ اگلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیّت ہونی چاہیے کہ اس رمضان کی اور اُس رمضان کی قضا اور اگر دن اور سال کو معیّن نہ کیا، جب بھی ہو جائیں گے۔ [5]

---

(1)"الدرالمختار"،كتاب الصوم، ج٣، ص٣٩٣، وغيره
(2)"ردالمحتار"،كتاب الصوم، ج٣ ص٣٩٩
(3)المرجع السابق، ص٣٩٨
(4)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، ج٣، ص٣٩٨
(5)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الأول، ج١، ص١٩٦

مسئلہ ۳۲: رمضان کا روزہ قصداً توڑا تھا تو اس پر اس روزے کی قضا ہے اور (اگر کفّارے کی شرائط پائی گئیں تو) ساٹھ روزے کفارے کے، اب اُس نے اکسٹھ روزے رکھ لیے، قضا کا دن معیّن نہ کیا تو ہو گیا۔[1]

تیسویں شعبان کا روزہ:

مسئلہ ۳۳: یوم الشّك یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کو نفل خالص کی نیّت سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور نفل کے سوا کوئی اور روزہ رکھا تو مکروہ ہے، خواہ مطلق روزہ کی نیّت ہو یا فرض کی یا کسی واجب کی، خواہ نیّت معیّن کی کی ہو یا تردد کے ساتھ یہ سب صورتیں مکروہ ہیں، پھر اگر رمضان کی نیّت ہے تو مکروہ تحریمی ہے، ورنہ مقیم کے لیے تنزیہی اور مسافر نے اگر کسی واجب کی نیّت کی تو کراہت نہیں پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو مقیم کے لیے بہر حال رمضان کا روزہ ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ شعبان کا دن تھا اور نیّت کسی واجب کی کی تھی تو جس واجب کی نیّت تھی وہ ہوا اور اگر کچھ حال نہ کُھلا تو واجب کی نیّت بے کار گئی اور مسافر نے جس کی نیّت کی بہر صورت وہی ہوا۔[2]

مسئلہ ۳۴: اگر تیسویں تاریخ ایسے دن ہوئی کہ اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا تو اُسے روزہ رکھنا افضل ہے، مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کا روزہ رکھا کرتا ہے اور تیسویں اسی دن پڑی تو رکھنا افضل ہے۔ یوہیں اگر چند روز پہلے سے رکھ رہا تھا تو اب یوم الشّك میں کراہت نہیں۔ کراہت اُسی صورت میں ہے کہ رمضان سے ایک یا دو ۲ دن پہلے روزہ رکھا جائے یعنی صرف ۳۰؍ شعبان کو یا ۲۹؍ اور ۳۰؍ کو۔[3]

مسئلہ ۳۵: اگر نہ تو اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا نہ کئی روز پہلے سے روزے رکھے تو اب خاص لوگ روزہ رکھیں اور عوام نہ رکھیں، بلکہ عوام کے لیے یہ حکم ہے کہ ضحوۂ کبریٰ تک

---

(1) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الأول، ج١، ص١٩٦

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، مبحث في صوم يوم الشك، ج٣، ص٣٩٩

(3) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، ج٣، ص٤٠٠

روزے کے مثل رہیں، اگر اس وقت تک چاند کا ثبوت ہو جائے تو رمضان کے روزے کی نیّت کرلیں ورنہ کھا پی لیں۔ خواص سے مراد یہاں علما ہی نہیں، بلکہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ یوم الشّک میں اس طرح روزہ رکھا جاتا ہے، وہ خواص میں ہے ورنہ عوام میں۔ [1]

مسئلہ ۳۶: یوم الشّك کے روزے میں یہ پکا ارادہ کرلے کہ یہ روزہ نفل ہے تردد نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں، پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا اور یوں بھی نیّت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیّت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔ [2]

مسئلہ ۳۷: عوام کو جو یہ حکم دیا گیا کہ ضحوہ کبریٰ تک انتظار کریں، جس نے اس پر عمل کیا مگر بھول کر کھا لیا پھر اُس دن کا رمضان ہونا ظاہر ہوا تو روزہ کی نیت کرلے ہو جائے گا کہ انتظار کرنے والا روزے دار کے حکم میں ہے اور بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [3]

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا:

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس روزے دار نے بھول کر کھایا یا پیا، وہ اپنے روزے کو پورا کرے کہ اُسے اللہ (عزوجل) نے کھلایا اور پلایا۔ [4]

(1) "الدر المختار"، كتاب الصوم، ج۳، ٤٠٢

(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الأول، ج۱، ص۲۰۰ و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، مبحث في صوم يوم الشك، ج۳، ص٤٠٣

(3) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، ج۳، ص٤٠٤

(4) "صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لايفطر، الحديث: ١١٥٥، ص٥٨٢

حدیث ۲: ابو داود و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس پر قے نے غلبہ کیا، اس پر قضا نہیں اور جس نے قصداً قے کی، اس پر روزہ کی قضا ہے۔ [1]

حدیث ۳: ترمذی انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی، کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی، میری آنکھ میں مرض ہے، کیا روزے کی حالت میں سرمہ لگاؤں؟ فرمایا: ہاں۔ [2]

حدیث ۴: ترمذی ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں، پچھنا اور قے اور احتلام۔ [3]

تنبیہ: اس باب میں ان چیزوں کا بیان ہے، جن سے روزے نہیں ٹوٹتا۔ رہا یہ امر کہ اُن سے روزہ مکروہ بھی ہوتا ہے یا نہیں اس سے اس باب کو تعلق نہیں، نہ یہ کہ وہ فعل جائز ہے یا ناجائز۔

مسائل فقہیہ:

مسئلہ ۱: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا روزہ فاسد نہ ہوا، خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزہ کی نیّت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں، مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو اب فاسد ہو جائے گا، بشرطے کہ یاد دلانے کے بعد یہ افعال واقع ہوئے ہوں مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں۔ [4]

مسئلہ ۲: کسی روزے دار کو ان افعال میں دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے، یاد نہ دلایا تو گنہ گار ہوا، مگر جب کہ وہ روزے دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہوگا اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کرلے گا اور دیگر

(1) "جامع الترمذي"، أبواب الصوم.. إلخ، باب ماجاء فيمن استقاء عمدا، الحديث: ۷۲۰، ج۲، ص۱۷۳

(2) جامع الترمذي، ابواب الصوم، باب ماجاء في الكحل للصائم، الحديث: ۷، ج۲، ص۱۷۷

(3) "جامع الترمذي"، ابواب الصوم، باب ماجاء في الصائم يذرعه القيئ، الحديث: ۷۱۹، ج۲، ص۱۷۲

(4) الدرالمختار و ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسدالصوم ومالايفسده، ج۳، ص۴۱۹

عبادتیں بھی بخوبی اداکرلے گاتواس صورت میں یادنہ دلانا بہتر ہے۔

بعض مشایخ نے کہاجوان کودیکھے تویاد دلادے اور بوڑھے کودیکھے تویادنہ دلانے میں حرج نہیں۔مگر یہ حکم اکثر کے لحاظ سے ہے کہ جوان اکثر قوی ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر کمزور اور اصل حکم یہ ہے کہ جوانی اور بڑھاپے کو کوئی دخل نہیں، بلکہ قوت وضعف (یعنی طاقت اور جسمانی کمزوری) کالحاظ ہے، لہٰذااگر جوان اس قدر کمزور ہوتویادنہ دلانے میں حرج نہیں اور بوڑھاقوی ہو تویاددلاناواجب۔[1]

مسئلہ ۳: مکّھی یادُھواں یاغبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔خواہ وہ غبار آٹے کاہوکہ چکّی پیسنے یاچھاننے میں اڑتا ہے یاغلّہ کاغبار ہویاہوا سے خاک اُڑی یاجانوروں کے کُھر یاٹاپ سے غبار اُڑکر حلق میں پہنچا،اگرچہ روزہ دار ہونایاد تھااور اگر خود قصداً دھواں پہنچایاتو فاسد ہوگیاجب کہ روزہ دار ہونایاد ہو،خواہ وہ کسی چیز کادھواں ہواور کسی طرح پہنچایاہو،یہاں تک کہ اگر کی بتی وغیرہ خوشبو سُلگتی تھی،اُس نے منہ قریب کرکے دھوئیں کوناک سے کھینچا روزہ جاتارہا۔یوہیں حقّہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے،اگر روزہ یاد ہواور حقّہ پینے والااگر پیے گاتو کفارہ بھی لازم آئے گا۔[2]

مسئلہ ۴: بھری سنگی لگوائی (جہاں سنگی لگانی ہوتی ہے پہلے اس جگہ کو تیز دھار آلے (استرے) وغیرہ سے زخم لگاتے ہیں، پھر کسی جانور کے سینگ کاچوڑاحصہ زخم پر رکھ کراس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کرزور سے چوستے ہیں، پھراس سوراخ کوآٹے وغیرہ سے بند کردیتے ہیں، پھر جب اکھیڑتے ہیں توفاسد خون نکل جاتا ہے) یاتیل یاسُرمہ لگایاتوروزہ نہ گیا، اگرچہ تیل یاسُرمہ کامزہ حلق میں محسوس ہوتاہوبلکہ تھوک میں سرمہ کارنگ بھی دکھائی دیتاہو، جب بھی نہیں ٹوٹا۔[3]

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج۳، ص۴۲۰

(2)"الدرالمختاروردالمحتار"،كتاب الصوم،باب مايفسدالصوم ومالا يفسده،ج۳، ص۴۲۰

(3)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص۱۷۹ و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب: يكره السهر... إلخ، ج۳، ص۴۲۱

مسئلہ۵: بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یوہیں عورت کی طرف بلکہ اس کی شرم گاہ کی طرف نظر کی مگر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہوگیا، اگرچہ بار بار نظر کرنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہوا، اگرچہ دیر تک خیال جمانے سے ایسا ہوا ہو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ (۱)

مسئلہ۶: غسل کیا اور پانی کی خنکی (ٹھنڈک) اندر محسوس ہوئی یا کُلّی کی اور پانی بالکل پھینک دیا صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی، تھوک کے ساتھ اُسے نگل گیا یا دوا کوٹی اور حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا یا ہڑ چوسی اور تھوک نگل گیا، مگر تھوک کے ساتھ ہڑ (ایک دوا کا نام) کا کوئی جُز حلق میں نہ پہنچا یا کان میں پانی چلا گیا یا تنکے سے کان کھجایا اور اُس پر کان کا میل لگ گیا پھر وہی میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا، اگرچہ چند بار کیا ہو یا دانت یا منہ میں خفیف چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لعاب کے ساتھ خود ہی اُتر جائے گی اور وہ اُتر گئی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا، مگر حلق سے نیچے نہ اُترا تو ان سب صورتوں میں روزہ نہ گیا۔ (۲)

مسئلہ۷: روزہ دار کے پیٹ میں کسی نے نیزہ یا تیر بھونک دیا، اگرچہ اس کی بھال یا پیکان (تیر یا نیزے کی نوک) پیٹ کے اندر رہ گئی یا اس کے پیٹ میں جھلّی تک زخم تھا، کسی نے کنکری ماری کہ اندر چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر خود اس نے یہ سب کیا اور بھال یا پیکان یا کنکری اندر رہ گئی تو جاتا رہا۔ (۳)

مسئلہ۸: بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہوگئے اور اُسے پی گیا یا منہ سے رال

---

(1)"الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص١٧٨ و "الدرالمختار" كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢١

(2)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢١ و "فتح القدير"، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء و الكفارة، ج٢، ص٢٥٧ . ٢٥٨

(3)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢٣

ٹپکی، مگر تار ٹوٹا نہ تھا کہ اُسے چڑھا کر پی گیا یا ناک میں رینٹھ آگئی بلکہ ناک سے باہر ہوگئی مگر منقطع نہ ہوئی تھی کہ اُسے چڑھا کر نگل گیا یا کھنکار مونھ میں آیا اور کھا گیا اگرچہ کتنا ہی ہو، روزہ نہ جائے گا مگر ان باتوں سے احتیاط چاہیے۔[1]

مسئلہ ۹: مکھی حلق میں چلی گئی روزہ نہ گیا اور قصداً نگلی تو جاتا رہا۔[2]

مسئلہ ۱۰: بھولے سے جماع کر رہا تھا یاد آتے ہی الگ ہوگیا یا صبح صادق سے پیش تر جماع میں مشغول تھا صبح ہوتے ہی جدا ہوگیا روزہ نہ گیا، اگرچہ دونوں صورتوں میں جدا ہونے کے بعد انزال ہوگیا ہو اگرچہ دونوں صورتوں میں جُدا ہونا یاد آنے اور صبح ہونے پر ہوا کہ جدا ہونے کی حرکت جماع نہیں اور اگر یاد آنے یا صبح ہونے پر فوراً الگ نہ ہوا اگرچہ صرف ٹھہر گیا اور حرکت نہ کی روزہ جاتا رہا۔[3]

مسئلہ ۱۱: بھولے سے کھانا کھا رہا تھا، یاد آتے ہی فوراً لقمہ پھینک دیا یا صبح صادق سے پہلے کھا رہا تھا اور صبح ہوتے ہی اُگل دیا، روزہ نہ گیا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں جاتا رہا۔[4]

مسئلہ ۱۲: غیر سبیلین (آگے اور پیچھے کے مقام کے علاوہ) میں جماع کیا تو جب تک انزال نہ ہو روزہ نہ ٹوٹے گا، یوہیں ہاتھ سے منی نکالنے میں اگرچہ یہ سخت حرام ہے کہ حدیث میں اسے ملعون فرمایا۔[5]

---

(1) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١،ص٢٠٣ و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم... إلخ، مطلب في حكم الاستمناء بالكف، ج٣، ص٤٢٨

(2) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١،ص٢٠٣

(3) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢٤

(4) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد،ج١، ص٢٠٣

(5) الدرالمختاروردالمحتار،كتاب الصوم،باب مايفسد الصوم وما لا يفسده،ج٣،ص٤٢٦

مسئلہ ۱۳: چوپایہ یا مُردہ سے جماع کیا اور انزال نہ ہوا تو روزہ نہ گیا اور انزال ہوا تو جاتا رہا، جانور کا بوسہ لیا یا اس کی فرج کو چُھوا تو روزہ نہ گیا اگرچہ انزال ہو گیا ہو۔[1]

مسئلہ ۱۴: احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ گیا[2]، اگرچہ غیبت بہت سخت کبیرہ ہے، قرآن مجید میں غیبت کرنے کی نسبت فرمایا: جیسے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔[3] اور حدیث میں فرمایا: غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔[4] اگرچہ غیبت کی وجہ سے روزے کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔

مسئلہ ۱۵: جنابت (غسل فرض ہونے) کی حالت میں صبح کی بلکہ اگرچہ سارے دن جنب رہا روزہ نہ گیا[5] مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ و حرام ہے، حدیث میں فرمایا کہ جنب جس گھر میں ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔[6]

مسئلہ ۱۶: جِن یعنی پری سے جماع کیا تو جب تک انزال نہ ہو، روزہ نہ ٹوٹے گا،[7] یعنی جب کہ انسانی شکل میں نہ ہو اور انسانی شکل میں ہو تو وہی حکم ہے جو انسان سے جماع کرنے کا ہے۔

مسئلہ ۱۷: تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق سے اُتر گئی تو روزہ نہ گیا، مگر جب کہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو تو روزہ جاتا رہا۔[8]

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢٧

(2)"الدرالمختار"،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣،ص٤٢١، ٤٢٨

(3)پ٢٦، الحجرات: ١٢

(4)"المعجم الأوسط" للطبراني، الحديث: ٦٥٩٠، ج٥، ص٦٣

(5)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢٨

(6)"سنن أبي داود"،كتاب الطهارة،باب في الجنب يؤخر الغسل،الحديث:٢٢٧، ج١،ص١٠٩

(7)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، مطلب في جواز الافطار بالتحرى، ج٣، ص٤٤٢

(8)"فتح القدير"، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء و الكفارة، ج٢، ص٢٥٩

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان:

حدیث ۱: بخاری و احمد و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر رخصت و بغیر مرض افطار کیا تو زمانے بھر کا روزہ اس کی قضا نہیں ہو سکتا، اگرچہ رکھ بھی لے،[1] یعنی وہ فضیلت جو رمضان میں رکھنے کی تھی کسی طرح حاصل نہیں کر سکتا تو جب روزہ نہ رکھنے میں یہ سخت وعید ہے رکھ کر توڑ دینا تو اس سے سخت تر ہے۔

حدیث ۲: ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں سو رہا تھا، دو شخص حاضر ہوئے اور میرے بازو پکڑ کر ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا چڑھیے۔ میں نے کہا: مجھ میں اس کی طاقت نہیں، انھوں نے کہا: ہم سہل کر دیں گے، میں چڑھ گیا، جب بیچ پہاڑ پر پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں، میں نے کہا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ جہنمیوں کی آوازیں ہیں پھر مجھے آگے لے گئے، میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں اور اُن کی باچھیں چیری جا رہی ہیں، جن سے خون بہتا ہے، میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ وہ لوگ ہیں کہ وقت سے پہلے روزہ افطار کر دیتے ہیں۔[2]

حدیث ۳: ابو یعلیٰ باسناد حسن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ اسلام کے کڑے اور دین کے قواعد تین ہیں، جن پر اسلام کی بنا مضبوط کی گئی، جو اِن میں ایک کو ترک کرے وہ کافر ہے، اُس کا خون حلال ہے، کلمہ توحید کی شہادت اور نمازِ فرض اور روزہ رمضان۔[3]

---

(1) جامع الترمذي، أبواب الصوم، باب ماجاء في الإفطار متعمدا، الحديث: ۷۲۳، ج ۲، ص ۱۷۵

(2) "صحيح ابن خزيمة"، أبواب صوم التطوع، باب ذكر تعليق المفطرين قبل وقت الإفطار... إلخ، الحديث: ۱۹۸٦، ج ۳، ص ۲۳۷

(3) "مسند أبي يعلى"، مسند ابن عباس، الحديث: ۲۳٤۵، ج ۲، ص ۳۷۸

اور ایک روایت میں ہے، جواِن میں سے ایک کو ترک کرے، وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے اور اس کا فرض و نفل کچھ مقبول نہیں۔ [۱]

مسائل فقہیہ:

مسئلہ ۱: کھانے پینے، جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے، جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔ [۲]

مسئلہ ۲: حُقّہ، سگار، سگریٹ، چرٹ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے، اگرچہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچاتا ہو، بلکہ پان یا صرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا، اگرچہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزا ضرور حلق میں پہنچتے ہیں۔

مسئلہ ۳: شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو مونھ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا روزہ جاتا رہا۔ یوہیں دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اُسے کھا گیا یا کم ہی تھی [۳]، مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا، مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا، تو نہیں۔ [۴]

مسئلہ ۴: روزے میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا، اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزہ کی قضا واجب ہے۔ [۵]

---

(1) "الترغيب و الترهيب"،كتاب الصوم، الترهيب من إفطار شئى من رمضان من غير عذر، الحديث: ٣، ج٢، ص٦٦

(2) عامه كتب

(3) مگر فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر اتنی ہو کہ بغیر تھوک کے مدد کے حلق سے نیچے اتر سکتی ہے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر اتنی خفیف ہو کہ لعاب کے ساتھ اتر سکتی ہے ورنہ نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ۱۲منہ

(4) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢٢

(5) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم...إلخ، مطلب: يكره السهر اذا خاف فوت الصبح، ج٣، ص٤٢٢

مسئلہ۵: کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں رکھی، اگر اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو نہیں ٹوٹا، ورنہ جاتا رہا، لیکن اگر وہ تر ہے اور اس کی رطوبت اندر پہنچی تو مطلقاً جاتا رہا، یہی حکم شرم گاہ زن (عورت کی شرم گاہ) کا ہے، شرم گاہ سے مراد اس باب میں فرج داخل (شرم گاہ کا اندرونی حصہ) ہے۔ یوہیں اگر ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی، اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ باہر رہا اور جلد نکال لی کہ گلنے نہ پائی تو نہیں گیا اور اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ بھی اندر چلا گیا یا بوٹی کا کچھ حصہ اندر رہ گیا تو روزہ جاتا رہا۔ (۱)

مسئلہ۶: عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی کا کپڑا رکھا اور بالکل باہر نہ رہا، روزہ جاتا رہا اور خشک انگلی پاخانہ کے مقام میں رکھی یا عورت نے شرم گاہ میں تو روزہ نہ گیا اور بھیگی تھی یا اس پر کچھ لگا تھا تو جاتا رہا، بشرطے کہ پاخانہ کے مقام میں اُس جگہ رکھی ہو جہاں عمل دیتے وقت حقنہ کا سرا رکھتے ہیں۔ (۲)

مسئلہ۷: مبالغہ کے ساتھ استنجا کیا، یہاں تک کہ حقنہ رکھنے کی جگہ تک پانی پہنچ گیا، روزہ جاتا رہا اور اتنا مبالغہ چاہیے بھی نہیں کہ اس سے سخت بیماری کا اندیشہ ہے۔ (۳)

مسئلہ۸: مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا، اگرچہ مثانہ تک پہنچ گیا ہو اور عورت نے شرمگاہ میں ٹپکایا تو جاتا رہا۔ (۴)

مسئلہ۹: دماغ یا شکم کی جھلی تک زخم ہے، اس میں دوا ڈالی اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی روزہ جاتا رہا، خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک اور اگر معلوم نہ ہو کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں اور وہ دوا تر

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢٣ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٤
(2)"الفتاوى الهندية"، المرجع السابق، و "الدرالمختار"، المرجع السابق، ص٤٢٤
(3)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٢٤
(4)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٤

تھی، جب بھی جاتا رہااور خشک تھی تو نہیں۔ (۱)

مسئلہ ۱۰: حقنہ (کسی دوا کی بتی یا پچکاری پیچھے کے مقام میں چڑھانا جس سے اجابت ہوجائے) لیا یا نتھنوں سے دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا، روزہ جاتا رہااور پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو نہیں۔ (۲)

مسئلہ ۱۱: کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اُتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا، مگر جبکہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصداً ہو۔ یوہیں کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی، وہ اُس کے حلق میں چلی گئی روزہ جاتا رہا۔ (۳)

مسئلہ ۱۲: سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھالیا یا منہ کھولا تھا اور پانی کا قطرہ یا اولا حلق میں جارہا روزہ جاتا رہا۔ (۴)

مسئلہ ۱۳: دوسرے کا تھوک نگل گیا یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نگل گیا روزہ جاتا رہا۔ (۵)

مسئلہ ۱۴: منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہوگیا پھر تھوک نگل لیا روزہ جاتا رہا۔ (۶)

مسئلہ ۱۵: ڈورا بٹا اسے تر کرنے کے لیے منہ پر گزارا پھر دوبارہ، سہ بارہ۔ یوہیں کیا روزہ نہ جائے گا مگر جب کہ ڈورے سے کچھ رطوبت جُدا ہوکر منہ میں رہی اور تھوک نگل لیا تو روزہ جاتا رہا۔ (۷)

---

(1)المرجع السابق
(2)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٤
(3)المرجع السابق، ص٢٠٢.
(4)المرجع السابق. و "الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص١٧٨
(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٣
(6)المرجع السابق.
(7)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص١٨١

مسئلہ ۱۶: آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل لیا، اگر قطرہ دو قطرہ ہے تو روزہ نہ گیا اور زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے منہ میں محسوس ہوئی تو جاتا رہا۔ پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔ [۱]

مسئلہ ۱۷: پاخانہ کا مقام باہر نکل پڑا تو حکم ہے کہ کپڑے سے خوب پونچھ کر اُٹھے کہ تری بالکل باقی نہ رہے اور اگر کچھ پانی اُس پر باقی تھا اور کھڑا ہو گیا کہ پانی اندر کو چلا گیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ دار استنجا کرنے میں سانس نہ لے۔ [۲]

مسئلہ ۱۸: عورت کا بوسہ لیا یا چُھوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور اِنزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور عورت نے مرد کو چُھوا اور مرد کو انزال ہو گیا تو روزہ نہ گیا۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چُھوا اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہو گیا۔ [۳]

مسئلہ ۱۹: قصداً بھر منہ قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کم کی تو نہیں اور بلا اختیار قے ہو گئی تو بھر منہ ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اُس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹی، نہ لوٹائی تو اگر بھر منہ نہ ہو تو روزہ نہ گیا، اگرچہ لوٹ گئی یا اُس نے خود لوٹائی اور بھر منہ ہے اور اُس نے لوٹائی، اگرچہ اس میں سے صرف چنے برابر حلق سے اُتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔ [۴]

مسئلہ ۲۰: قے کے یہ احکام اُس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفرا (کڑوا پانی) یا خون اور بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہ ٹوٹا۔ [۵]

---

(1) "الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد،ج١، ص٢٠٣
(2) المرجع السابق، ص٢٠٤.
(3) المرجع السابق، ص٢٠٤ . ٢٠٥
(4) "الدر المختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسده، ج٣، ص٤٥٠
(5) "الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد،ج١، ص٢٠٤

مسئلہ ۲۱: رمضان میں بلا عذر جو شخص علانیہ قصداً کھائے تو حکم ہے کہ اُسے قتل کیا جائے۔[۱]

اُن صورتوں کا بیان جن میں صرف قضا لازم ہے

مسئلہ ۱: یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا پیایا جماع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا کھانے پینے پر مجبور کیا گیا یعنی اکراہِ شرعی[۲] پایا گیا، اگرچہ اپنے ہاتھ سے کھایا ہو تو صرف قضا لازم ہے یعنی اُس روزہ کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا پڑھے گا۔[۳]

مسئلہ ۲: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا تھا یا نظر کرنے سے انزال ہوا تھا یا احتلام ہوا یا قے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھا لیا تو صرف قضا فرض ہے۔[۴]

مسئلہ ۳: کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلّی تک زخم تھا، اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہا ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیّتِ روزہ روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیّت نہیں کی تھی، دن میں زوال سے پیش تر نیّت کی اور بعد نیّت کھا لیا یا روزہ کی نیّت تھی مگر روزہ رمضان کی نیّت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینھ کی بوند یا اولا جا رہا یا بہت سا آنسو یا پسینہ نگل گیا یا

---

(1)"ردالمحتار"،كتاب الصوم،باب مايفسد الصوم ومالايفسده،مطلب في الكفارة، ج٣،ص٤٤٩

(2)اکراہِ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو صحیح دھمکی دے کہ اگر تو روزہ نہ توڑے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا یا ناک، کان وغیرہ کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا یا سخت مار ماروں گا۔ اور روزہ دار یہ سمجھتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کچھ کہتا ہے، کر گزرے گا۔

(3)الدرالمختار،كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده،ج٣، ص٤٣٠، ٤٣٦

(4)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٣١

بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا جو قابلِ جماع نہ تھی یا مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چُوسے یا عورت کا بدن چُھوا اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو، مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو۔

اور ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا یا ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہو گیا یا ادائے رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ فاسد کر دیا، اگرچہ وہ رمضان ہی کی قضا ہو یا عورت روزہ دار سو رہی تھی، سوتے میں اس سے وطی کی گئی یا صبح کو ہوش میں تھی اور روزہ کی نیّت کر لی تھی پھر پاگل ہو گئی اور اسی حالت میں اس سے وطی کی گئی یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے، سحری کھالی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھالی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ آفتاب ڈوب گیا ہے، افطار کر لیا حالانکہ ڈوبا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کہ آفتاب ڈوب گیا اور دو نے شہادت دی کہ دن ہے اور اُس نے روزہ افطار کر لیا، بعد کو معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔[1]

مسئلہ ۴: مسافر نے اقامت کی، حیض و نفاس والی پاک ہو گئی، مجنون کو ہوش ہو گیا، مریض تھا اچھا ہو گیا، جس کا روزہ جاتا رہا اگرچہ جبراً کسی نے تڑوا دیا یا غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں جا رہی۔ کافر تھا مسلمان ہو گیا، نابالغ تھا بالغ ہو گیا، رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی، غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا ان سب باتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے، اُسے روزے کے مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا اُن پر اس دن کی قضا واجب نہیں باقی سب پر قضا واجب ہے۔[2]

مسئلہ ۵: نابالغ دن میں بالغ ہوا یا کافر دن میں مسلمان ہوا اور وہ وقت ایسا تھا کہ روزہ کی

(1)"الدرالمختار"،كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٣١ . ٤٣٩
(2)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٤٠

نیّت ہو سکتی ہے اور نیّت کر بھی لی پھر وہ روزہ توڑ دیا تو اس دن کی قضا واجب نہیں۔ [1]

مسئلہ ۶: بچہ کی عمر دس سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے نہ رکھے تو مار کر رکھوائیں، اگر پوری طاقت دیکھی جائے اور رکھ کر توڑ دیا تو قضا کا حکم نہ دیں گے اور نماز توڑے تو پھر پڑھوائیں۔ [2]

مسئلہ ۷: حیض و نفاس والی عورت صبح صادق کے بعد پاک ہو گئی، اگرچہ ضحوہ کبریٰ سے پیش تر اور روزہ کی نیت کر لی تو آج کا روزہ نہ ہوا، نہ فرض نہ نفل اور مریض یا مسافر نے نیّت کی یا مجنون تھا ہوش میں آکر نیّت کی تو ان سب کا روزہ ہو گیا۔ [3]

مسئلہ ۸: صبح سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہوتے ہی یا یاد آنے پر فوراً جدا ہو گیا تو کچھ نہیں اور اسی حالت پر رہا تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ [4]

مسئلہ ۹: میّت کے روزے قضا ہو گئے تھے تو اُس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کر دے یعنی جب کہ وصیت کی اور مال چھوڑا ہو، ورنہ ولی پر ضروری نہیں کر دے تو بہتر ہے۔

اُن صورتوں کا بیان جن میں کفارہ بھی لازم ہے:

مسئلہ ۱: رمضان میں روزہ دار مکلّف مقیم نے کہ ادائے روزہ رمضان کی نیّت سے روزہ رکھا اور کسی آدمی کے ساتھ جو قابلِ شہوت ہے، اُس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا، انزال ہوا ہو یا نہیں یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا یا کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسده، مطلب في جواز الإفطار بالتحرى،ج۳، ص٤٤١

(2)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسده، مطلب في جواز الإفطار بالتحرى،ج۳، ص٤٤٢

(3)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج۳، ص٤٤١

(4)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسد ه، مطلب يكره السهر... إلخ، ج۳، ص٤٢٥

لذّت کے لیے کھائی یاپی یاکوئی ایسافعل کیا، جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہواور اس نے گمان کر لیاکہ روزہ جاتا رہاپھر قصداً کھاپی لیا، مثلاً فصد یاپچھنالیایاسُرمہ لگایایاجانور سے وطی کی یاعورت کو چُھوایابوسہ لیایاساتھ لٹایایامباشرت فاحشہ کی، مگران سب صورتوں میں انزال نہ ہوایاپاخانہ کے مقام میں خشک انگلی رکھی، اب ان افعال کے بعد قصداً کھالیا۔

توان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفّارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ان صورتوں میں کہ افطار کا گمان نہ تھااور اس نے گمان کر لیااگرکسی مفتی نے فتویٰ دے دیاتھاکہ روزہ جاتا رہااور وہ مفتی ایساہوکہ اہلِ شہر کااس پراعتماد ہو، اُس کے فتویٰ دینے پراُس نے قصداً کھالیایااُس نے کوئی حدیث سُنی تھی جس کے صحیح معنی نہ سمجھ سکااور اُس غلط معنی کے لحاظ سے جان لیاکہ روزہ جاتا رہااور قصداً کھا لیاتواب کفّارہ لازم نہیں، اگرچہ مفتی نے غلط فتویٰ دیایاجوحدیث اُس نے سُنی وہ ثابت نہ ہو۔ [1]

مسئلہ ۲: جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتاہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزہ رمضان کی نیّت کی ہو، اگردن میں نیّت کی اور توڑ دیاتوکفارہ لازم نہیں۔ [2]

مسئلہ ۳: مسافر بعد صبح کے ضحوہ کبریٰ سے پہلے وطن کوآیااور روزہ کی نیّت کرلی پھر توڑ دیایا مجنون اس وقت ہوش میں آیااور روزہ کی نیّت کرکے پھر توڑ دیاتوکفارہ نہیں۔ [3]

مسئلہ ۴: کفّارہ لازم ہونے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایساامر واقع نہ ہواہو، جوروزہ کے منافی ہویابغیر اختیار ایساامر نہ پایاگیاہو، جس کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی رخصت ہوتی، مثلاً عورت کواُسی دن میں حیض یانفاس آگیایاروزہ توڑنے کے بعد اُسی دن میں ایسابیمار ہوگیاجس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے توکفارہ ساقط ہے اور سفر سے ساقط نہ

(1)"الد رالمختار"،کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد ہ ، ج ٣، ص٤٤٢.٤٤١،٤٤٦

(2)"الجوهرة النيرة"، کتاب الصوم، ص١٨٠ . ١٨١

(3)"الفتاوى الهندية"،کتاب الصوم،الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج١،ص٢٠٦

ہو گا کہ یہ اختیاری امر ہے۔ یوہیں اگر اپنے کو زخمی کر لیا اور حالت یہ ہوگئی کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، کفّارہ ساقط نہ ہوگا۔ [1]

مسئلہ۵: وہ کام کیا جس سے کفارہ واجب ہوتا ہے پھر بادشاہ نے اُسے سفر پر مجبور کیا کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ [2]

مسئلہ۶: مرد کو مجبور کر کے جماع کرایا یا عورت کو مرد نے مجبور کیا پھر اثنائے جماع میں اپنی خوشی سے مشغول رہا یا رہی تو کفّارہ لازم نہیں کہ روزہ تو پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔ [3] مجبوری سے مراد اکراہِ شرعی ہے، جس میں قتل یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید (سخت مار) کی صحیح دھمکی دی جائے اور روزہ دار بھی سمجھے کہ اگر میں اس کا کہنا نہ مانوں گا تو جو کہتا ہے، کر گزرے گا۔

مسئلہ۷: کفارہ واجب ہونے کے لیے بھر پیٹ کھانا ضرور نہیں، تھوڑا سا کھانے سے بھی واجب ہو جائے گا۔ [4]

مسئلہ ۸: تیل لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا یا کسی عالم ہی نے روزہ جانے کا فتویٰ دے دیا، اب اس نے کھا پی لیا جب بھی کفّارہ لازم ہے۔ [5]

مسئلہ۹: قے آئی یا بھول کر کھایا پیا یا جماع کیا اور ان سب صورتوں میں اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر اس کے بعد کھا لیا تو کفّارہ لازم نہیں اور اگر احتلام ہوا اور اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر کھا لیا تو کفّارہ لازم ہے۔ [6]

مسئلہ۱۰: لعاب تھوک کر چاٹ گیا یا دوسرے کا تھوک نگل گیا تو کفّارہ نہیں، مگر محبوب

---

(1) "الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص۱۸۱

(2) "الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج۱،ص۲۰٦

(3) "الجوهرة النيرة"،كتاب الصوم، ص۱۸۰ . ۱۸۱

(4) "الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص۱۸۰

(5) "الدر المختار"، كتاب الصوم،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج۳، ص٤٤٦

(6) ردالمحتار،كتاب الصوم،باب مايفسد الصوم.إلخ،مطلب في حكم الاستمناء بالكف،ج۳،ص٤۳۱

کالذت یامعظمِ دینی(بزرگ)کا تبرک کے لیے تھوک نگل گیاتوکفّارہ لازم ہے۔[1]

مسئلہ ۱۱: جن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کفّارہ لازم نہیں ان میں شرط ہے، کہ ایک ہی بار ایسا ہوا ہو اور معصیت کاقصد نہ کیا ہو، ورنہ اُن میں کفّارہ دینا ہوگا۔[2]

مسئلہ ۱۲: کچاگوشت کھایااگرچہ مردار کا ہو توکفارہ لازم ہے، مگر جب کہ سڑا ہو یااُس میں کیڑے پڑگئے ہوں توکفارہ نہیں۔[3]

مسئلہ ۱۳: مٹی کھانے سے کفارہ واجب نہیں، مگر گل ارمنی یا وہ مٹی جس کے کھانے کی اُسے عادت ہے، کھائی تو کفارہ واجب ہے اور نمک اگر تھوڑا کھایا تو کفارہ واجب ہے، زیادہ کھایاتو نہیں۔[4]

مسئلہ ۱۴: نجس شوربے میں روٹی بھگوکر کھائی یا کسی کی کوئی چیز غصب کرکے کھالی توکفارہ واجب ہے اور تھوک میں خون تھااگرچہ خون غالب ہو، نگل لیا یاخون پی لیاتوکفارہ نہیں۔[5]

مسئلہ ۱۵: کچی ہی کھائی یا پستہ یا اخروٹ مسلّم یا خشک یا بادام مسلّم نگل لیا یا چھلکے سمیت انڈا یا چھلکے کے ساتھ انار کھالیاتوکفارہ نہیں اور خشک پستہ یا خشک بادام اگر چباکر کھایااور اس میں مغز بھی ہو تو کفارہ ہے اور مسلّم نگل لیا ہو تو نہیں، اگرچہ پھٹا ہو اور تر بادام مسلّم نگلنے میں بھی کفارہ ہے۔[6]

مسئلہ ۱۶: چنے کاساگ کھایاتو کفارہ واجب، یہی حکم درخت کے پتوں کا ہے جب کہ

---

(1)"ردالمحتار"،کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مطلب في جواز الإفطار بالتحري، ج۳، ص٤٤٤

(2)"الدرالمختار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج۳، ص٤٤٠

(3)"ردالمحتار"،کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مطلب في جواز الإفطار بالتحري، ج۳،ص٤٤٤ . ٤٤٥

(4)"الجوهرة النيرة"، کتاب الصوم،ص١٨١ و"الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٢، ٢٠٥

(5)"الجوهرة النيرة"،کتاب الصوم، ص١٨١

(6)"الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٢، ٢٠٥

کھائے جاتے ہوں ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۱۷: خربزہ یا تربز کا چھلکا کھایا، اگر خشک ہو یا ایسا ہو کہ لوگ اس کے کھانے سے گھن کرتے ہوں تو کفارہ نہیں ورنہ ہے۔ کچے چاول، باجرا، مسور، مونگ کھائی تو کفارہ نہیں، یہی حکم کچے جَو کا ہے اور بھنے ہوئے ہوں تو کفارہ لازم۔[1]

مسئلہ ۱۸: تل یا تل کے برابر کھانے کی کوئی چیز باہر سے مونھ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو روزہ گیا اور کفارہ واجب۔[2]

مسئلہ ۱۹: دوسرے نے نوالہ چبا کر دیا، اُس نے کھالیا یا اُس نے خود اپنے منہ سے نکال کر کھالیا تو کفارہ نہیں۔[3] بشرطے کہ اس کے چبائے ہوئے کو لذات یا تبرک نہ سمجھتا ہو۔

مسئلہ ۲۰: سحری کا نوالہ منہ میں تھا کہ صبح طلوع ہوگئی یا بھول کر کھا رہا تھا، نوالہ منہ میں تھا کہ یاد آگیا اور نگل لیا تو دونوں صورتوں میں کفارہ واجب، مگر جب منہ سے نکال کر پھر کھایا ہو تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔[4]

۲۱: عورت نے نابالغ یا مجنون سے وطی کرائی یا مرد کو وطی کرنے پر مجبور کیا، تو عورت پر کفارہ واجب ہے مرد پر نہیں۔[5]

مسئلہ ۲۲: مشک، زعفران، کافور، سرکہ کھایا یا خربزہ، تربز، ککڑی، کھیرا، باقلا کا پانی پیا تو کفارہ واجب ہے۔[6]

مسئلہ ۲۳: رمضان میں روزہ دار قتل کے لیے لایا گیا اُس نے پانی مانگا، کسی نے اُسے

---

(1)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج۱، ص۲۰۲، ۲۰۵

(2)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج۳، ص۴۵۳

(3)(عالمگیری)

(4)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج۱، ص۲۰۳

(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج۱، ص۲۰۵

(6)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج۱، ص:۲۰۵

پانی پلادیاپھر وہ چھوڑ دیا گیاتواُس پر کفارہ واجب ہے۔[1]

مسئلہ ۲۴: باری سے بخار آتا تھااور آج باری کا دن تھا۔اُس نے یہ گمان کر کے کہ بخار آئے گا روزہ قصداً توڑ دیا تواس صورت میں کفارہ ساقط ہے۔(کفارہ کی ضرورت نہیں) یوہیں عورت کو معیّن تاریخ پر حیض آتا تھااور آج حیض آنے کا دن تھا،اُس نے قصداً روزہ توڑ دیااور حیض نہ آیاتوکفارہ ساقط ہوگیا۔یوہیں اگر یقین تھاکہ دشمن سے آج لڑنا ہےاور روزہ توڑ ڈالااور لڑائی نہ ہوئی توکفارہ واجب نہیں۔[2]

روزہ توڑنے کا کفارہ کیا ہے:

مسئلہ ۲۵: روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہوتوایک رقبہ یعنی باندی یاغلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاًاس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے،نہ اتنامال کہ خریدے یامال توہے مگر رقبہ میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں،توپے درپے ساٹھ روزے رکھے،یہ بھی نہ کر سکے توساٹھ مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھاناکھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیاتواب سے ساٹھ روزے رکھے،پہلے کے روزے محسوب نہ ہوں گے اگرچہ اُنسٹھ رکھ چکاتھا،اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چُھوٹاہو،مگر عورت کو حیض آجائے توحیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ہوجانے سے کفارہ اداہوجائے گا۔[3]

مسئلہ ۲۶: اگر دو روزے توڑے تودونوں کے لیے دو کفارے دے،اگرچہ پہلے کا ابھی کفارہ نہ ادا کیا ہو۔[4] یعنی جب کہ دونوں دو رمضان کے ہوں اور اگر دونوں روزے ایک ہی

---

(1) المرجع السابق، ص٢٠٦

(2) "الدر المختار"،كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده،ج٣، ص٤٤٨

(3) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الكفارة، ج٣، ص٤٤٧ و "الفتاوى الرضوية"، ج١٠، ص٥٩٥

(4) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، با ب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الكفارة، ج٣، ص٤٤٩

رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی کفارہ دونوں کے لیے کافی ہے۔ [۱]

مسئلہ ۲۷: آزاد و غلام، مرد و عورت، بادشاہ و فقیر سب پر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے، یہاں تک کہ باندی کو اگر معلوم تھا کہ صبح ہوگئی اُس نے اپنے آقا کو خبر دی کہ ابھی صبح نہ ہوئی اس نے اس کے ساتھ جماع کیا تو لونڈی پر کفارہ واجب ہوگا اور اُس کے مولیٰ پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ [۲]

روزہ کے مکروہات کا بیان

حدیث ۱و۲: بخاری و ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بُری بات کہنا اور اُس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ [۳] اور اسی کے مثل طبرانی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۳و۴: ابن ماجہ و نسائی و ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی و دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ انھیں روزہ سے سوا پیاس کے کچھ نہیں اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے کہ انھیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ [۴] اور اُسی کے مثل طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

حدیث ۵و۶: بیہقی ابوعبیدہ اور طبرانی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے

---

(1)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص۱۸۲

(2)ردالمحتاركتاب الصوم،باب مايفسدالصوم ومالايفسده،مطلب في الكفارة، ج۳،ص۴۴۷

(3)"صحيح البخاري"،كتاب الصوم،باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم،الحديث: ۱۹۰۳،ج۱، ص۶۲۸

(4)"سنن ابن ماجه"، أبواب ماجاء في الصيام، باب ماجاء في الغيبة والرفث للصائم، الحديث: ۱۶۹۰،ج۲، ص۳۲۰ و"السنن الكبرى"، كتاب الصيام، باب الصائم...الخ، الحديث: ۸۳۱۳، ج۴، ص۴۴۹

فرمایا: روزہ سپر ہے، جب تک اسے پھاڑا نہ ہو۔ عرض کی گئی، کس چیز سے پھاڑے گا؟ ارشاد فرمایا: جھوٹ یا غیبت سے۔[1]

حدیث۷: ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے فرمایا: روزہ اس کا نام نہیں کہ کھانے اور پینے سے باز رہنا ہو، روزہ تو یہ ہے کہ لغو و بیہودہ باتوں سے بچا جائے۔[2]

حدیث۸: ابو داود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روزے دار کو مباشرت کرنے کے بارے میں سوال کیا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے انھیں اجازت دی پھر ایک دوسرے صاحب نے حاضر ہو کر یہی سوال کیا تو انھیں منع فرمایا اور جن کو اجازت دی تھی، بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا: جوان تھے۔[3]

حدیث۹: ابو داود و ترمذی عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے بے شمار بار نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔[4]

مسائل فقہیہ:

مسئلہ۱: جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔

مسئلہ۲: روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لیے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باندی غلام کا آقا بد مزاج ہے کہ نمک کم و بیش ہو گا تو اس کی ناراضی کا باعث

---

(1) "المعجم الأوسط"، باب العين، الحديث: ٤٥٣٦، ج٣، ص٢٦٤
(2) "المستد رك" للحاكم، كتاب الصوم، باب من أفطر في رمضان ناسيا...إلخ، الحد يث: ١٦١١، ج٢، ص٦٧
(3) "سنن أبي داود"،كتاب الصيام،باب كراهية للشاب،الحديث: ٢٣٨،ج٢، ص٤٥٧
(4) "جامع الترمذي"،ابواب الصوم،باب ماجاء في السواك للصائم،الحديث: ٧٢٥،ج٢، ص١٧٦

ہوگا اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں، چبانے کے لیے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اُسے کھلائی جائے، نہ حیض و نفاس والی یا کوئی اور بے روزہ ایسا ہے جو اُسے چبا کر دیدے، تو بچہ کے کھلانے کے لیے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔ [1]

چکھنے کے وہ معنی نہیں جو آج کل عام محاورہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دریافت کرنے کے لیے اُس میں سے تھوڑا کھا لینا کہ یوں ہو تو کراہت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا، بلکہ کفارہ کے شرائط پائے جائیں تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔ بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کرلیں اور اُسے تھوک دیں اس میں سے حلق میں کچھ نہ جانے پائے۔

مسئلہ ۳: کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا، تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ [2]

مسئلہ ۴: بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہت نہیں، جب کہ اس کی حاجت ہو۔ [3]

مسئلہ ۵: عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزے میں مطلقاً (چاہے انزال و جماع کا ڈر ہو یا نہ ہو) مکروہ ہے۔ یوہیں مباشرت فاحشہ۔ [4]

مسئلہ ٦: گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سُرمہ لگانا مکروہ نہیں، مگر جب کہ زینت کے لیے سُرمہ لگایا یا اس لیے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے، حالانکہ ایک مُشت (ایک مٹھی) داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لايفسده، ج٣، ص٤٥٣
(2)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٥٣
(3)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد ما لا يفسده، ج٣، ص٤٥٣
(4)"ردالمحتار"،كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب: فيما يكره للصائم، ج ٣، ص٤٥٤

روزہ میں بدرجہ اَولیٰ۔[1]

مسئلہ۷: روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ جیسے اور دنوں میں سنّت ہے روزے میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے تَر کی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔[2] اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر بعد روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

مسئلہ۸: فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جب کہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو تو مکروہ ہے، اُسے چاہیے کہ غروب تک مؤخر کرے۔[3]

مسئلہ۹: روزے دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بھر منہ پانی لے اور وضو وغسل کے علاوہ ٹھنڈ پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لیے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔[4]

مسئلہ۱۰: پانی کے اندر (مثلاً نہر، ندی، تالاب وغیرہ میں نہاتے وقت) ریاح خارج کرنے سے روزہ نہیں جاتا، مگر مکروہ ہے اور روزہ دار کو استنجے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے۔[5] یعنی

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٥٥

(2)"البحر الرائق"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٢، ص٤٩١

(3)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الثالث، فيما يكره للصائم وما لا يكره، ج١،ص١٩٩. ٢٠٠

(4)المرجع السابق، ص١٩٩، و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في حديث التوسعة على العيال والاكتعال يوم عاشوراء، ج٣، ص٤٥٩

(5)"الفتاوى الهندية"كتاب الصوم،الباب الثالث فيمايكره للصائم وما لا يكره،ج١، ص١٩٩

اور دِنوں میں حکم یہ ہے کہ استنجا کرنے میں نیچے کو زور دیا جائے اور روزہ میں یہ مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱: منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزہ کے بھی ناپسند ہے اور روزہ میں مکروہ۔ (۱)

مسئلہ ۱۲: رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں، جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ لہٰذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔ (۲) یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں کہ روزے ادا کر سکیں۔

مسئلہ ۱۳: اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (۳) جب کہ کھڑا ہونے سے اتنا ہی عاجز ہو جو باب صلاۃ المریض میں گزرا۔

مسئلہ ۱۴: سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔ (۴)

مسئلہ ۱۵: افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا غالب گمان ہو، جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے، اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہے اور اَبر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیے۔ (۵)

مسئلہ ۱٦: ایک عادل کے قول پر افطار کر سکتا ہے، جب کہ اس کی بات سچی مانتا ہو اور اگر

---

(1) المرجع السابق، وغيره.
(2) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج٣، ص٤٦٠
(3) المرجع السابق، ص٤٦١.
(4) "الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الثالث، فيمايكره للصائم وما لا يكره، ج١، ص٢٠٠
(5) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم.إلخ، مطلب في حديث التوسعة على العيال. إلخ، ج٣، ص٤٥٩

اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کے قول کی بنا پر افطار نہ کرے۔ یوہیں مستور کے کہنے پر بھی افطار نہ کرے اور آج کل اکثر اسلامی مقامات میں افطار کے وقت توپ چلنے کا رواج ہے، اس پر افطار کر سکتا ہے، اگرچہ توپ چلانے والے فاسق ہوں جب کہ کسی عالم محقق توقیت دان محتاط فی الدین کے حکم پر چلتی ہو۔ [1]

آج کل کے عام علما بھی اس فن سے ناواقف محض ہیں اور جنتریاں کہ شائع ہوتی ہیں اکثر غلط ہوتی ہیں ان پر عمل جائز نہیں۔ یوہیں سحری کے وقت اکثر جگہ نقارہ بجتا ہے، انھیں شرائط کے ساتھ اس کا بھی اعتبار ہے اگرچہ بجانے والے کیسے ہی ہوں۔

مسئلہ ۱۷: سحری کے وقت مرغ کی اذان کا اعتبار نہیں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صبح سے بہت پہلے اذان شروع کر دیتے ہیں، بلکہ جاڑے کے دنوں میں تو بعض مرغ دو بجے سے اذان کہنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اس وقت صبح ہونے میں بہت وقت باقی رہتا ہے۔ یوہیں بول چال سُن کر اور روشنی دیکھ کر بولنے لگتے ہیں۔ [2]

مسئلہ ۱۸: صبح صادق کو رات کا مطلقاً چھٹا یا ساتواں حصہ سمجھنا غلط ہے۔

صبح صادق ایک روشنی ہے کہ پورب (مشرق) کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے اور اس سے قبل بیچ آسمان میں ایک دراز سپیدی ظاہر ہوتی ہے، جس کے نیچے سارا اُفق سیاہ ہوتا ہے، صبح صادق اس کے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلوؤں پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے، یہ دراز سپیدی اس میں غائب ہو جاتی ہے، اس کو صبح کاذب کہتے ہیں، اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا یہ جو بعض نے لکھا کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے، محض غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔

---

(1) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في جواز الإفطار التحرى، ج٣، ص٤٣٩

(2) ردالمحتار مع زيادة

مختار یہ ہے کہ نماز فجر میں صبح صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشااور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔[1]

صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک ان بلاد (شہروں) میں کم از کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا پینتیس منٹ نہ اس سے کم ہو گا نہ اس سے زیادہ، اکیس مارچ کو ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ب ۲۲/ جون کو پورا ایک گھنٹا پینتیس منٹ ہوجاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲/ستمبر کوایک گھنٹااٹھارہ منٹ ہو جاتا ہے، پھر بڑھتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲/ دسمبر کوایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے، پھر کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۱/ مارچ کو وہی ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہوجاتا ہے، جو شخص وقت صحیح نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹا چالیس منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے خصوصًا جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹا رہنے پر خصوصًا دسمبر، جنوری میں اور مارچ وستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے، تو سحری ایک گھنٹا چوبیس منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا اس کے آٹھ دس منٹ بعد اَذان کہی جائے تاکہ سحری اور اَذان دونوں طرف احتیاط رہے، بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو پونے دو گھنٹے پہلے اَذان کہہ دیتے ہیں پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں، نہ یہ اَذان ہو نہ نماز، بعضوں نے رات کا ساتواں حصہ وقتِ فجر سمجھ رکھا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں ماہِ جون و جولائی میں جب کہ دن بڑا ہوتا ہے اور رات تقریبًا دس گھنٹے کی ہوتی ہے، ان دنوں تو البتہ وقت صبح رات کا ساتواں حصہ یا اس سے چند منٹ پہلے ہوجاتا ہے، مگر دسمبر جنوری میں جب کہ رات چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے، اسوقت فجر کا وقت نواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہوجاتا ہے۔ ابتدائے وقت فجر کی شناخت دشوار ہے، خصوصًا جب کہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو لہٰذا ہمیشہ طلوع آفتاب کا خیال رکھے کہ آج جس وقت طلوع ہوا دوسرے دن اسی حساب سے وقت متذکرۂ بالا (اوپر ذکر کیے گئے) کے اندر

---

(1) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصلاة،الباب الأول في المواقيت،الفصل الأول، ج۱، ص۵۱

اندر اَذان و نمازِ فجر ادا کی جائے۔ [1]

سحری واِفطار کا بیان

حدیث ۱: بخاری ومسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ [2]

حدیث ۲: مسلم و ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے۔ [3]

حدیث ۳: طبرانی نے کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت اور ثرید اور سحری میں۔ [4]

حدیث ۴: طبرانی اوسط میں اور ابن حبان صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ اور اُس کے فرشتے، سحری کھانے والوں پر دُرود بھیجتے ہیں۔ [5]

حدیث ۵: ابن ماجہ و ابن خزیمہ و بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھانے سے دن کے روزہ پر استعانت کرو اور قیلولہ

---

(1) از افاداتِ رضویہ،ج:۲،ص:۳۱۸ ،وغیرہ

(2) "صحيح البخاري"،كتاب الصوم، بابركة السحور من غير ايجاب، الحديث: ۱۹۲۳، ج۱، ص۶۳۳

(3) " صحيح مسلم"، كتاب الصيام،باب فضل السحور... إلخ، الحديث: ۱۰۹٦،ص۵۵۲

(4) "المعجم الكبير"،الحديث: ٦۱۲۷، ج٦، ص۲۵۱

(5) الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان،كتاب الصوم،باب السحور، الحديث:۳٤۵،ج۵، ص۱۹٤

سے رات کے قیام پر۔ [۱]

حدیث ۶: نسائی باسناد حسن ایک صحابی سے راوی، کہتے ہیں میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سحری تناول فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا: یہ برکت ہے کہ اللہ تعالٰی نے تمھیں دی تو اسے نہ چھوڑنا۔ [۲]

حدیث ۷: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں پر کھانے میں ان شاءاللہ تعالٰی حساب نہیں، جب کہ حلال کھایا۔ روزہ دار اور سحری کھانے والا اور سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔ [۳]

حدیث ۸ تا ۱۰: امام احمد ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کُل کی کُل برکت ہے اُسے نہ چھوڑنا، اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیوں کہ سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں۔ [۴] نیز عبداللہ بن عمرو سائب بن یزید و ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی اسی قسم کی روایتیں آئیں۔

حدیث ۱۱: بخاری و مسلم و ترمذی سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہمیشہ لوگ خیر کے ساتھ رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔ [۵]

حدیث ۱۲: ابن حبان صحیح میں انھیں سے راوی، کہ فرمایا: میری اُمت میری سنت پر رہے

---

(1)"سنن ابن ماجه"، أبواب ماجاء في الصيام،باب ماجاء في السحور،الحديث: ١٦٩٣، ج٢، ص٣٢١

(2)"السنن الكبرى"للنسائي،كتاب الصيام،باب فضل السحور، الحديث:٢٤٧٢،ج٢، ص٧٩

(3)"المعجم الكبير"، الحديث: ١٢٠١٢، ج١١، ص٢٨٥

(4)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل،مسند أبي سعيد الخدرى، الحديث: ١١٠٨٦،ج٤، ص٢٦

(5)"صحيح البخاري"،كتاب الصوم، باب تعجيل الإفطار، الحديث: ١٩٥٧،ج١، ص٦٤٥

گی، جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے۔ [۱]

حدیث ۱۳: احمد و ترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے، جو افطار میں جلدی کرتا ہے۔ [۲]

حدیث ۱۴: طبرانی اوسط میں یعلی بن مرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی، کہ فرمایا: تین چیزوں کو اللہ محبوب رکھتا ہے۔ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر اور نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔ [۳]

حدیث ۱۵: ابو داود و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کہ یہود و نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔ [۴]

حدیث ۱۶: امام احمد و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے افطار کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔ [۵]

حدیث ۱۷: ابوداود و ترمذی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، تر کھجوریں نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے اور اگر یہ

---

(1)"الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان"،كتاب الصوم، باب الإفطار و تعجيله، الحديث: ۳۵۰۱، ج۵، ص۲۰۹

(2)"جامع الترمذي"،أبواب الصوم،باب ماجاءفي تعجيل الإفطار، الحديث، ۷۰۰، ج۲، ص۱٦٤

(3)"المعجم الأوسط"، الحديث: ۷٤۷۰، ج۵، ص۳۲۰

(4)"سنن أبي داود"،كتاب الصيام، باب ما يستحب من تعجيل الفطر، الحديث: ۲۳۵۳، ج۲، ص٤٤٦

(5)"جامع الترمذي"، أبواب الصوم باب ماجاء ما يستحب عليه الإفطار،الحديث: ٦۹۵، ج۲، ص۱٦۲

بھی نہ ہوتیں تو چند چلّو پانی پیتے۔[1] ابو داود نے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ.[2]

حدیث ۱۸: نسائی و ابن خزیمہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرمایا: جو روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا غازی کا سامان کر دے تو اسے بھی اتنا ہی ملے گا۔[3]

حدیث ۱۹: طبرانی کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے حلال کھانے یا پانی سے روزہ افطار کرایا، فرشتے ماہِ رمضان کے اوقات میں اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جبرئیل علیہ الصلاۃ والسّلام شبِ قدر میں اُس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔[4]

اور ایک روایت میں ہے، جو حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے، رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس پر دُرود بھیجتے ہیں اور شبِ قدر میں جبرئیل اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔[5]

اور ایک روایت میں ہے، جو روزہ دار کو پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اُسے میرے حوض سے پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔[6]

---

(1)"جامع الترمذي"،ابواب ا لصوم،باب ماجاء ما يستحب عليه الافطار،الحديث: ٦٩٦، ج٢، ص١٦٢

(۲)"سنن أبي داود"، كتاب الصيام،باب القول عند الإفطار، الحديث: ۲۳۵۸، ج۲، ص۴۴۷

(3)"شعب الايمان"، باب في الصيام،فصل فيمن فطر صائما، الحديث: ٣٩٥، ج٣، ص٤١٨

(4)"المعجم الكبير"، الحديث: ٦١٦٢، ج٦، ص٢٦١

(5)"كنز العمال"، كتاب الصوم، الحديث: ٢٣٦٥٣، ج٨، ص٢١٥

(6)"شعب الايمان"، باب في الصيام، فضائل شهر رمضان، الحديث:٣٦٠، ج٣، ص٣٠٥. ٣٠٦

اُن وجوہ کا بیان جن سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

حدیث ۱: صحیحین میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں حمزہ بن عمرو اسلمی بہت روزے رکھا کرتے تھے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ سفر میں روزہ رکھوں؟ ارشاد فرمایا: چاہو رکھو اور چاہے نہ رکھو۔ (۱)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں سولھویں رمضان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ہم جہاد میں گئے۔ ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا تو نہ روزہ داروں نے غیر روزہ داروں پر عیب لگایا اور نہ انھوں نے ان پر۔ (۲)

حدیث ۳: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انس بن مالك کعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالٰی نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرما دی (یعنی چار رکعت والی دو پڑھے گا) اور مسافر اور دُودھ پلانے والی اور حاملہ سے روزہ معاف فرما دیا۔ (۳) (کہ اُن کو اجازت ہے کہ اُس وقت نہ رکھیں بعد میں وہ مقدار پوری کرلیں)۔

مسائل فقہیہ:

مسئلہ ۱: سفر و حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوف ہلاک و اکراہ و نقصانِ عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر ہیں، ان وجوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہ گار نہیں۔ (۴)

مسئلہ ۲: سفر سے مراد سفر شرعی ہے یعنی اتنی دُور جانے کے ارادہ سے نکلے کہ یہاں سے

---

(1)"صحيح البخاري"، كتاب الصوم، باب الصوم في السفر والإفطار، الحديث:١٩٤٣، ج١، ص٦٤٠

(2)"صحيح مسلم"،كتاب الصيام، باب جواز الصوم والفطرفي الشهر رمضان... إلخ، الحديث: ١١١٦، ص٥٦٤

(3)"جامع الترمذي"،أبواب الصوم، باب ماجاء في الرخصة في الإفطار للحبلى والمرضع، الحديث: ٧١٥، ج٢، ص١٧٠

(4)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٢

وہاں تک تین دن کی مسافت ہو، اگرچہ وہ سفر کسی ناجائز کام کے لیے ہو۔[1]

مسئلہ ۳: دن میں سفر کیا تو اُس دن کا روزہ افطار کرنے کے لیے آج کا سفر عذر نہیں، البتہ اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہ آئے گا مگر گنہ گار ہوگا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم اور اگر دن میں سفر کیا اور مکان پر کوئی چیز بھول گیا تھا، اُسے لینے واپس آیا اور مکان پر آکر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔[2]

مسئلہ ۴: مسافر نے ضحوہ کبریٰ سے پیش تر اقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزہ کی نیّت کر لینا واجب ہے۔[3]

مسئلہ ۵: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے، تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے، خواہ دودھ پلانے والی بچہ کی ماں ہو یا دائی اگرچہ رمضان میں دودھ پلانے کی نوکری کی ہو۔[4]

مسئلہ ۶: مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو یا خادم و خادمہ کو ناقابل برداشت ضعف کا غالب گمان ہو تو ان سب کو اجازت ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔[5]

مسئلہ ۷: ان صورتوں میں غالب گمان کی قید ہے محض وہم ناکافی ہے۔ غالب گمان کی تین صورتیں ہیں۔

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص٤٦٣

(2)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الافطار، ج١، ص٢٠٦ . ٢٠٧

(3)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص١٨٦

(4)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص٤٦٣

(5)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص١٨٣ و "الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص٤٦٣

(۱) اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہے یا (۲) اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے یا (۳) کسی مسلمان طبیب حاذق مستور یعنی غیر فاسق نے اُس کی خبر دی ہو۔

اور اگر نہ کوئی علامت ہو نہ تجربہ نہ اس قسم کے طبیب نے اُسے بتایا، بلکہ کسی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے افطار کر لیا تو کفارہ لازم آئے گا۔[1] آج کل کے اکثر اطبا اگر کافر نہیں تو فاسق ضرور ہیں اور نہ سہی تو حاذق طبیب فی زمانہ نایاب سے ہو رہے ہیں، ان لوگوں کا کہنا کچھ قابلِ اعتبار نہیں نہ ان کے کہنے پر روزہ افطار کیا جائے۔ ان طبیبوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ذرا ذرا سی بیماری میں روزہ کو منع کر دیتے ہیں، اتنی بھی تمیز نہیں رکھتے کہ کس مرض میں روزہ مُضر ہے کس میں نہیں۔

مسئلہ ۸: باندی کو اپنے مالک کی اطاعت میں فرائض کا موقع نہ ملے تو یہ کوئی عذر نہیں۔ فرائض ادا کرے اور اتنی دیر کے لیے اُس پر اطاعت نہیں۔ مثلاً فرض نماز کا وقت تنگ ہو جائے گا تو کام چھوڑ دے اور فرض ادا کرے اور اگر اطاعت کی اور روزہ توڑ دیا تو کفارہ دے۔[2]

مسئلہ ۹: عورت کو جب حیض و نفاس آگیا تو روزہ جاتا رہا اور حیض سے پورے دس دن رات میں پاک ہوئی تو بہر حال کل کا روزہ رکھے اور کم میں پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا عرصہ ہے کہ نہا کر خفیف سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اور اگر نہا کر فارغ ہونے کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔[3]

مسئلہ ۱۰: حیض و نفاس والی کے لیے اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً، روزہ کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں۔[4] مگر چھپ کر کھانا اَولیٰ ہے خصوصاً حیض والی کے لیے۔

مسئلہ ۱۱: بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک کا خوف صحیح یا نقصانِ عقل کا اندیشہ ہو تو

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٤

(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٤

(3)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الإفطار،ج١، ص٢٠٧

(4)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص١٨٦

روزہ نہ رکھے۔[1]

مسئلہ ۱۲: روزہ توڑنے پر مجبور کیا گیا تو اسے اختیار ہے اور صبر کیا تو اجر ملے گا۔[2]

مسئلہ ۱۳: سانپ نے کاٹا اور جان کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں روزہ توڑ دیں۔[3]

مسئلہ ۱۴: جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضا روزوں میں ترتیب فرض نہیں۔ فلہٰذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ نفلی روزے ہو گئے، مگر حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا رکھ لیں۔

حدیث میں فرمایا: جس پر اگلے رمضان کی قضا باقی ہے اور وہ نہ رکھے اس کے اس رمضان کے روزے قبول نہ ہوں گے۔[4]

اور اگر روزے نہ رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو اب پہلے اس رمضان کے روزے رکھ لے، قضا نہ رکھے، بلکہ اگر غیر مریض و مسافر نے قضا کی نیّت کی جب بھی قضا نہیں بلکہ اُسی رمضان کے روزے ہیں۔[5]

مسئلہ ۱۵: خود اس مسافر کو اور اُس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر نہ پہنچے تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر۔[6]

---

(1)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم،الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الإفطار،ج١، ص٢٠٧

(2)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٢

(3) المرجع السابق

(4)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ٨٦٢٩، ج٣، ص٢٦٦

(5)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣،ص٤٦٥

(6)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٥

مسئلہ ۱۶: اگر یہ لوگ اپنے اُسی عذر میں مر گئے، اتنا موقع نہ ملا کہ قضا رکھتے تو ان پر یہ واجب نہیں کہ فدیہ کی وصیّت کر جائیں پھر بھی وصیّت کی تو تہائی مال میں جاری ہوگی اور اگر اتنا موقع ملا کہ قضا روزے رکھ لیتے، مگر نہ رکھے تو وصیّت کر جانا واجب ہے اور عمداً نہ رکھے ہوں تو بدرجہ اَولیٰ وصیّت کرنا واجب ہے اور وصیّت نہ کی، بلکہ ولی نے اپنی طرف سے دے دیا تو بھی جائز ہے مگر ولی پر دینا واجب نہ تھا۔ [1]

مسئلہ ۱۷: ہر روزہ کا فدیہ بقدر صدقہ فطر ہے اور تہائی مال میں وصیّت اس وقت جاری ہوگی، جب اس میت کے وارث بھی ہوں اور اگر وارث نہ ہوں اور سارے مال سے فدیہ ادا ہوتا ہو تو سب فدیہ میں صرف کر دینا لازم ہے۔ یوہیں اگر وارث صرف شوہر یا زوجہ ہے تو تہائی نکالنے کے بعد ان کا حق دیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے اگر فدیہ میں صرف ہو سکتا ہے تو صرف کر دیا جائے گا۔ [2]

مسئلہ ۱۸: وصیّت کرنا صرف اتنے ہی روزوں کے حق میں واجب ہے جن پر قادر ہوا تھا، مثلاً دس قضا ہوئے تھے اور عذر جانے کے بعد پانچ پر قادر ہوا تھا کہ انتقال ہو گیا تو پانچ ہی کی وصیّت واجب ہے۔ [3]

مسئلہ ۱۹: ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔ [4]

مسئلہ ۲۰: اعتکاف واجب اور صدقہ فطر کا بدلا اگر ورثہ ادا کر دیں تو جائز ہے اور اُن کی

---

(1) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٦ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الإفطار، ج١، ص٢٠٧
(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٧
(3) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٦٧
(4) "فح القدير"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٢، ص٢٧٩

مقدار وہی بقدر صدقہ فطر ہے اور زکات دینا چاہیں تو جتنی واجب تھی اُس قدر نکالیں۔ [1]

مسئلہ ۲۱: شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا، اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔ [2]

مسئلہ ۲۲: اگر ایسا بوڑھا گرمیوں میں بوجہ گرمی کے روزہ نہیں رکھ سکتا، مگر جاڑوں (سردیوں) میں رکھ سکے گا تو اب افطار کرلے اور اُن کے بدلے کے جاڑوں میں رکھنا فرض ہے۔ [3]

مسئلہ ۲۳: اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے، تو فدیہ صدقہ نفل ہوکر رہ گیا ان روزوں کی قضا رکھے۔ [4]

مسئلہ ۲۴: یہ اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا آخر میں دے اور اس میں تملیک (مالک بنادینا) شرط نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ جتنے فدیے ہوں اتنے ہی مساکین کو دے بلکہ ایک مسکین کو کئی دن کے فدیے دے سکتے ہیں۔ [5]

مسئلہ ۲۵: قسم (قسم کے کفارے میں تین روزے ہیں) یا قتل (قتل خطا کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں) کے کفارہ کا اس پر روزہ ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ

---

(1) "الدرالمختار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧١
(2) "الدرالمختار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧١
(3) "ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٢
(4) "الفتاوی الهندية"،کتاب الصوم،الباب الخامس في الاعذار التی تبیح الإفطار،ج١، ص٢٠٧
(5) "الدرالمختار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٢،

سکتا تو اس روزہ کا فدیہ نہیں اور روزہ توڑنے یا ظہار (ظہار کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں) کا کفارہ اس پر ہے، تو اگر روزہ نہ رکھ سکے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔[1]

مسئلہ ۲۶: کسی نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منّت مانی اور برابر روزے رکھے تو کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے بسر اوقات ہو تو اُسے بقدر ضرورت افطار کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دے اور اس کی بھی قوت نہ ہو تو استغفار کرے۔[2]

مسئلہ ۲۷: نفل روزہ قصداً شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے کہ توڑے گا تو قضا واجب ہوگی اور یہ گمان کر کے کہ اس کے ذمے کوئی روزہ ہے، شروع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ نہیں ہے، اب اگر فوراً توڑ دیا تو کچھ نہیں اور یہ معلوم کرنے کے بعد نہ توڑا تو اب نہیں توڑ سکتا، توڑے گا تو قضا واجب ہوگی۔[3]

مسئلہ ۲۸: نفل روزہ قصداً نہیں توڑا بلکہ بِلا اختیار ٹوٹ گیا، مثلاً اثنائے روزہ میں حیض آگیا، جب بھی قضا واجب ہے۔[4]

مسئلہ ۲۹: عیدین یا ایامِ تشریق میں روزے نفل رکھا تو اس روزہ کا پورا کرنا واجب نہیں، نہ اُس کے توڑنے سے قضا واجب، بلکہ اس روزے کا توڑ دینا واجب ہے اور اگر ان دنوں میں روزہ رکھنے کی منّت مانی تو منّت پوری کرنی واجب ہے مگر ان دنوں میں نہیں بلکہ اور دنوں میں۔[5]

مسئلہ ۳۰: نفل روزہ بلا عذر توڑ دینا ناجائز ہے، مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اسے ناگوار ہوگا یا مہمان اگر کھانا نہ کھائے تو میزبان کو اذیت ہوگی تو نفل روزہ توڑ دینے کے لیے یہ

---

(1) "الفتاوی الهندية"،كتاب الصوم،الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الإفطار، ج١، ص٢٠٧

(2) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٢

(3) "الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٣

(4) المرجع السابق، ص٤٧٤

(5) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٤

عذر ہے، بہ شرطے کہ یہ بھروسہ ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا اور بہ شرطے کہ ضحوہ کبریٰ سے پہلے توڑے بعد کو نہیں، زوال کے بعد ماں باپ کی ناراضی کے سبب توڑ سکتا ہے اور اس میں بھی عصر کے قبل تک توڑ سکتا ہے بعد عصر نہیں۔[1]

مسئلہ ۳۱: کسی نے یہ قسم کھائی کہ اگر تو روزہ نہ توڑے تو میری عورت کو طلاق ہے، تو اُسے چاہیے کہ اس کی قسم سچی کردے یعنی روزہ توڑ دے اگرچہ روزہ قضا ہو[2] اگرچہ بعد زوال ہو۔

مسئلہ ۳۲: اُس کی کسی بھائی نے دعوت کی تو ضحوہ کبریٰ کے قبل روزہ نفل توڑ دینے کی اجازت ہے۔[3]

مسئلہ ۳۳: عورت بغیر شوہر کی اجازت کے نفل اور منّت وقسم کے روزے نہ رکھے اور رکھ لیے تو شوہر تڑوا سکتا ہے مگر توڑے گی تو قضا واجب ہوگی، مگر اس کی قضا میں بھی شوہر کی اجازت درکار ہے یا شوہر اور اُس کے درمیان جدائی ہوجائے یعنی طلاق بائن دیدے یا مرجائے ہاں اگر روزہ رکھنے میں شوہر کا کچھ حرج نہ ہو مثلاً وہ سفر میں ہے یا بیمار ہے یا احرام میں ہے تو ان حالتوں میں بغیر اجازت کے بھی قضا رکھ سکتی ہے، بلکہ اگر وہ منع کرے جب بھی اور ان دنوں میں بھی بے اس کی اجازت کے نفل نہیں رکھ سکتی۔ رمضان اور قضاے رمضان کے لیے شوہر کی اجازت کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر بھی رکھے۔[4]

مسئلہ ۳۴: باندی غلام بھی علاوہ فرائض کے مالک کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتے۔ ان کا مالک چاہے تو تڑوا سکتا ہے۔ پھر اُس کی قضا مالک کی اجازت پر یا آزاد ہونے کے بعد رکھیں۔ البتہ

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصوم، فصل في العوارض،ج٣، ص٤٧٥ ٤٧٧.
و "الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب الخامس في الاعذار التى تبيح الإفطار، ج١، ص٢٠٨
(2)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٦
(3)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٧
(4)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج٣، ص٤٧٧

غلام نے اگر اپنی عورت سے ظہار کیا تو کفارہ کے روزے بغیر مولیٰ کی اجازت کے رکھ سکتا ہے۔[1]

مسئلہ ۳۵: مزدور یا نوکر اگر نفل روزہ رکھے تو کام پورا ادا نہ کرسکے گا تو مستاجر یعنی جس کا نوکر ہے یا جس نے مزدوری پر اُسے رکھا ہے، اُس کی اجازت کی ضرورت ہے اور کام پورا کرسکے تو کچھ ضرورت نہیں۔[2]

مسئلہ ۳۶: لڑکی کو باپ اور ماں کو بیٹے اور بہن کو بھائی سے اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں اور ماں باپ اگر بیٹے کو روزہ نفل سے منع کردیں، اس وجہ سے کہ مرض کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کی اطاعت کرے۔[3]

روزۂ نفل کے فضائل

① عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور بہتر یہ ہے کہ نویں کو بھی رکھے:

حدیث ۱: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم فرمایا۔[4]

حدیث ۲: مسلم و ابوداود و ترمذی و نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا روزہ ہے اور فرض کے بعد افضل نماز صلاۃ اللیل ہے۔[5]

حدیث ۳: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دے کر جستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ عاشورا کا دن اور یہ

---

(1) المرجع السابق، ص۴۷۸
(2) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۷۸
(3) المرجع السابق، ص۴۷۸
(4) "صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب اى يوم يصام في عاشوراء، الحديث: ۱۱۳۴، ص۵۷۳
(5) "صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب فضل صوم المحرم، الحديث: ۱۱۶۳، ص۵۹۱

رمضان کا مہینہ۔ [1]

حدیث ۴: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے، یہود کو عاشورا کے دن روزہ دار پایا، ارشاد فرمایا: یہ کیا دن ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ عرض کی، یہ عظمت والا دن ہے کہ اس میں موسیٰ علیہ الصلاۃ والسّلام اور اُن کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور فرعون اور اُس کی قوم کو ڈبو دیا، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اُس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ الصلاۃ والسّلام کی موافقت کرنے میں بہ نسبت تمھارے ہم زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود بھی روزہ رکھا اور اُس کا حکم بھی فرمایا۔ [2]

حدیث ۵: صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ [3]

❷ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ:

حدیث ۶ تا ۱۰: صحیح مسلم و سنن ابی داود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے، کہ عرفہ کا روزہ ایک سال

---

(1) "صحيح البخاري"، كتاب الصوم،باب صوم يوم عاشوراء، الحديث: ٢٠٠٦، ج١، ص٦٥٧

(2) "صحيح مسلم"،كتاب الصيام،باب صوم يوم عاشوراء، الحديث:١٢٨.(١١٣٠)، ص٥٧١، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ عزوجل کوئی خاص نعمت عطا فرمائے اس کی یادگار قائم کرنا درست و محبوب ہے کہ وہ نعمت خاصہ یاد آئیگی اور اس کا شکر ادا کرنے کا سبب ہوگا. خود قرآنِ عظیم میں ارشاد فرمایا: (وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ) (پ۱۳، ابرٰهیم: ۵)

(3) "صحيح مسلم"، كتاب الصيام،باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر... إلخ، الحديث: ١١٦٢، ص٥٨٩

قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹادیتا ہے۔[1] اور اس کے مثل سہل بن سعد و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عمرو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

حدیث ۱۱: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیہقی و طبرانی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔[2]

مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔ کہ ابوداؤد و نسائی و ابن خزیمہ و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔[3]

③ شوال میں چھ دن کے روزے جنھیں لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں[4]

حدیث ۱۲ و ۱۳: مسلم و ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طبرانی ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو ایسا ہے جیسے دہر کا روزہ رکھا۔[5] اور اسی کے مثل ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

حدیث ۱۴ و ۱۵: نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام احمد و طبرانی و بزار جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عیدالفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اُس نے پورے سال کا روزہ رکھا، کہ جو ایک نیکی لائے گا اُسے دس

(1)"صحيح مسلم"،كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر... إلخ، الحديث: ١١٦٢، ص٥٨٩

(2)"المعجم الأوسط"، باب الميم، الحديث: ٦٨٠٢، ج٥، ص١٢٧

(3)"سنن أبي داود"، كتاب الصيام، باب في صوم يوم عرفة بعرفة،الحديث: ٢٤٤٠، ج٢، ص٤٧٩

(4)بهتر يه هے كه يه روزے متفرق ركهے جائيں اور عيد كے بعد لگاتار چهه دن ميں ايك ساتھ ركھ ليے، تب بهى حرج نهيں. كذا فى الدر ١٢ منه

(5)"صحيح مسلم"، كتاب الصيام،باب استحباب صوم ستة ايام من شوال اتباعا لرمضان، الحديث: ١١٦٤، ص٥٩٢

ملیں گی تو ماہِ رمضان کا روزہ دس مہینے کے برابر ہے اور ان چھ دنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزے ہوگئے۔[1]

حدیث ۱۶: طبرانی اوسط میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا، جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔[2]

۴ شعبان کا روزہ اور پندرہویں شعبان کے فضائل

حدیث ۱۷: طبرانی و ابن حبان معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شعبان کی پندرھویں شب میں اللہ عزوجل تمام مخلوق کی طرف تجلّی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے، مگر کافر اور عداوت والے کو۔[3]

حدیث ۱۸ و ۱۹: بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس جبرئیل آئے اور یہ کہا: یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب کے بکریوں کے بال ہیں[4]، مگر کافر اور عداوت والے اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کی مداومت کرنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔[5] امام احمد نے ابن

---

(1)"السنن الكبرى" للنسائي،كتاب الصيام، باب صيام ستة ايام من شوال، الحديث: ٢٨٦٠ . ٢٨٦١، ج٢، ص١٦٢.١٦٣

(2)"المعجم الأوسط"، باب الميم، الحديث: ٨٦٢٢، ج٦، ص٢٣٤

(3)"الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان"، كتاب الحظروالإباحة، باب ماجاء في التباغض... إلخ، الحديث: ٥٦٣٦، ج٧، ص٤٧٠

(4)عرب میں بنی کلب ایک قبیلہ ہے، جن کے یہاں بکریاں بکثرت ہوتی تھیں.

(5)"شعب الإيمان"، باب في الصيام، ماجاء في ليلة النصف من شعبان، الحديث: ٣٨٣٧، ج٣، ص٣٨٣

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی، اس میں قاتل کا بھی ذکر ہے۔

حدیث ۲۰: بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب میں تجلّی فرماتا ہے، استغفار کرنے والوں کو بخش دیتا ہے اور طالبِ رحمت پر رحم فرماتا ہے اور عداوت والوں کو جس حال پر ہیں، اسی پر چھوڑ دیتا ہے۔[1]

حدیث ۲۱: ابن ماجہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو اُس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کہ رب تبارک و تعالیٰ غروبِ آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلّی فرماتا ہے اور فرماتا ہے: کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اُسے روزی دُوں، ہے کوئی مبتلا کہ اُسے عافیت دُوں، ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا اور یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہوجائے۔[2]

حدیث ۲۲: اُم المومنین صدیقہ فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے میں نے نہ دیکھا۔[3]

⑤ ہر مہینے میں تین روزے خصوصاً ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ:

حدیث ۲۳و۲۴: بخاری و مسلم و نسائی ابوہریرہ اور مسلم ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیّت فرمائی، ان میں ایک یہ ہے کہ ہر مہینے میں تین روزے

(1)"شعب الإيمان"، باب في الصيام، ماجاء في ليلة النصف من شعبان، الحديث: ٣٨٣٥، ج٣، ص٣٨٢

(2)"سنن ابن ماجه"، أبواب إقامة الصلوات...إلخ، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان، الحديث: ١٣٨٨، ج٢، ص١٦٠

(3)"جامع الترمذي"،أبواب الصوم، باب ماجاء في وصال شعبان برمضان، الحديث: ٧٣٦، ج٢، ص١٨٢

رکھوں۔ [1]

حدیث ۲۵ و ۲۶: صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن کے روزے ایسے ہیں جیسے دہر (ہمیشہ) کا روزہ۔ [2] اسی کے مثل قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔

حدیث ۲۷ و ۲۸: امام احمد و ابن حبان ابن عباس اور بزار مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کے روزے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے سینہ کی خرابی کو دُور کرتے ہیں۔ [3]

حدیث ۲۹: طبرانی میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جس سے ہو سکے، ہر مہینے میں تین روزے رکھے کہ ہر روزہ دس گناہ مٹاتا ہے اور گناہ سے ایسا پاک کر دیتا ہے جیسا پانی کپڑے کو۔ [4]

حدیث ۳۰: امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مہینے میں تین روزے رکھنے ہوں تو تیرہ، چودہ، پندرہ کو رکھو۔ [5]

حدیث ۳۱: نسائی نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چار چیزوں کو نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشورا اور عشرہ ذی الحجہ اور ہر مہینے میں تین دن کے

---

(1)"صحيح البخاري"،كتاب الصوم، باب صيام البيض ثلاث عشرة... إلخ، الحديث: ١٩٨١، ج١، ص٦٥١

(2)"صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب النهى عن صوم الدهر... إلخ، الحديث: ١٨٧.(١١٥٩)،١٩٧.(١١٦٢)،ص٥٨٧،٥٩٠.

(3)"مسند البزار"، مسند على بن طالب، الحديث: ٦٨٨، ج٢، ص٢٧١

(4)"المعجم الكبير"، الحديث: ٦٠، ج٢٥، ص٣٥

(5)"جامع الترمذي"، أبواب الصوم، باب ماجاء في صوم ثلاثة ايام من كل شهر... إلخ، الحديث: ٧٦١، ج٢، ص١٩٣

روزے اور فجر کے پہلے دو رکعتیں۔ [1]

حدیث ۳۲: نسائی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایام بیض میں بغیر روزہ کے نہ ہوتے، نہ سفر میں، نہ حضر میں۔ [2]

❻ پیر اور جمعرات کے روزے:

حدیث ۳۳تا۳۵: سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: پیر اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔ [3] اسی کے مثل اسامہ بن زید و رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی۔

حدیث ۳۶: ابن ماجہ انھیں سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو روزے رکھا کرتے تھے، اس کے بارے میں عرض کی گئی تو فرمایا: ان دونوں دِنوں میں اللہ تعالٰی ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے، مگر وہ دو شخص جنھوں نے باہم جدائی کرلی ہے، ان کی نسبت ملائکہ سے فرماتا ہے: انھیں چھوڑو، یہاں تک کہ صلح کرلیں۔ [4]

حدیث ۳۷: ترمذی شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو خیال کرکے روزہ رکھتے تھے۔ [5]

---

(1)"سنن النسأي"، كتاب الصيام،باب كيف يصوم ثلاثة ايام من كل شهر... إلخ، الحديث: ٢٤١٣، ص٣٩٥

(2)"سنن النسأي"، كتاب الصيام، باب صوم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بأبي هو وامي... إلخ، الحديث: ٢٣٤٢، ص٣٨٦

(3)"جامع الترمذي"، أبواب الصوم،باب ماجاء في صوم يوم الاثنين و الخميس، الحديث: ٧٤٧، ج٢، ص١٨٧

(4)"سنن ابن ماجه"، أبواب ما جاء في الصيام، باب صيام يوم الاثنين و الخميس، الحديث: ١٧٤٠، ج٢، ص٣٤٤

(5)"جامع الترمذي"،أبواب الصوم، باب ماجاء في صوم يوم الاثنين و الخميس، الحديث: ٧٤٥، ج٢،ص١٨٦

حدیث ۳۸: صحیح مسلم شریف میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پیر کے دن روزے کا سبب دریافت کیا گیا، فرمایا: اسی میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔[1]

⑦ بعض اور دنوں کے روزے:

حدیث ۳۹: ابو یعلٰی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو چہار شنبہ اور پنج شنبہ کو روزے رکھے، اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔[2]

حدیث ۴۰ تا ۴۲: طبرانی اوسط میں انھیں سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چہار شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کو روزے رکھے، اللہ تعالٰی اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا، جس کا باہر کا حصہ اندر سے دکھائی دے گا اور اندر کا باہر سے۔[3]

اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے، کہ جنت میں موتی اور یاقوت و زبرجد کا محل بنائے گا اور اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔[4]

اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت میں ہے، کہ جو ان تین دنوں کے روزے رکھے پھر جمعہ کو تھوڑا یا زیادہ تصدق کرے تو جو گناہ کیا ہے، بخش دیا جائے گا اور ایسا ہو جائے گا جیسے اُس دن کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔[5] مگر خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

حدیث ۴۳: مسلم و نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام کے لیے اور دِنوں میں جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص نہ

---

(1) "صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر... إلخ، الحديث: ١٩٨.(١١٦٢)، ص٥٩١

(2) "مسند أبي يعلىٰ"، مسند عبد الله بن عمر، الحديث: ٥٦١٠، ج٥، ص١١٥

(3) "المعجم الأوسط"، الحديث: ٢٥٣، ج١، ص٨٧

(4) "المعجم الأوسط"، الحديث: ٢٥٤، ج١، ص٨٧

(5) "شعب الإيمان"، باب في الصيام،صوم شوال والأربعاء والخميس والجمعة، الحديث: ٣٨٧٢، ج٣، ص٣٩٧

کرو، ہاں کوئی کسی قسم کا روزہ رکھتا تھا اور جمعہ کا دن روزہ میں واقع ہو گیا تو حرج نہیں۔ [1]

حدیث ۴۴: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ انھیں سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جمعہ کے دن کوئی روزہ نہ رکھے، مگر اس صورت میں کہ اس کے پہلے یا بعد ایک دن اور روزہ رکھے۔ [2] اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے، جمعہ کا دن عید ہے، لہٰذا عید کے دن کو روزہ کا دن نہ کرو، مگر یہ کہ اس کے قبل یا بعد روزہ رکھو۔ [3]

حدیث ۴۵: صحیح بخاری و مسلم میں محمد بن عباد سے ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا، کیا نبی ﷺ نے جمعہ کے روزہ سے منع فرمایا؟ کہا: ہاں، اس گھر کے رب کی قسم۔ [4]

منّت کے روزے کا بیان

شرعی منت کی شرطیں:

شرعی منّت جس کے ماننے سے شرعًا اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، اس کے لیے مطلقًا چند شرطیں ہیں۔

(۱) ایسی چیز کی منّت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی واجب ہو، عیادتِ مریض اور مسجد میں جانے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہو سکتی۔

(۲) وہ عبادت خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو، لہٰذا وضو و غسل و نظرِ مصحف کی منّت صحیح نہیں۔

---

(1)"صحيح مسلم"، كتاب الصيام، باب كراهية إفراد يوم الجمعة... إلخ، الحديث: ١٤٨.(١١٤٤)، ص٥٧٦

(2)"صحيح مسلم"،كتاب الصيام، باب كراهية إفراد يوم الجمعة... إلخ، الحديث: ١١٤٤، ص٥٧٦

(3)"صحيح ابن خزيمة"، كتاب الصيام، باب الدليل على ان يوم الجمعة يوم عيد... إلخ، الحديث: ٢١٦١، ج٣، ص٣١٥

(4)"صحيح مسلم"،كتاب الصيام،باب كراهية إفراد يوم الجمعة...إلخ، الحديث: ١١٤٣، ص٥٧٥

③اس چیز کی منّت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہو، خواہ فی الحال یا آئندہ مثلاً آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منّت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔

④جس چیز کی منّت مانی وہ خود بذاتہٖ کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منّت صحیح ہو جائے گی، مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اگر اس کی منّت مانی تو منّت ہو جائے گی اگرچہ حکم یہ ہے کہ اُس دن نہ رکھے، بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ ممانعت عارضی ہے یعنی عید کے دن ہونے کی وجہ سے، خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔

⑤ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو، مثلاً یہ منت مانی کہ کل گزشتہ میں روزہ رکھوں گا یہ منت صحیح نہیں۔[1]

مسائل فقہیہ:

مسئلہ ۱: منت صحیح ہونے کے لیے کچھ یہ ضرور نہیں کہ دل میں اس کا ارادہ بھی ہو، اگر کہنا کچھ چاہتا تھا زبان سے منت کے الفاظ جاری ہو گئے منت صحیح ہو گئی یا کہنا یہ چاہتا تھا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر ایک دن کا روزہ رکھنا ہے اور زبان سے ایک مہینہ نکلا مہینے بھر کا روزہ واجب ہو گیا۔[2]

مسئلہ ۲: ایّام منہیّہ یعنی عید و بقر عید اور ذی الحجہ کی گیارھویں بارھویں تیرھویں کے روزے رکھنے کی منت مانی اور انھیں دِنوں میں رکھ بھی لیے تو اگرچہ یہ گناہ ہوا مگر منت ادا ہو گئی۔[3]

مسئلہ ۳: اس سال کے روزے کی منت مانی تو ایّام منہیّہ چھوڑ کر باقی دنوں میں روزے رکھے اور ان دنوں کے بدلے کے اور دنوں میں رکھے اور اگر ایّام منہیّہ میں بھی رکھ

---

(1)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۸

(2)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، مطلب في الكلام على النذر، ج۳، ص۴۸۲ و "الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۹

(3)"الدرالمختار" كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۸۱ . ۴۸۳،

لیے تو منت پوری ہوگئی مگر گنہگار ہوا۔ یہ حکم اُس وقت ہے کہ ایّامِ منہیّہ سے پہلے منت مانی اور اگر ایامِ منہیّہ گزرنے کے بعد مثلاً ذی الحجہ کی چودھویں شب میں اس سال کے روزے کی منت مانی تو ختمِ ذی الحجہ تک روزہ رکھنے سے منت پوری ہوگئی کہ یہ سال ختمِ ذی الحجہ پر ختم ہوجاتا ہے اور رمضان سے پہلے اس سنہ کے روزے کی منت مانی تھی تو رمضان کے بدلے کے روزے اس کے ذمے نہیں۔

اور اگر منّت میں پے در پے روزہ کی شرط یا نیّت کی جب بھی جن دنوں میں روزہ کی ممانعت ہے، اُن میں روزہ نہ رکھے۔ مگر بعد میں پے در پے ان دنوں کی قضا رکھے اور اگر ایک دن بھی بے روزہ رہا تو اس دن کے پہلے جتنے روزے رکھے تھے، ان سب کا اعادہ کرے اور اگر ایک سال کے روزے کی منّت کی تو سال بھر روزہ رکھنے کے بعد پینتیس یا چونتیس دن کے اور رکھے یعنی ماہِ رمضان اور پانچ دن ایّامِ ممنوعہ کے بدلے کے، اگرچہ ان دنوں میں بھی اُس نے روزے رکھے ہوں کہ اس صورت میں یہ ناکافی ہیں۔ البتہ اگر یوں کہا کہ ایک سال کے روزے پے در پے رکھوں گا تو اب ان پینتیس دنوں کے روزوں کی ضرورت نہیں، مگر اس صورت میں اگر پے در پے نہ ہوں گے تو سرے سے پھر رکھنے ہوں گے، مگر ایّامِ ممنوعہ میں نہ رکھے بلکہ سال پورا ہونے پر پانچ دن علی الاتصال رکھ لے۔[1]

مسئلہ ۴: منّت کے الفاظ میں یمین (قسم) کا بھی احتمال ہے، لہٰذا یہاں چھ صورتیں ہوں گی۔

1. ان لفظوں سے کچھ نیّت نہ کی نہ منّت کی نہ یمین کی۔
2. فقط منت کی نیّت کی یعنی یمین ہونے نہ ہونے کسی کا ارادہ نہ کیا۔
3. منت کی نیّت کی اور یہ کہ یمین نہیں۔
4. یمین کی نیّت کی اور یہ کہ منّت نہیں۔

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، مطلب في الكلام على النذر، ج۳، ص۴۸۲ . ٤٨٤

۵ منت اور یمین دونوں کی نیّت کی۔

۶ فقط یمین کی نیّت کی اور منت ہونے یا نہ ہونے کسی کی نہیں۔

پہلی تین صورتوں میں فقط منت ہے کہ پوری نہ کرے تو قضا دے اور چوتھی صورت میں یمین ہے کہ اگر پوری نہ کی تو کفارہ دینا ہوگا۔ پانچویں اور چھٹی صورتوں میں منت اور یمین دونوں ہیں، پوری نہ کرے تو منّت کی قضا دے اور یمین کا کفارہ۔ [1]

مسئلہ ۵: اس مہینے کے روزے کی منت مانی اور اس میں ایّام منہیّہ ہیں تو اُن میں روزے نہ رکھے، بلکہ اُن کے بدلے کے بعد میں رکھے اور رکھ لیے تو گنہ گار ہوا مگر منت پوری ہو گئی اور اس صورت میں پورے ایک مہینے کے روزے واجب نہیں، بلکہ منت ماننے کے وقت سے اُس مہینے میں جتنے دن باقی ہیں اُن دنوں میں روزے واجب ہیں اور اگر وہ مہینہ رمضان کا تھا تو منت ہی نہ ہوئی کہ رمضان کے روزے تو خود ہی فرض ہیں۔ ہاں اگر ماہِ رمضان کے روزوں کی منت مانی اور رمضان آنے سے پہلے انتقال ہو گیا تو ایک ماہ تک مسکین کو کھانا کھلانے کی وصیت واجب ہے۔

اور اگر کسی معیّن مہینے کی منت مانی، مثلاً رجب یا شعبان کی تو پورے مہینہ کا روزہ ضرور ہے، وہ مہینہ انتیس کا ہو تو انتیس روزے اور تیس کا ہو تو تیس اور ناغہ نہ کرے پھر اگر کوئی روزہ چھوٹ گیا تو اس کو بعد میں رکھ لے پورے مہینے کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ [2]

مسئلہ ۶: ایک مہینے کے روزے کی منت مانی تو پورے تیس دن کے روزے واجب ہیں، اگرچہ جس مہینے میں رکھے وہ انتیس ہی کا ہو اور یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی روزہ ایّام منہیّہ میں نہ ہو کہ اس صورت میں اگر ایّام منہیّہ میں روزے رکھے تو گنہگار تو ہوا ہی، وہ روزے بھی ناکافی ہیں اور پے درپے کی شرط لگائی یا دل میں نیّت کی تو یہ بھی ضرور ہے کہ ناغہ نہ ہونے پائے اگر ناغہ ہوا، اگرچہ ایّام منہیّہ میں تو اب سے ایک مہینے کے علی الاتصال روزے رکھے یعنی یہ ضرور ہے

---

(1) "تنویر الأبصار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۸۴

(2) "ردالمحتار"، کتاب الصوم، ج۳، ص۴۸۴، ۴۸۶

کہ ان تیس دنوں میں کوئی دن ایسا نہ ہو، جس میں روزہ کی ممانعت ہے اور پے در پے کی نہ شرط لگائی، نہ نیّت میں ہے تو متفرق طور پر تیس روزے رکھ لینے سے بھی منت پوری ہوجائے گی۔

اور اگر عورت نے ایک ماہ پے در پے روزے رکھنے کی منّت مانی تو اگر ایک مہینہ یا زیادہ طہارت کا زمانہ اُسے ملتا ہے تو ضرور ہے کہ ایسے وقت شروع کرے کہ حیض آنے سے پیش تر تیس دن پورے ہوجائیں، ورنہ حیض آنے کے بعد اب سے تیس پورے کرنے ہوں گے اور اگر مہینہ پورا ہونے سے پہلے اُسے حیض آجایا کرتا ہے تو حیض سے پہلے جتنے روزے رکھ چکی ہے، انھیں حساب کرلے جو باقی رہ گئے، انھیں حیض ختم ہونے کے بعد متّصلاً بلاناغہ پورا کرلے۔ (۱)

مسئلہ ۷: پے در پے روزے کی منت مانی تو ناغہ کرنا جائز نہیں اور متفرق طور پر مثلاً دس روزے کی منت مانی تو لگاتار رکھنا جائز ہے۔ (۲)

مسئلہ ۸: منت دو قسم ہے۔

ایک معلّق کہ میرا فلاں کام ہوجائے گا یا فلاں شخص سفر سے آجائے تو مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے اتنے روزے یا نماز یا صدقہ وغیرہا ہے۔

دوسری غیر معلّق جو کسی چیز کے ہونے، نہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ یہ کہ اللہ (عزوجل) کے لیے میں اپنے اوپر اتنے روزے یا نماز یا صدقہ وغیرہا واجب کرتا ہوں۔ غیر معلّق میں اگرچہ وقت یا جگہ وغیرہ معیّن کرے، مگر منت پوری کرنے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ اس سے پیش تر یا اس کے غیر میں نہ ہوسکے، بلکہ اگر اس وقت سے پیشتر روزے رکھ لیے یا نماز پڑھ لی وغیرہ وغیرہ تو منت پوری ہوگئی۔ (۳)

مسئلہ ۹: اس رجب کے روزے کی منت مانی اور جمادی الآخرہ میں روزے رکھ لیے اور

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصوم، مطلب في صوم الست من شوال، ج٣، ص ٤٨٦، وغيرهما

(2)"البحر الرائق"، كتاب الصوم، فصل في النذر، ج٢، ص٥١٩

(3)درمختار

یہ مہینہ انتیس کا ہوا، اگر یہ رجب بھی انتیس کا ہو تو پوری ہوگئی ایک اور روزہ کی ضرورت نہیں اور تیس کا ہوا تو ایک روزہ اور رکھے۔[1]

مسئلہ ۱۰: اس رجب کے روزہ کی منت مانی اور رجب میں بیمار رہا تو دوسرے دنوں میں ان کی قضا رکھے اور قضا میں اختیار ہے کہ لگا تار روزے ہوں یا ناغہ دے کر۔[2]

مسئلہ ۱۱: معلّق میں شرط پائی جانے سے پہلے منت پوری نہیں کر سکتا، اگر پہلے ہی روزے رکھ لیے بعد میں شرط پائی گئی تو اب پھر رکھنا واجب ہوگا، پہلے کے روزے اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔[3]

مسئلہ ۱۲: ایک دن کے روزے کی منت مانی تو اختیار ہے کہ ایّام منہیّہ کے سوا جس دن چاہے روزہ رکھ لے۔ یوہیں دو دن، تین دن میں بھی اختیار ہے، البتہ اگر ان میں پے در پے کی نیّت کی تو پے در پے رکھنا واجب ہوگا، ورنہ اختیار ہے کہ ایک ساتھ رکھے یا ناغہ دے کر اور متفرق کی نیت کی اور پے در پے رکھ لیے جب بھی جائز ہے۔[4]

مسئلہ ۱۳: ایک ساتھ دس روزوں کی منّت مانی اور پندرہ روزے رکھے، بیچ میں ایک دن افطار کیا اور یہ یاد نہیں کہ کون سے دن روزہ نہ تھا تو لگا تار پانچ دن اور رکھ لے۔[5]

مسئلہ ۱۴: مریض نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور صحت نہ ہوئی مر گیا تو اُس پر کچھ نہیں اور اگر ایک دن کے لیے بھی اچھا ہو گیا تھا اور روزہ نہ رکھا تو پورے مہینے بھر کے فدیہ کی وصیّت کرنا واجب ہے اور اس دن روزہ رکھ لیا جب بھی باقی دنوں کے لیے وصیّت چاہیے۔ یوہیں اگر تندرست نے منّت مانی اور مہینہ پورا ہونے سے پہلے مر گیا تو اس پر بھی وصیّت کرنا واجب ہے اور اگر رات میں منّت مانی تھی اور رات ہی میں مر گیا جب بھی وصیّت کر دینی

---

(1) "ردالمحتار"، کتاب الصوم، مطلب في صوم الست من شوال، ج۳،ص ٤٨٧
(2) "الدرالمختار"، کتاب الصوم، ج۳، ص٤٨٩
(3) المرجع السابق. ص٤٨٨
(4) "الفتاوى الهندية"، کتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج١، ص٢٠٩
(5) المرجع السابق

چاہیے۔ [1]

مسئلہ ۱۵: یہ منّت مانی کہ جس دن فلاں شخص آئے گا، اس دن اللہ کے لیے مجھ پر روزہ رکھنا واجب ہے تو اگر ضحوہ کبریٰ سے پیشتر آیا اور اُس نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو روزہ رکھ لے اور اگر رات میں آیا تو کچھ نہیں۔ یوہیں اگر زوال کے بعد آیا یا کھانے کے بعد آیا یا منت ماننے والی عورت تھی اور اُس دن اُسے حیض تھا تو ان صورتوں میں بھی کچھ نہیں اور اگر یہ کہا تھا کہ جس دن فلاں آئے گا، اُس دن کا اللہ (عزوجل) کے لیے مجھے ہمیشہ روزہ رکھنا ہے اور کھانا کھانے کے بعد آیا تو اُس دن کا روزہ تو نہیں، مگر آئندہ ہر ہفتہ میں اُس دن کا روزہ اُس پر واجب ہو گیا، مثلاً پیر کے دن آیا تو ہر پیر کو روزہ رکھے۔ [2]

مسئلہ ۱۶: یہ منت مانی کہ جس دن فلاں آئے گا، اُس روز کا روزہ مجھ پر ہمیشہ ہے اور دوسری منت یہ مانی کہ جس دن فلاں کو صحت ہو جائے اس دن کا روزہ مجھ پر ہمیشہ ہے۔ اتفاقاً جس دن وہ آیا، اُسی دن وہ اچھا بھی ہو گیا تو ہر ہفتہ میں صرف اُسی ایک دن کا روزہ رکھنا اس پر ہمیشہ واجب ہوا۔ [3]

مسئلہ ۱۷: آدھے دن کے روزے کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں۔ [4]

جدید مسائل:

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فیصلے

آنکھ اور کان میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے یا نہیں:

آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ یہ مسئلہ نہ تو آج کا جدید مسئلہ ہے اور نہ ہی اس میں

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،کتاب الصوم، مطلب في صوم الست من شوال، ج۳، ص ۴۸۸

(2)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۸،۲۰۹،

(3)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر، ج۱، ص۲۰۹

(4)المرجع السابق

کوئی اختلاف ہے، پھر چودہ سو سال بعد اس پر غور و خوض کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں ہمارے علمائے مذہب کا اتفاق ہے کہ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہو گا اور کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے جب کہ دماغ تک اس کے پہنچنے کا احساس ہو بالاتفاق چاروں مذہب میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لیکن جدید میڈیکل سائنس کی ترقی نے فقہ اسلامی کے اس متفق علیہ مسئلے کی صحت پر سوالیہ نشان قائم کر دیا تھا۔ کیوں کہ اس نے اعضا کی ساخت کا مشاہدہ کر کے یہ حتمی اور یقینی تحقیق پیش کر دی کہ آنکھوں میں پلک سے لے کر حلق تک سوراخ پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آنکھ میں دوا ڈالیں یا سرمہ لگائیں تو دوا اور سرمے کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوتا ہے، بلکہ اس کی رنگت بھی نظر آتی ہے، اس لیے آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جانا چاہیے۔

اس کے بر خلاف کان میں ایک پردہ حائل ہوتا ہے جس میں کوئی سوراخ نہیں ہوتا، اس لیے کان کے پردے سے حلق یا دماغ تک کسی نالی کے ذریعہ کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہیے۔

یہ اعتراض فقہ اسلامی کے پیرو کاروں کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج تھا، جسے سب سے پہلے مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ نے قبول کیا اور فقہ اسلامی کی ایسی واضح تشریح کر دی جس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق اور فقہ اسلامی کے احکام و علل میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھ کر جب آپ مجلسِ شرعی کے فیصلوں کو بغور پڑھیں گے تو بجا طور پر آپ کے دل میں یہ احساس اجاگر ہو گا کہ یہ مجلسِ شرعی کا زریں کارنامہ ہے۔

واضح ہو کہ بدن میں دو طرح کے سوراخ پائے جاتے ہیں۔ ایک تو باریک باریک سوراخ جن میں بال کی نوک برابر یا اس سے کچھ کم و بیش کشادگی ہوتی ہے، انھیں عربی میں "مسام" کہا جاتا ہے، جیسے آنکھ کی پلکوں کے سوراخ اور بال کی جڑوں کے سوراخ، یا انجکشن کے ذریعہ ہونے والا سوراخ۔ دوسرے وہ سوراخ جو زیادہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں، انھیں منفذ کہا جاتا

ہے، جیسے: منہ، ناک، کان کے سوراخ۔ مسام کے ذریعہ کوئی چیز بدن کے اندر جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور منفذ کے ذریعہ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اس تفصیل کو ذہن نشین کر کے فیصلے پڑھیے۔

فیصلہ:

❶ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا، اس لیے کہ خود آنکھ جوف کے حکم میں نہیں، نہ ہی اس میں ایسا کوئی منفذ ہے جو دوا کو جوف تک پہنچائے۔ فقہاے کرام کی عبارتوں میں بھی صراحت موجود ہے کہ آنکھ میں دوا ڈالنا مفسدِ صوم نہیں۔

❷ کان میں تیل ڈالنا باتفاق ائمہ اربعہ مفسد صوم ہے۔ یہی حکم کان میں دوا ڈالنے کا بھی ہے۔ ہمارے مذہب کے متون، شروح، فتاویٰ، سب میں اس کی صراحت موجود ہے، اور دیگر مذاہب کا بھی اس پر اتفاق ہے، اس لیے یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے جس سے عدول کی گنجائش نہیں۔

رہا یہ سوال کہ کان سے دماغ تک کوئی منفذ نہیں تو کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد کیوں ہوتا ہے؟

باطن کا ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا خواہ وہ عضو باطن جوفِ معدہ ہو یا حلق یا فرج دخل وغیرہ۔

کان کا اندرونی حصہ خود جوف اور باطن کا حکم رکھتا ہے، اس لیے اس میں دوا جانا مفسد ہے۔

اندرون گوش پانی کا غائب ہو جانا اکثر مشائخ کے نزدیک روزہ توڑنے کے لیے کافی ہے، اور شیخین کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔

❸ کان میں عمداً دوا ڈالنے پر قضا لازم ہوگی، کفارہ نہ ہوگا۔ مگر بلا عذر پانی، تیل، دوا وغیرہ مفسد چیز ڈالنے پر گنہ گار ضرور ہوگا۔

❹ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوگا خواہ دوا قصداً خود ڈالی ہو، یا اس کی رضا، یا بغیر رضا کے دوسرے نے ڈالی ہو، یا دوا جوفِ گوش تک کسی طرح خود چلی گئی ہو، سب صورتوں میں

روزہ فاسد ہوگا اور قضا لازم ہوگی۔

۵ روزہ دار اگر ایسا مریض ہے کہ کان میں دوا نہ ڈالے تو مرض شدت اختیار کر جائے گا یا روزہ توڑنے کی نوبت آجائے گی، ایسی حالت میں اس کے لیے دوا ڈالنے کی اجازت ہے مگر دوا ڈالنے پر روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔ ہاں! ایسی حالت میں دوا ڈالنے سے مریض گنہ گار نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجلس شرعی کے فیصلے ص: ۲۸۳ تا ۲۸۶ ملخصًا)

روزے کی حالت میں علاج کے کچھ نئے مسائل

دَورِ حاضر میں علاج و معالجے کے کچھ ایسے جدید طریقے رائج ہیں جن کا ذکر کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ نہیں ملتا، یا ان کے بارے میں فقہاے کرام کے درمیان اختلاف نظر آتا ہے؛ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسے مسائل سیمینار میں لائے جائیں اور فقہاے کرام کی بحث و تحقیق کے بعد جو امور طے ہوں ان سے اپنے دینی بھائیوں کو آگاہ کیا جائے تاکہ وہ آسانی کے ساتھ ان پر عمل کر سکیں۔ طے شدہ امور سوال و جواب کی شکل میں حسب ذیل ہیں:

سوال (۱): روزے کی حالت میں گلوکوز یا انسولین لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کتب فقہ میں ان امور کی صراحت ہے کہ اگر کوئی ایسا مریض ہے جو روزہ نہیں رکھ سکتا، یا روزہ سے اسے ضرر ہوگا، یا مرض بڑھے گا، یا دیر میں اچھا ہوگا اور اس کی کوئی علامت ظاہر ہو یا یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق، غیر فاسق کے بیان سے معلوم ہو تو جتنے دنوں تک یہ حالت رہے، اسے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے اور بعد صحت ان کی قضا کرے۔ اس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۚ [۱]

(۱) پارہ: ۲، البقرہ: ۲، آیت: ۱۸۵

ترجمہ: توتم میں جو کوئی یہ (رمضان کا) مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ [کنزالایمان]

لہذا اگر ایسی صورت حال سامنے ہو جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو بالاتفاق روزے کی حالت میں گلوکوز یا انسولین لینا یا جس دوا کی بھی ضرورت ہو اسے استعمال کرنا جائز ہو گا۔

سوال (۲) روزے کی حالت میں گلوکوز یا انسولین لینے سے روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟

جواب: گلوکوز لینے یعنی اسے عام دواؤں کی طرح کھانے، پینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا لازم ہو گی۔ چاہے وہ گلوکوز پاوڈر ہو جسے پانی میں گھول کر پیا جاتا ہے، یا گلوکوز ٹبلیٹ ہو جسے منہ میں رکھ نگل لیا جاتا ہے، یا گلوکوز سیرپ ہو جسے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایک یا دو چمچہ پیا جاتا ہے۔

ہاں! **انجکشن سے انسولین یا گلوکوز لینے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہو گا**؛ اس لیے کہ مفسد صوم وہ دوا یا غذا ہے جو منافذ اصلیہ یا غیر اصلیہ کے ذریعہ دماغ یا معدہ تک پہنچے اور اگر مسامات کے ذریعہ کوئی چیز دماغ یا معدہ تک پہنچے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ انجکشن کے ذریعہ جسم میں جو سوراخ ہوتا ہے وہ منفذ نہیں ہوتا، بلکہ مصنوعی مسام ہوتا ہے؛ اس لیے کہ مَسَام، سَمُّ الْاِبْرَة سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے "سوئی کا سوراخ"۔ لہذا انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہو گا چاہے گوشت میں لگایا جائے یا رگ میں لگایا جائے۔ جمہور فقہاے اہل سنت کا یہی موقف ہے۔

سوال (۳): روزے کی حالت میں ڈائلے سس (خون کی صفائی) کرانے سے روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟

جواب: ڈائلے سس (خون کی صفائی) کے دو طریقے ہیں، (۱) ہیموڈائلے سس۔ (۲) پیری ٹونیل ڈائلے سس۔

ہیموڈائلےسس میں خون سے فاسد مادوں، اضافی نمک اور زائد پانی مشین کے ذریعہ نکال لیا جاتا ہے، پھر دواؤں اور کیمیاوی وغذائی مواد کے اضافہ کے ساتھ رگوں کے ذریعہ خون جسم میں واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔ اس طریقۂ کار میں کوئی چیز منفذ سے جسم کے اندر نہیں جاتی اور نہ ہی جوف معدہ یا دماغ میں جاتی ہے؛ اس لیے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

پیری ٹونیل ڈائلےسس میں مریض کے پیٹ میں موٹی تہ تک سوراخ کر کے اندر معدے سے متّصل بیرونی جھلی تک ایک پائپ ڈالا جاتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ ایک خاص قسم کا پانی "پیری ٹونیل فلوڈ" پیٹ کی جھلی میں ڈالا، پھر باہر نکالا جاتا ہے۔ تو جرّاحی اور دوا رسانی کا یہ عمل جائفہ (زخم شکم) میں دوا رسانی کے عمل کی طرح ہے جس کا حکم مذہب امام اعظم پر فسادِ صوم ہے، اس لیے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ گردے کا مریض پہلے تو یہ کوشش کرے کہ پیری ٹونیل ڈائلےسس رات میں ہو تا کہ روزے کے فساد پھر قضا کا سوال ہی نہ اٹھے، اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے دن میں ہی یہ ڈائلےسس کرائے تو احتیاطًا روزے کی قضا بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال(۴) : روزے کی حالت میں دمہ کے مریض کا انہیلر استعمال کرنا مفسد صوم ہے یا نہیں؟ بصورتِ فسادِ صوم قضا لازم ہوگی یا فدیہ دینا کافی ہوگا؟

جواب: مریض کئی قسم کے ہوتے ہیں:

● ایک وہ جو رات کے اوقات میں انہیلر استعمال کر لیں تو دن روزے کے ساتھ بخوبی گزار سکتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے روزے کے دن میں انہیلر کا استعمال جائز نہیں۔ بلا اضطرار و پریشانی دن میں استعمال کی صورت میں روزے کی قضا و کفارہ دونوں لازم ہوگا۔

● ایسا مریض اگر کسی وجہ سے سخت اضطراب کا شکار ہو جس کی وجہ سے انہیلر کا استعمال ضروری ہو تو اس کے لیے اجازت ہے، مگر روزے کی قضا کرنی ہوگی۔

● وہ مریض جن کا مرض شدید ہے اور دن کو بھی انہیلر استعمال کرنے سے ان کے لیے چارۂ کار نہیں تو وہ روزے نہ رکھیں اور جب انھیں سہولت کے ایام میسر ہوں تو روزے کی قضا

کریں۔ بالفرض ایسے ایام میسر نہ ہوں اور عمر کے لحاظ سے انھیں آیندہ ایسے دن ملنے کی امید نہ ہو تو وہ روزے کا فدیہ دیں۔

سوال(۵): روزے کی حالت میں مریض کے پیشاب کی نالی میں کیتھیٹر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا باقی رہے گا؟

جواب: روزے کی حالت میں مرد کے پیشاب کی نالی میں کیتھیٹر داخل کرنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا، کیوں کہ پیشاب کی نالی سے دوا زیادہ سے زیادہ مثانہ تک پہنچے گی اور مثانہ و جوف معدہ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے۔

سوال(۶): روزہ دار بواسیر کے علاج یا قبض توڑنے کے لیے اِنیما کرائے تو روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب: اِنیما(Enema) کی صورت میں مقعد میں دوا ڈالی جاتی ہے، یہ حُقنہ کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے؛ لہٰذا روزے کی حالت میں اِنیما کرانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، اور قضا لازم ہوگی۔

سوال(۷): بحالت روزہ دل کے مریضوں کا زبان کے نیچے ٹکیا رکھنا مفسد صوم ہے یا نہیں؟

جواب: تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ وہ ٹکیا منہ میں گھلتے ہی لعاب سے مل جاتی ہے اور لعاب حلق سے نیچے اترنے پر دوا کا مزہ بھی حلق میں بخوبی محسوس ہوتا ہے؛ اس لیے باتفاق راے یہ فیصلہ ہوا کہ **بحالت روزہ اس طرح کی ٹکیا زبان کے نیچے رکھی اور کچھ دوا گھلنے کے بعد تھوک نگل گیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔**

سوال(۸): مصنوعی بے ہوشی یا بے حسی مفسد روزہ ہے یا نہیں؟ اور اگر بے ہوشی دو تین دنوں تک رہ جائے تو اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اس امر پر تمام علماے کرام کا اتفاق ہے کہ بے ہوشی بذات خود مفسد صوم نہیں ہے خواہ وہ بے ہوشی مصنوعی ہو یا غیر مصنوعی۔ ہاں! مصنوعی بے ہوشی کے اسباب

وذرائع کے لحاظ سے اس کے احکام مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً انجکشن لگانے سے مصنوعی بے ہوشی طاری ہوئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس صورت میں کوئی شے منفذ اصلی سے جوفِ معدہ میں نہیں جاتی ہے جیسا کہ سوال نمبر دو کے جواب میں اس کی وضاحت ہے۔

اور اگر سلینڈر کے ذریعہ ناک میں گیس سونگھانے یا منہ کے راستے گیس پہنچانے سے مصنوعی بے ہوشی طاری ہوئی تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں بے ہوش کرنے والی دوا ناک یا منہ کے راستے حلق یا دماغ تک ضرور پہنچتی ہے۔

اب اگر یہ بے ہوشی دراز ہو تو انجکشن کے ذریعہ بے ہوش کرنے کی صورت میں پہلا روزہ صحیح ہوگا اور باقی کی قضا لازم ہوگی۔ اور سلینڈر کے ذریعہ حلق یا دماغ تک گیس پہنچانے کی صورت میں بے ہوشی کے تمام ایام کی قضا لازم ہوگی۔

سوال(۹) : کیا روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانا، یا بلڈ بینک میں عطیہ دینا، یا ایمرجنسی کی صورت میں کسی کی جان بچانے کے لیے خون دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس سوال کے تین اجزا ہیں: (۱) روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانا۔ (۲) بلڈ بینک میں خون کا عطیہ دینا۔ (۳) ایمرجنسی کی صورت میں کسی کی جان بچانے کے لیے خون دینا۔

ان کے جوابات ترتیب وار درج ذیل ہیں:

[۱] روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ ٹیسٹ کے لیے معمولی خون لیا جاتا ہے جس سے ضعف کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

[۲] روزے کی حالت میں بلڈ بینک میں خون کا عطیہ دینا مکروہ وممنوع ہے؛ اس لیے کہ عطیہ دینے کی صورت میں ۲۵۰/ سے ۳۰۰/ ملی لیٹر تک خون نکال لیا جاتا ہے جس سے روزہ دار کو کمزوری لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

[۳] کسی کی جان بچانے کے لیے، بحالت روزہ خون دینا جائز ہے؛ اس لیے کہ شریعت میں جس طرح سے اپنی ضرورت کا لحاظ رکھا گیا ہے اسی طرح دوسرے مسلمان کی ضرورت کا بھی لحاظ ہے۔ ہاں! اگر اس کے علاوہ کوئی غیر روزہ دار خون دینے کے لیے مل جائے اور اس کا خون مریض کے لیے کافی ہو، یا رات میں بھی خون دینے کی گنجائش ہو تو اس صورت میں بحالت روزہ خون دینا مکروہ ہوگا۔

سوال (۱۰) : بحالت روزہ معدہ، جگر یا آنت میں منظار وغیرہ داخل کر کے چیک کرنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب: اس طریقۂ کار کو ڈاکٹروں کی اصطلاح میں " انڈو اسکوپی" کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے جو پائپ سنگل یوز (ایک بار استعمال) کے لیے ہوتا ہے اس میں پہلے سے چپچپاہٹ لانے کے لیے رطوبت یا جیلی لگی ہوتی ہے، اور جو ملٹی یوز (متعدّد بار استعمال) کے لیے ہوتا ہے اسے بھی لیس دار بنانے کے لیے ڈاکٹر عام طور سے کوئی نہ کوئی جیلی اُس پر لگا دیتے ہیں۔

اندرونی معاینے کے لیے پائپ ڈالنے سے پہلے اس کی گزر گاہ (مَدخَل) کو بے حِس کر دیا جاتا ہے، پھر منہ کے راستے معدے میں پائپ داخل کیا جاتا ہے، اس پائپ کے اوپر اعضا میں بے حسی پیدا کرنے کے لیے زایلوکین (XYLOCEIN) وغیرہ لِکوِڈ لگا دی جاتی ہے جو پائپ کے ساتھ حلق سے نیچے اتر جاتی ہے۔ اس پائپ کو ایک ٹی وی نما مشین سے جوڑ دیا جاتا ہے، پائپ میں ایک لائٹ بھی لگی ہوتی ہے، معدے کے اندر لائٹ روشن ہو جاتی ہے اور اندر کی پوری تصویر مشین کی اسکرین پر نظر آتی ہے، اگر کہیں کوئی دھندلا پن ہوتا ہے تو اُسی پائپ کے ذریعہ لکوڈ بھی ڈالی جاتی ہے جس سے معدے کا دھندلا پن دور ہو جاتا ہے اور اندر کی تصویر صاف صاف اسکرین پر نظر آنے لگتی ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں **انڈو اسکوپی کا حکم یہ ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔**

سوال (۱۱) : روزے کی حالت میں آر سی ٹی کرانا، دانت اکھڑوانا، یا دانتوں

کی اصلاح کرانا بلا کراہت صحیح ہے، یا مکروہ ہے یا مفسد صوم؟

جواب: دانت کا مریض اگر ممکن ہو تو رات میں آر سی ٹی کرائے، دانٹ اکھڑوائے یا اس طرح کی کوئی اور اصلاح کرائے، رمضان کے دنوں میں اس طرح کے علاج سے بچے؛ اس لیے کہ اگر خون یا دوا کا کچھ حصہ بھی حلق کے نیچے اتر گیا تو بلا شبہہ اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اگر احتیاط کرے کہ کوئی چیز حلق کے نیچے نہ جانے پائے تو روزہ فاسد نہیں ہو گا، لیکن پھر بھی ایسا کرنا مکروہ ہو گا کہ جانے کا اندیشہ ضرور ہے۔ نیز دوا کا مزہ محسوس ہوتا ہے۔

سوال (۱۲) : روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانا مفسد صوم ہے یا نہیں ؟

جواب: روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانا مفسد صوم ہے؛ اس لیے کہ اس میں خارج سے جوف صائم میں ایسی مصنوعی آکسیجن کا بالقصد ادخال ہوتا ہے جس سے انسان کا بچنا ممکن ہے۔

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہوا تو گیسوں کا مجموعہ ہے جس میں ۷۸/فیصد نائٹروجن گیس، ۲۱/فیصد آکسیجن اور ایک فیصد دوسری گیس ہوتی ہے۔ جب مریض کو آکسیجن کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے تو ہوا سے اس کا کام نہیں چلتا؛ کیوں کہ اس میں ۲۱/فیصد ہی آکسیجن ہے تو اس کو سلینڈر سے مصنوعی گیس دی جاتی ہے جس میں ۶۰/فیصد آکسیجن اور ۴۰/فیصد نائٹروجن گیس ہوتی ہے اور دوسری گیسوں کو اس سے بالکل الگ کر دیا جاتا ہے۔ لہذا جب کھلی ہوا میں سانس لینا مفسد صوم نہیں ہے تو آکسیجن ماسک لگانا بھی مفسد صوم نہیں ہو گا کہ یہ بھی وہی قدرتی ہوا ہے ،بس فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں آکسیجن کی مقدار بڑھا دی گئی ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ جب مشینوں کے ذریعہ قدرتی ہوا سے آکسیجن کو الگ کر کے سلینڈر میں محفوظ کیا جاتا ہے تو وہ آکسیجن پانی بن جاتی ہے، اور اس طرح اس کی حقیقت بدل جاتی ہے، پھر بوقت ضرورت اسے گیس بنا لیا جاتا ہے، تو آکسیجن ماسک کے ذریعہ جو آکسیجن اندر جاتی ہے وہ مصنوعی آکسیجن ہے، وہ نہیں جو کھلی فضا میں سانس لینے میں اندر جاتی ہے۔

قدرتی ہوا سے بچنا ممکن نہیں، اس لیے اس سے روزہ فاسد نہ ہو گا اور مصنوعی گیس

سے بچنا ممکن ہے کہ اسے بندہ اپنے قصد و اختیار سے جوف میں داخل کرتا ہے لہٰذا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۲۰۱۶ء ص: ۴۹ تا ۵۹، مجلس شرعی کے ۲۳ ویں فقہی سیمینار کا خصوصی شمارہ)

❊❊❊

اعتکاف کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ[1]

عورتوں سے مباشرت نہ کرو، جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کیے ہوئے ہو۔

حدیث ۱: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رمضان کے آخر عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے۔[2]

حدیث ۲: ابوداود انھیں سے راوی، کہتی ہیں: معتکف پر سنت (یعنی حدیث سے ثابت) یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے نہ جنازہ میں حاضر ہو، نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ کسی حاجت کے لیے جائے، مگر اس حاجت کے لیے جا سکتا ہے جو ضروری ہے اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔[3]

حدیث ۳: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا: وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اُس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔[4]

---

(1) پ۲، البقرة: ۱۸۷

(2) "صحيح مسلم"،كتاب الاعتكاف، باب اعتكاف العشرالأوخر من رمضان، الحديث: ۱۱۷۲، ص۵۹۷

(3) سنن أبي داود،كتاب الصيام،باب المعتكف يعودالمريض، الحديث:۲٤۷۳، ج۲، ص٤۹۲

(4) "سنن ابن ماجه"،أبواب ما جاء في الصيام، باب في ثواب الاعتكاف، الحديث: ۱۷۸۱، ج۲، ص۳٦۵

حدیث ۴: بیہقی امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیے۔[1]

مسائل فقہیہ:

مسئلہ ۱: مسجد میں اللہ کے لیے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے اور اس کے لیے مسلمان، عاقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے، آزاد ہونا بھی شرط نہیں لہٰذا غلام بھی اعتکاف کر سکتا ہے، مگر اسے مولیٰ سے اجازت لینی ہوگی اور مولیٰ کو بہرحال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔[2]

مسئلہ ۲: مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہو سکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو، خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔[3]

مسئلہ ۳: سب سے افضل مسجد حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پھر مسجد اقصیٰ (بیت المقدّس) میں پھر اُس میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔[4]

مسئلہ ۴: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اور

---

(1)"شعب الإيمان"، باب في الاعتكاف، الحديث، ٣٩٦٦، ج٣، ص٤٢٥

(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٤٩٢ . ٤٩٤ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١١

(3)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٤٩٣

(4)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص١٨٨

عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کرلے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کرلے۔ بلکہ مرد کو بھی چاہیے کہ نوافل کے لیے گھر میں کوئی جگہ مقرر کرلے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔[1]

مسئلہ۵: اگر عورت نے نماز کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی، البتہ اگر اس وقت یعنی جب کہ اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر لیا تو اس جگہ اعتکاف کر سکتی ہے۔[2]

مسئلہ۶: خنثٰی (ہیجڑا) مسجد بیت میں اعتکاف نہیں کر سکتا۔[3]

مسئلہ۷: اعتکاف تین قسم ہے۔

(۱) واجب، کہ اعتکاف کی منّت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہو گا۔

(۲) سنت مؤکدہ، کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیّت اعتکاف کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہو گا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ۔

(۳) ان دو کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب و سنت غیر مؤکدہ ہے۔[4]

مسئلہ۸: اعتکافِ مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص٤٩٤
(2)المرجع السابق
(3)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص٤٩٤
(4)المرجع السابق، ص٤٩٥، و "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج۱، ص۲۱۱

مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیّت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہوگیا۔ [۱] یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیّت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے، اسے تو نہ کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیّت کر لو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انھیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لیے یاددہانی ہو۔

مسئلہ ۹: اعتکاف سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔ [۲]

مسئلہ ۱۰: منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔ [۳] یوہیں اگر ضحوہ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں اب روزہ کی نیّت نہیں کر سکتا، بلکہ اگر روزہ کی نیّت کر سکتا ہو مثلاً ضحوہ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں روزہ واجب درکار۔

مسئلہ ۱۱: یہ ضرور نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لیے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے، اگرچہ اعتکاف کی نیّت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر

---

(1)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١١
(2)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٤٩٦
(3)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٤٩٦ و "الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١١

اعتکاف نہ کیااور دوسرا رمضان آگیاتواس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی نہیں۔

یوہیں اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہوسکتا، بلکہ اب اُس کے لیے خاص اعتکاف کی نیّت سے روزے رکھنا ضروری ہے اور اگراس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے، نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے توان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کرسکتا ہے۔[1]

مسئلہ ۱۲: نفلی روزہ رکھا تھا اور اُس دن کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ اعتکاف واجب کے لیے نفلی روزہ کافی نہیں اور یہ روزہ واجب ہو نہیں سکتا۔[2]

مسئلہ ۱۳: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت رمضان میں پوری نہیں کرسکتا بلکہ خاص اُس اعتکاف کے لیے روزے رکھنے ہوں گے۔[3]

مسئلہ ۱۴: عورت نے اعتکاف کی منت مانی توشوہر منت پوری کرنے سے روک سکتا ہے اور اب بائن ہونے یاموتِ شوہر کے بعد منت پوری کرے۔ یوہیں لونڈی غلام کوان کا مالک منع کرسکتا ہے، یہ آزاد ہونے کے بعد پوری کریں۔[4]

مسئلہ ۱۵: شوہر نے عورت کو اعتکاف کی اجازت دے دی اب روکنا چاہے تونہیں روک سکتا اور مولیٰ نے باندی غلام کو اجازت دیدی جب بھی روک سکتا ہے اگرچہ اب روکے گاتوگنہ گار ہوگا۔[5]

مسئلہ ۱۶: شوہر نے ایک مہینے کے اعتکاف کی اجازت دی اور عورت لگاتار پورے مہینے کا اعتکاف کرنا چاہتی ہے توشوہر کو اختیار ہے کہ یہ حکم دے کہ تھوڑے تھوڑے کرکے ایک مہینہ

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۴۹۷ و "الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۱

(2)"الفتاوی الهندية"، کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف، ج۱، ص۲۱۱

(3)المرجع السابق

(4)المرجع السابق

(5)المرجع السابق

پورا کرلے اور اگر کسی خاص مہینے کی اجازت دی ہے تو اب اختیار نہ رہا۔[1]

مسئلہ ۱۷: اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ یوہیں اعتکافِ سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔ یوہیں عورت نے مسجدِ بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی، اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی اعتکاف جاتا رہا۔[2]

مسئلہ ۱۸: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل، مگر غسل و وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی

کوئی بوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کر سکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ یوہیں اگر مسجد میں وضو و غسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

دوم حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔[3]

مسئلہ ۱۹: قضائے حاجت کو گیا تو طہارت کر کے فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں اور اگر معتکف کا مکان مسجد سے دُور ہے اور اس کے دوست کا مکان قریب تو یہ ضرور نہیں کہ دوست کے یہاں قضائے حاجت کو جائے، بلکہ اپنے مکان پر بھی جا سکتا ہے اور اگر اس کے خود دو مکان ہیں ایک نزدیک دوسرا دُور تو نزدیک والے مکان میں جائے کہ بعض مشائخ فرماتے ہیں

---

(1) المرجع السابق

(2) المرجع السابق، ص۲۱۲، و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۱

(3) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۱

دُور والے میں جائے گا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔[1]

مسئلہ ۲۰: جمعہ اگر قریب کی مسجد میں ہوتا ہے تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اس وقت جائے کہ اذان ثانی سے پیش تر سنتیں پڑھ لے اور اگر دُور ہو تو آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی جاسکتا ہے، مگر اس انداز سے جائے کہ اذان ثانی کے پہلے سنتیں پڑھ سکے زیادہ پہلے نہ جائے۔

اور یہ بات اس کی رائے پر ہے جب اس کی سمجھ میں آجائے کہ پہنچنے کے بعد صرف سنتوں کا وقت باقی رہے گا، چلا جائے اور فرض جمعہ کے بعد چار یا چھ رکعتیں سنتوں کی پڑھ کر چلا آئے اور ظہر احتیاطی پڑھنی ہے تو اعتکاف والی مسجد میں آکر پڑھے اور اگر پچھلی سنتوں کے بعد واپس نہ آیا، وہیں جامع مسجد میں ٹھہرا رہا، اگرچہ ایک دن رات تک وہیں رہ گیا یا اپنا اعتکاف وہیں پورا کیا تو بھی وہ اعتکاف فاسد نہ ہوا مگر یہ مکروہ ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کیا، وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔[2]

مسئلہ ۲۱: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت کے لیے نکلنے کی اجازت ہے۔[3]

مسئلہ ۲۲: اعتکاف کے زمانہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اعتکاف پورا کرکے جائے اور اگر وقت کم ہے کہ اعتکاف پورا کریگا تو حج جاتا رہے گا تو حج کو چلا جائے پھر سرے سے اعتکاف کرے۔[4]

مسئلہ ۲۳: اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کرکے وہاں سے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔[5]

مسئلہ ۲۴: اگر ڈوبنے یا جلنے والے کے بچانے کے لیے مسجد سے باہر گیا یا گواہی دینے

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠١ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٢

(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٢

(3)"ردالمحتار"،كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٣، ٥٠٥

(4)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٣

(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٢

کے لیے گیا یا جہاد میں سب لوگوں کا بلاوا ہوا اور یہ بھی نکلا یا مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ کے لیے گیا، اگرچہ کوئی دوسرا پڑھنے والا نہ ہو تو ان سب صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (۱)

مسئلہ ۲۵: عورت مسجد میں معتکف تھی، اسے طلاق دی گئی تو گھر چلی جائے اور اسی اعتکاف کو پورا کر لے۔ (۲)

مسئلہ ۲۶: اگر منت مانتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہو گا تو یہ شرط جائز ہے۔ اب اگر ان کاموں کے لیے جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہو گا، مگر خالی دل میں نیّت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہہ لینا ضروری ہے۔ (۳)

مسئلہ ۲۷: پاخانہ، پیشاب کے لیے گیا تھا، قرض خواہ نے روک لیا اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (۴)

مسئلہ ۲۸: معتکف کو وطی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر، رات میں ہو یا دن میں، جماع کے علاوہ اوروں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں، احتلام ہو گیا یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ (۵)

مسئلہ ۲۹: معتکف نے دن میں بھول کر کھا لیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا، گالی گلوچ یا جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا مگر بے نور و بے برکت ہوتا ہے۔ (۶)

مسئلہ ۳۰: معتکف نکاح کر سکتا ہے اور عورت کو رجعی طلاق دی ہے تو رجعت بھی کر

---

(1) المرجع السابق

(2) "الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٢

(3) "الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٢ و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٦ وغيرهما

(4) "الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٢

(5) "الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٣،

(6) "الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٣

سکتا ہے، مگر ان امور کے لیے اگر مسجد سے باہر ہو گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔[1] مگر جماع اور بوسہ وغیرہ سے اس کو رجعت حرام ہے، اگرچہ رجعت ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳۱: معتکف نے حرام مال یا نشہ کی چیز رات میں کھائی تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔[2] مگر اس حرام کا گناہ ہوا توبہ کرے۔

مسئلہ ۳۲: بے ہوشی اور جنون اگر طویل ہوں کہ روزہ نہ ہو سکے تو اعتکاف جاتا رہا اور قضا واجب ہے، اگرچہ کئی سال کے بعد صحت ہو اور اگر معتوہ یعنی بوہرا ہو گیا، جب بھی اچھے ہونے کے بعد قضا واجب ہے۔[3]

مسئلہ ۳۳: معتکف مسجد ہی میں کھائے پیے سوئے ان امور کے لیے مسجد سے باہر ہو گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔[4] مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

مسئلہ ۳۴: معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں اور اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیّت کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔[5]

مسئلہ ۳۵: معتکف کو اپنی یا بال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیز خریدنا یا بیچنا جائز ہے، بہ شرطے کہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہو تو تھوڑی ہو کہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید و فروخت بقصد تجارت ہو تو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔[6]

مسئلہ ۳۶: معتکف اگر بہ نیّت عبادت سکوت کرے یعنی چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھے تو مکروہِ تحریمی ہے اور اگر چُپ رہنا ثواب کی بات سمجھ کر نہ ہو تو حرج نہیں اور بری بات سے

---

(1)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص:٢١٣و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٦

(2)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٣

(3)المرجع السابق

(4)"الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٦

(5)"ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٦

(6)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥٠٦

چُپ رہاتویہ مکروہ نہیں، بلکہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی چیز ہے کیونکہ بری بات زبان سے نہ نکالنا واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کو مکروہ ہے، مگر بوقت ضرورت اور بے ضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (۱)

مسئلہ ۳۷: معتکف نہ چُپ رہے، نہ کلام کرے تو کیا کرے۔ یہ کرے قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قراءت اور درود شریف کی کثرت، علم دین کا درس و تدریس، نبی ﷺ و دیگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر واذکار اور اولیاوصالحین کی حکایت اور امورِ دین کی کتابت۔ (۲)

مسئلہ ۳۸: ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس میں رات داخل نہیں۔ طلوع فجر سے پیش تر مسجد میں چلا جائے اور غروب کے بعد چلا آئے اور اگر دو دن یا تین دن یا زیادہ دنوں کی منت مانی یا دو یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو ان دونوں صورتوں میں اگر صرف دن یا صرف راتیں مراد لیں تو نیّت صحیح ہے، لہٰذا پہلی صورت میں منت صحیح ہے اور صرف دنوں میں اعتکاف واجب ہوا اور اس صورت میں اختیار ہے کہ اتنے دنوں کا لگاتار اعتکاف کرے یا متفرق طور پر۔ اور دوسری صورت میں منت صحیح نہیں کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور رات میں روزہ ہو نہیں سکتا اور اگر دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں مراد ہیں۔ یا کچھ نیّت نہ کی تو دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور علی الاتصال اتنے دنوں میں اعتکاف ضروری ہے، تفریق نہیں کر سکتا۔

نیز اس صورت میں یہ بھی ضرور ہے کہ دن سے پہلے جو رات ہے، اس میں اعتکاف ہو، لہٰذا غروب آفتاب سے پہلے جائے اعتکاف میں چلا جائے اور جس دن پورا ہو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر دن کی منت مانی اور کہتا یہ ہے کہ میں نے دن کہہ کر رات مراد لی، تو یہ نیّت

(1)"الدرالمختار"، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج۳، ص۵۰۷

(2)المرجع السابق، ص۵۰۸

صحیح نہیں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے۔[1]

مسئلہ ۳۹: عید کے دن کے اعتکاف کی منت مانی تو کسی اور دن میں جس دن روزہ رکھنا جائز ہے، اس کی قضا کرے اور اگر یمین کی نیّت تھی تو کفارہ دے اور عید ہی کے دن کر لیا تو منت پوری ہو گئی مگر گنہگار ہوا۔[2]

مسئلہ ۴۰: کسی دن یا کسی مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو اس سے پیش تر بھی اس منت کو پورا کر سکتا ہے یعنی جبکہ معلّق نہ ہو اور مسجد حرم شریف میں اعتکاف کرنے کی منّت مانی تو دوسری مسجد میں بھی کر سکتا ہے۔[3]

مسئلہ ۴۱: ماہ گزشتہ کے اعتکاف کی منت مانی تو صحیح نہیں۔ منت مان کر معاذ اللہ مرتد ہو گیا تو منّت ساقط ہو گئی پھر مسلمان ہوا تو اُس کی قضا واجب نہیں۔[4]

مسئلہ ۴۲: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور مر گیا تو ہر روز کے بدلے بقدر صدقہ فطر کے مسکین کو دیا جائے یعنی جب کہ وصیّت کی ہو اور اس پر واجب ہے کہ وصیّت کر جائے اور وصیّت نہ کی، مگر وارثوں نے اپنی طرف سے فدیہ دے دیا، جب بھی جائز ہے۔ مریض نے منت مانی اور مر گیا تو اگر ایک دن کو بھی اچھا ہو گیا تھا تو ہر روز کے بدلے صدقہ فطر کی قدر دیا جائے اور ایک دن کو بھی اچھا نہ ہوا تو کچھ واجب نہیں۔[5]

مسئلہ ۴۳: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ بات اس کے اختیار میں ہے کہ جس مہینے کا چاہے اعتکاف کرے، مگر لگاتار اعتکاف میں بیٹھنا واجب ہے اور اگر یہ کہے کہ میری مراد ایک مہینے کے صرف دن تھے، راتیں نہیں تو یہ قول نہیں مانا جائے گا۔ دن اور رات دونوں کا

---

(1) "الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص١٩٠ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٣ . ٢١٤ و "الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج٣، ص٥١٠.
(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٤
(3) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف، ج١، ص٢١٤
(4) المرجع السابق
(5) المرجع السابق

اعتکاف واجب ہے اور تیس دن کہا تھا جب بھی یہی حکم ہے۔ہاں اگر منت مانتے وقت یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کے دنوں کا اعتکاف ہے، راتوں کا نہیں تو صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوا اور اب یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر تیس دن کا اعتکاف کرلے اور اگر یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کی راتوں کا اعتکاف ہے دِنوں کا نہیں تو کچھ نہیں۔[1]

مسئلہ ۴۴: اعتکاف نفل اگر چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں، کہ وہیں تک ختم ہوگیا اور اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کے لیے بیٹھا تھا، اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے، پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں اور منّت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معیّن مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے، ورنہ اگر علی الاتصال واجب ہوا تھا تو سِرے سے اعتکاف کرے اور علی الاتصال واجب نہ تھا تو باقی کا اعتکاف کرے۔[2]

مسئلہ ۴۵: اعتکاف کی قضا صرف قصداً توڑنے سے نہیں بلکہ اگر عذر کی وجہ سے چھوڑا مثلاً بیمار ہوگیا یا بلا اختیار چھوٹا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آیا یا جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوئی، ان میں بھی قضا واجب ہے اور ان میں اگر بعض فوت ہو تو کُل کی قضا کی حاجت نہیں، بلکہ بعض کی قضا کردے اور کُل فوت ہوا تو کُل کی قضا ہے اور منّت میں علی الاتصال واجب ہوا تھا اور تو علی الاتصال (مسلسل بلاناغہ) کُل کی قضا ہے۔[3]

وَالْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰى اٰلا ئِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى اَفْضَلِ اَنْبِيَائِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يٰاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .

---

(1) "الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ص۱۹۰، ۱۹۱ و "الدرالمختار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۵۱۰

(2) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۳

(3) "ردالمحتار"، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۳، ص۵۰۳

(۴)

شب قدر

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ﴿۲﴾ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۙ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۟ۛ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارااور تم نے کیا جانا کیا شب قدر، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر، اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے، ہر کام کے لیے، وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔[1]

حدیث ۲: صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کو آخری سات راتوں میں خواب کے اندر شب قدر دکھائی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تمھارے خواب آخری سات راتوں میں متفق ہوگئے، تو جو شخص تم میں سے اسے تلاش کرنا چاہے اسے چاہیے کہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔[2]

یہاں یہ احتمال موجود ہے کہ آخری سات راتوں میں سے مراد وہ سات راتیں ہوں جو

---

(۱) صحيح بخاری، كتاب فضل ليلة القدر،باب تحری ليلة القدر، حديث:۲۰۱۷ ص: ٤٠٠ دارالكتاب العربی، بيروت.

(۲)صحيح بخاری، كتاب فضل ليلة القدر،باب التماس القدر، حديث:۲۰۱۵ ص: ٤٠٠ دارالكتاب العربی، بيروت.

بیسویں شب کے متّصل بعد شروع ہوتی ہیں، یا وہ سات راتیں مراد ہیں جو مہینے کی آخری میں سات راتیں ہیں، یہ دوسرا احتمال زیادہ ظاہر وواضح ہے۔(اشعۃ اللعات)

حدیث ۳: صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر رمضان کی اخری دس راتوں میں تلاش کرو یعنی جب نو دن باقی رہیں، جب سات دن باقی رہیں، جب پانچ دن باقی رہیں، یعنی انتیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں شب۔[1]

حدیث ۴: صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر درمیانی عشرے کا ایک ترکی خیمہ میں، پھر اپنا سر مبارک باہر نکال کر فرمایا میں نے اس رات (شب قدر) کی تلاش کے لیے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا پھر میرے پاس کوئی آیا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرے کے اندر ہے، تو جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے کہ بے شک وہ رات مجھے دکھائی گئی ہے، پھر بھلا دی گئی اور بے شک میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں اس رات کی صبح کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں، تو اسے آخری عشرے میں تلاش کرو اور ہر طاق رات میں تلاش کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس رات بارش ہوئی تھی اور مسجد درختوں کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی تو مسجد ٹپکی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں چشم مبارک دیکھیں، اس وقت آپ کی پیشانی پر مٹی اور پانی کا اثر موجود تھا، یہ اکیسویں رات کی صبح کا واقعہ ہے، بخاری ومسلم دونوں، معنیِ حدیث میں متفق ہیں، اور الفاظ مسلم کے ہیں، یعنی مسلم کے الفاظ "فقیل لی انها فی العشر الاواخر" تک ہیں باقی الفاظ بخاری کے ہیں، اور ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن انیس

---

(۱)صحیح بخاری، کتاب فضل لیلة القدر،باب تحری لیلة القدر، حدیث:۲۰۲۱ ص: ٤٠١ دارالکتاب العربی، بیروت.

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے تئیسویں رات کا ذکر کیا۔ [۱]

حدیث۵: صحیح مسلم میں زِر بن حُبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا اور کہا کہ تیرے بھائی عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جو شخص سال بھر شب بیداری کرتا ہے، وہ شب قدر پالیتا ہے اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ اس پر رحم کرے، انھوں نے یہ چاہا کہ لوگ بھروسا اور اعتماد نہ کر بیٹھیں، ورنہ ان کو پتا ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ آخری عشرے میں ہے اور انھیں یہ بھی پتا ہے کہ وہ ستائیسویں رات ہے پھر حضرت ابی بن کعب نے قسم کھائی جس میں آپ نے ان شاء اللہ نہ کہا بلکہ پورے یقین کے ساتھ قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں رات ہی ہے حضرت زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا اے ابو المنذر (ابی بن کعب) آپ کس دلیل سے یہ بات کہتے ہیں آپ نے فرمایا اس رات کی وہ نشانی جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے یہ ہے کہ اس دن سورج شعاعوں کے بغیر طلوع ہوتا ہے۔ [۲]

حدیث۶: صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کی آخری دس راتوں میں عمل خیر میں اتنا اہتمام کرتے کہ دوسرے دنوں میں اتنا نہ کرتے۔ [۳]

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے، فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمر بستہ ہو جاتے، راتیں عبادت میں جاگ کر گزارتے اور گھر والوں

---

(۱)صحیح مسلم،باب فضل لیلة القدر، حدیث:۲۱۵ ص: ٤٨٥ دارالکتاب العربی، بیروت.

(۲)صحیح مسلم،باب فضل لیلة القدر ، حدیث:۲۲۰ ص: ٤٥٩ دارالکتاب العربی، بیروت.

(۳)سنن الترمذی، باب ماجه فی لیلة القدر،حدیث:۷۹۶،ص: ۲۳٤ داراحیاء التراث العربی، بیروت

کو بھی جگاتے۔ (۱)

حدیث ۷: احمد، ابن ماجہ اور ترمذی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں کہ اگر مجھے شب قدر کا پتا چل جائے تو اس میں کیا دعا کروں، آپ نے فرمایا یہ دعا کرو، اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ. (۲)

حدیث ۸: ترمذی ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب ماہ رمضان کے عشرۂ اخیر کی نو راتیں، سات راتیں، پانچ راتیں یا تین راتیں باقی رہیں تو ان میں شب قدر تلاش کرو یا آخری رات میں، یعنی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں۔ (۳)

حدیث ۹: ابوداؤد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ رات پورے رمضان میں ہے۔ (۴)

اسے ابوداؤد نے نقل کیا اور کہا کہ اسے سفیان اور شعبہ نے ابو اسحاق (تابعی) سے روایت کی جو کہ ابن عمر پر موقوف ہے۔

اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے، کسی ایک رمضان کے ساتھ خاص نہیں ہے، دوسرا یہ کہ یہ رات سارے رمضان میں گھومتی ہے، آخری دس دنوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا۔ (اشعۃ اللمعات)

---

(۱) صحيح بخاری، كتاب فضل ليلة القدر ، باب العمل فی العشر الاخير، حديث:۲۰۲۷ ص: ٤٠١ دارالكتاب العربی، بيروت.

(۲) شيعب الايمان للبيهقی، ج:۳، ص:۳۳۸، حديث:۳۷۰۰، دارلكتب العلميه، بيروت

(۳) سنن ترمذی، ماجاء فی ليلة القدر، حديث:٧٩٤ ص: ٢٣٤ دارالكتاب العربی، بيروت.

(۴) سنن ابوداؤد، من قال هی فی كل رمضان، حديث:١٣٨٤، ص:٢٤٤، داراحياءالتراث العربی، بيروت

حدیث ۱۰: ابو داؤد عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ میرا ایک گاؤں ہے جہاں میں رہتا ہوں، اور بحمدہٖ تعالیٰ وہاں نماز پڑھتا ہوں، تو مجھے وہ رات بتا دیجیے جس میں میں اس مسجد (نبوی) میں آیا کروں، آپ نے فرمایا تیئسویں رات کو اس مسجد میں آیا کرو، پھر ان کے بیٹے سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے والد مسجد (نبوی) میں کیا کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا (میرے والد) نماز عصر پڑھنے کے بعد مسجد میں داخل ہوتے پھر وہ کسی کام کے لیے مسجد سے باہر نہ نکلتے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھ لیتے، جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مسجد کے دروازے پر اپنی سواری موجود پاتے اس پر بیٹھتے اور گاؤں چلے جاتے۔ (۱)

حدیث ۱۱: صحیح بخاری میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے حجرے سے باہر تشریف لائے تو اس وقت دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے آپ نے ان کو (جھگڑتے دیکھ کر) فرمایا میں تمھیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے نکلا تھا مگر فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کیا، جس کی وجہ سے وہ رات اٹھالی گئی اور ممکن ہے کہ اس کا اٹھانا تمھارے لیے بہتر ہو، تو اسے تلاش کرو نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں۔ (۲)

حدیث ۱۲: بیہقی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور اس بندے کے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہا ہوتا ہے پھر جب بندوں کا عید (عید الفطر) کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے، اور فرماتا ہے اے میرے فرشتو! اس مزدور کی

---

(۱) سنن ابوداؤد، باب في ليلة القدر، حديث:١٣٧٧ ص: ٤٣ــــ٢٤٢ دارالكتاب العربي، بيروت.

(۲) صحيح بخاري، كتاب فضل ليلة القدر، باب رفع معرفة ليلة القدر، حديث:٢٠٢٣ ص: ٤٠١ دارالكتاب العربي، بيروت.

کیا اجرت ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہو اور فرماتا ہے، اے میرے فرشتوں! میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرا فریضہ جو ان پر تھا پورا پورا ادا کر دیا ہے، پھر بلند آواز سے دعا کرتے ہوئے نماز عید کے لیے نکل پڑے ہیں مجھے اپنی بزرگی، اپنے جلال، اپنے کرم اور اپنی عظمت اور اپنے بلند مرتبہ کی قسم میں نے ان کی دعا قبول کرلی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واپس لوٹ چلو بے شک میں نے تم کو بخش دیا اور میں نے تمھاری برائیاں نیکیوں سے بدل دیں حضور ﷺ نے فرمایا: تو بندے عید گاہ سے بخشے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔[1]

فائدہ: شبِ قدر شرف و برکت والی رات ہے اس کو شبِ قدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اس کو شبِ قدر کہتے ہیں۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ چوں کہ اس شب میں اعمالِ صالحہ منقول ہوتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لیے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں، احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان و اخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے، آدمی کو چاہئے کہ اس شب میں کثرت سے استغفار کرے اور رات عبادت میں گذارے، سال بھر میں شبِ قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور روایاتِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات میں۔

بعض علما کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شبِ قدر ہوتی ہے یہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

---

(۱)شعب الایمان للبیهقی ج:۳، فضل فی لیلة القدر، حدیث:۳۷۱۷ ص: ۳٤۳ دارالکتب العلمیه، بیروت.

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امم گذشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو تمام رات عبادت کرتا تھا اور تمام دن جہاد میں مصروف رہتا تھا، اس طرح اس نے ہزار مہینے گذارے تھے مسلمانوں کو اس سے تعجّب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شبِ قدر عطا فرمائی اور یہ آیت نازل کی لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (اخرجہ ابن جریر عن طریق مجاہد) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب پر کرم ہے کہ آپ کے امّتی شبِ قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی امّت کے ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔

(خزائن العرفان)

شب قدر میں کوئی مخصوص عبادت کتاب و سنت سے ثابت نہیں، جس عبادت میں طبیعت زیادہ لگے اسے کرنا چاہیے، بہتر یہ ہے کہ یہ مبارک رات قرآن کی تلاوت، چھوٹی ہوئی فرض و واجب نمازوں کی ادائگی اور نوافل میں گزاری جائے۔

(از: اختر حسین فیضی مصباحی)

****

۵

تراویح کا بیان

مسائل فقہیہ:

مسئلہ ا: تراویح مرد و عورت سب کے لیے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں۔[1] اس پر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے مداومت فرمائی اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ میری سنت اور سنت خلفائے راشدین کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔[2] اور خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی تراویح پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، ارشاد فرماتے ہیں: جو رمضان میں قیام کرے ایمان کی وجہ سے اور ثواب طلب کرنے کے لیے، اس کے اگلے سب گناہ بخش دیے جائیں گے[3] یعنی صغائر۔ پھر اس اندیشہ سے کہ امت پر فرض نہ ہو جائے ترک فرمائی پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ رمضان میں ایک رات مسجد کو تشریف لے گئے اور لوگوں کو متفرق طور پر نماز پڑھتے پایا کوئی تنہا پڑھ رہا ہے، کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں، فرمایا: میں مناسب جانتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کردوں تو بہتر ہو، سب کو ایک امام ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ اکٹھا کر دیا پھر دوسرے دن تشریف لے گئے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں فرمایا نِعْمَتِ

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج٢، ص٥٩٦

(2)"جامع الترمذي"،أبواب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة... إلخ، الحديث: ٢٦٨٥، ج٤، ص٣٠٨

(3)"صحيح مسلم"، كتاب صلاة المسافرين،باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، الحديث: ٧٥٩، ص٣٨٢

الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یہ اچھی بدعت ہے۔ [1]

مسئلہ ۲: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں [2] اور یہی احادیث سے ثابت، بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ لوگ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ [3] اور عثمان و علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عہد میں بھی یوہیں تھا۔ [4] اور موطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئس رکعتیں پڑھتے۔ [5] بیہقی نے کہا اس میں تین رکعتیں وتر کی ہیں۔ [6] اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا: کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔ [7] نیز اس کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ فرائض وواجبات کی اس سے تکمیل ہوتی ہے اور کل فرائض وواجب کی ہر روز بیس رکعتیں ہیں، لہٰذا مناسب کہ یہ بھی بیس ہوں کہ مکمل و مکمل برابر ہوں۔

مسئلہ ۳: اس کا وقت فرض عشا کے بعد سے طلوعِ فجر تک ہے وتر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد بھی تو اگر کچھ رکعتیں اس کی باقی رہ گئیں کہ امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو امام کے ساتھ وتر پڑھ

(1)"صحيح البخاري"، كتاب صلاة التروايح، باب فضل من قام رمضان، الحديث : ٢٠١٠، ج١، ص٦٥٨ و "الموطأ" لإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ماجاء في قيام رمضان، رقم ٢٥٥، ج١، ص١٢٠.
(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراو يح، ج٢، ص٥٩٩
(3)"معرفة السنن والآثار"للبيهقى،كتاب الصلاة،باب قيام رمضان،رقم ١٣٦٥،ج٢، ص٣٠٥
(4)"فتح باب العناية شرح النقاية"،كتاب الصلاة،فصل في صلاة التراو يح،ج١،ص٣٤٢
(5)"الموطأ" لإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ماجاء في قيام رمضان، رقم ٢٥٧، ج١، ص١٢٠
(6)"السنن الكبرى"، كتاب الصلاة، باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان، الحديث: ٤٦١٨، ج٢، ص٦٩٩
(7)"السنن الكبرى"، كتاب الصلاة، باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان، الحديث: ٤٦٢١، ج٢، ص٦٩٩

لے پھر باقی ادا کرلے جب کہ فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور یہ افضل ہے اور اگر تراویح پوری کر کے وتر تنہا پڑھے تو بھی جائز ہے اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ نماز عشا بغیر طہارت پڑھی تھی اور تراویح و وتر طہارت کے ساتھ تو عشا و تراویح پھر پڑھے وتر ہو گیا۔ (۱)

مسئلہ ۴: مستحب یہ ہے کہ تہائی رات تک تاخیر کریں اور آدھی رات کے بعد پڑھیں تو بھی کراہت نہیں۔ (۲)

مسئلہ ۵: اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں اور اگر قضا تنہا پڑھ لی تو تراویح نہیں بلکہ نفل مستحب ہیں، جیسے مغرب و عشا کی سنتیں۔ (۳)

مسئلہ ۶: تراویح کی بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور اگر کسی نے بیسوں پڑھ کر آخر میں سلام پھیرا تو اگر ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا تو ہو جائے گی مگر کراہت کے ساتھ اور اگر قعدہ نہ کیا تھا تو دو رکعت کے قائم مقام ہوئیں۔ (۴)

مسئلہ ۷: احتیاط یہ ہے کہ جب دو دو رکعت پر سلام پھیرے تو ہر دو رکعت پر الگ الگ نیت کرے اور اگر ایک ساتھ بیسوں رکعت کی نیت کر لی تو بھی جائز ہے۔ (۵)

مسئلہ ۸: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ فضیلت اور

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصلاة باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراويح، ج۲، ص۵۹۷ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج۱، ص۱۱۵

(2)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج۲، ص۵۹۸

(3)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراويح، ج۲، ص۵۹۸

(4)"الدرالمختار"، الصلاة، باب الوتر و النوافل،مبحث صلاة التراويح،ج۲، ص۵۹۹

(5)"ردالمحتار"،كتاب الصلاة،باب الوتر و النوافل،مبحث صلاة التراويح، ج۲، ص۵۹۷

تین مرتبہ افضل۔ لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہ کرے۔ [1]

مسئلہ ۹: امام و مقتدی ہر دو رکعت پر ثنا پڑھیں اور بعد تشہد دُعا بھی، ہاں اگر مقتدیوں پر گرانی ہو تو تشہد کے بعد اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ پر اکتفا کرے۔ [2]

مسئلہ ۱۰: اگر ایک ختم کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو پھر اگر اس رات میں یا اس کے پہلے ختم ہو تو تراویح آخر رمضان تک برابر پڑھتے رہیں کہ سنت مؤکدہ ہیں۔ [3]

مسئلہ ۱۱: افضل یہ ہے کہ تمام شفعوں میں قراءت برابر ہو اور اگر ایسا نہ کیا جب بھی حرج نہیں۔ یوہیں ہر شفع کی پہلی رکعت اور دوسری کی قراءت مساوی ہو دوسری کی قراءت پہلی سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔ [4]

مسئلہ ۱۲: قراءت اور ارکان کی ادا میں جلدی کرنا مکروہ ہے اور جتنی ترتیل زیادہ ہو (یعنی جس قدر حروف کو اچھی طرح ادا کرے) بہتر ہے۔ یوہیں تعوذ و تسمیہ و طمانینت و تسبیح کا چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے۔ [5]

مسئلہ ۱۳: ہر چار رکعت پر اتنی دیر تک بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھیں، پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان اگر بیٹھنا لوگوں پر گراں ہو تو نہ بیٹھے۔ [6]

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل،ج٢، ص٦٠١ و "الفتاوى الرضوية"، ج٧، ص٤٥٨

(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراويح، ج٢، ص٦٠٢

(3)الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب التاسع في النوافل،فصل في التراويح، ج١ ص١١٨

(4)المرجع السابق، ص١١٧

(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج١، ص١١٧ و "الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج٢، ص٦٠٣

(6)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج١، ص١١٥

مسئلہ ۱۴: اس بیٹھنے میں اسے اختیار ہے کہ چپکا بیٹھا رہے یا کلمہ پڑھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا چار رکعتیں تنہا نفل پڑھے جماعت سے مکروہ ہے یا یہ تسبیح پڑھے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ۔ (۱)

مسئلہ ۱۵: ہر دو رکعت کے بعد دو ۲ رکعت پڑھنا مکروہ ہے۔ یوہیں دس ۱۰ رکعت کے بعد بیٹھنا بھی مکروہ۔ (۲)

مسئلہ ۱۶: تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو گنہ گار نہیں مگر جو شخص مقتدا ہو کہ اس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہوجائیں گے اسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ (۳)

مسئلہ ۱۷: تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہے اگر گھر میں جماعت سے پڑھی تو جماعت کے ترک کا گناہ نہ ہوا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔ (۴)

مسئلہ ۱۸: اگر عالم حافظ بھی ہو تو افضل یہ ہے کہ خود پڑھے دوسرے کی اقتدا نہ کرے اور اگر امام غلط پڑھتا ہو تو مسجد محلہ چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانے میں حرج نہیں۔ یوہیں اگر دوسری جگہ کا امام خوش آواز ہو یا ہلکی قراءت پڑھتا ہو یا مسجد محلہ میں ختم نہ ہو گا تو دوسری مسجد میں جانا

---

(1)"غنية المتملي"، تراويح، ص٤٠٤ و "ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراويح، ج٢، ص٦٠٠

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة،الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج١،ص١١٥ و "الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج٢، ص٦٠١

(3)"الفتاوى الهندية"،كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج١، ص١١٦

(4)المرجع السابق

جائز ہے۔[1]

مسئلہ ۱۹: خوش خوان کو امام بنانا نہ چاہیے بلکہ درست خوان کو بنائیں۔[2] افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ میں حفاظ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے، اکثر تو ایسا پڑھتے ہیں کہ **یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ** کے سوا کچھ پتا نہیں چلتا الفاظ و حروف کھا جایا کرتے ہیں جو اچھا پڑھنے والے کہے جاتے ہیں انھیں دیکھیے تو حروف صحیح نہیں ادا کرتے ہمزہ، الف، عین اور ذ، ز، ظ اور ث، س، ص، ت، ط وغیرہا حروف میں تفرقہ (فرق) نہیں کرتے جس سے قطعاً نماز ہی نہیں ہوتی فقیر کو انھیں مصیبتوں کی وجہ سے تین سال ختم قرآن مجید سننا نہ ملا۔ مولا عزوجل مسلمان بھائیوں کو توفیق دے کہ مَا اَنْزَلَ اللہُ پڑھنے کی کوشش کریں۔

مسئلہ ۲۰: آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اُجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں، اُجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے، بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے، اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لُوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ اَلصَّرِیْحُ یُفَوِّقُ الدَّلَالَۃَ (صراحت کو دلالت پر فوقیت ہے)

مسئلہ ۲۱: ایک امام دو مسجدوں میں تراویح پڑھاتا ہے اگر دونوں میں پوری پوری پڑھائے تو ناجائز ہے اور مقتدی نے دو مسجدوں میں پوری پوری پڑھی تو حرج نہیں مگر دوسری میں وتر پڑھنا جائز نہیں جب کہ پہلی میں پڑھ چکا اور اگر گھر میں تراویح پڑھ کر مسجد میں آیا اور امامت کی تو مکروہ ہے۔[3]

مسئلہ ۲۲: لوگوں نے تراویح پڑھ لی اب دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو تنہا تنہا پڑھ سکتے ہیں

---

(1) المرجع السابق

(2) المرجع السابق

(3) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج۱، ص۱۱۶

جماعت کی اجازت نہیں۔ [1]

مسئلہ ۲۳: افضل یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھیں اور دو کے پیچھے پڑھنا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ پورے ترویحہ پر امام بدلیں، مثلاً آٹھ ایک کے پیچھے اور بارہ دوسرے کے۔ [2]

مسئلہ ۲۴: نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی یہی صحیح ہے۔ [3]

مسئلہ ۲۵: رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے خواہ اُسی امام کے پیچھے جس کے پیچھے عشا و تراویح پڑھی یا دوسرے کے پیچھے۔ [4]

مسئلہ ۲۶: یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشا و وتر پڑھائے دوسرا تراویح۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشا و وتر کی امامت کرتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی۔ [5]

مسئلہ ۲۷: اگر سب لوگوں نے عشا کی جماعت ترک کر دی تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھیں، ہاں عشا جماعت سے ہوئی اور بعض کو جماعت نہ ملی۔ تو یہ جماعت تراویح میں شریک ہوں۔ [6]

مسئلہ ۲۸: اگر عشا جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشا تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح با جماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ [7]

مسئلہ ۲۹: عشا کی سنتوں کا سلام نہ پھیرا اسی میں تراویح ملا کر شروع کی تو تراویح نہیں

---

(1)المرجع السابق

(2)المرجع السابق

(3)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الخامس،الفصل الثالث، ج١، ص٨٥

(4)المرجع السابق، ص١١٦، و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعى... إلخ، ج٢، ص٦٠٦

(5)الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب التاسع في النوافل،فصل في التراويح، ج١ص١١٦

(6)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج٢، ص٦٠٣

(7)"الد رالمختارورِدالمحتار،كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراويح، ج٢، ص٦٠٣

ہوئی۔[1]

مسئلہ ۳۰: تراویح بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ ہے، بلکہ بعضوں کے نزدیک تو ہوگی ہی نہیں۔[2]

مسئلہ ۳۱: مقتدی کو یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جائے کہ یہ منافقین سے مشابہت ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى ۙ

منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے جی سے۔[3]

مسئلہ ۳۲: امام سے غلطی ہوئی کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی تو مستحب یہ ہے کہ اسے پہلے پڑھ کر پھر آگے بڑھے۔[4]

مسئلہ ۳۳: دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا کھڑا ہو گیا تو جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سجدہ کر لیا ہو تو چار پوری کر لے مگر یہ دو شمار کی جائیں گی اور جو دو پر بیٹھ چکا ہے تو چار ہوئیں۔[5]

مسئلہ ۳۴: تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا، اگر دوسری پر بیٹھا نہ تھا تو نہ ہوئیں ان کے

---

(1)الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح،ج١، ص١١٧

(2)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، ج٢، ص٦٠٣

(3)"غنية المتملي شرح منية المصلي"، تراويح، فروع، ص٤١٠ و "ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل، مبحث صلاة التراويح، ج٢، ص٦٠٣
پ٥، النسآء : ١٤٢

(4)الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب التاسع في النوافل،فصل في التراويح،ج١،١١٨

(5)الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب التاسع في النوافل،فصل في التراويح، ج١،١١٨

بدلے کی دو رکعت پھر پڑھے۔[1]

مسئلہ ۳۵: قعدہ میں مقتدی سو گیا امام سلام پھیر کر اور دو رکعت پڑھ کر قعدہ میں آیا اب یہ بیدار ہوا تو اگر معلوم ہو گیا تو سلام پھیر کر شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد جلد پوری کر کے امام کے ساتھ ہو جائے۔[2]

مسئلہ ۳۶: وتر پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آیا کہ دو رکعتیں رہ گئیں تو جماعت سے پڑھ لیں اور آج یاد آیا کہ کل دو رکعتیں رہ گئی تھیں تو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔[3]

مسئلہ ۳۷: سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے دو ہوئیں کوئی کہتا ہے تین تو امام کے علم میں جو ہو اُس کا اعتبار ہے اور امام کو کسی بات کا یقین نہ ہو تو جس کو سچا جانتا ہو اُس کا قول اعتبار کرے۔ اگر اس میں لوگوں کو شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ تو دو رکعت تنہا تنہا پڑھیں۔[4]

مسئلہ ۳۸: اگر کسی وجہ سے نماز تراویح فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن مجید ان رکعتوں میں پڑھا ہے اعادہ کریں تاکہ ختم میں نقصان نہ رہے۔[5]

مسئلہ ۳۹: اگر کسی وجہ سے ختم نہ ہو تو سورتوں کی تراویح پڑھیں اور اس کے لیے بعضوں نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ الم ترکیف سے آخر تک دو بار پڑھنے میں بیس رکعتیں ہو جائیں گی۔[6]

مسئلہ ۴۰: ایک بار بسم اللہ شریف جہر (اُونچی آواز) سے پڑھنا سنت ہے اور ہر سورت

---

(1)المرجع السابق

(2)"الفتاوی الهندية"،كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج١، ص١١٩

(3)"الفتاوی الهندية"،كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج١، ص١١٧

(4)المرجع السابق

(5)'الفتاوی الهندية"،كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج١، ص١١٨

(6)المرجع السابق

کی ابتدا میں آہستہ پڑھنا مستحب اور یہ جو آج کل بعض جہال نے نکالا ہے کہ ایک سو چودہ بار بسم اللہ جہر سے پڑھی جائے ورنہ ختم نہ ہوگا، مذہب حنفی میں بے اصل ہے۔

مسئلہ ۴۱: متاخرین نے ختم تراویح میں تین بار قل ھو اللہ پڑھنا مستحب کہا اور بہتر یہ ہے کہ ختم کے دن پچھلی رکعت میں **الٓمٓ** سے **مفلحون** تک پڑھے۔

مسئلہ ۴۲: شبینہ کہ ایک رات کی تراویح میں پورا قرآن پڑھا جاتا ہے، جس طرح آج کل رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے، کچھ لوگ لیٹے ہیں، کچھ لوگ چائے پینے میں مشغول ہیں، کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کر رہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہو گئے یہ ناجائز ہے۔

فائدہ: ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم کیا کرتے تھے۔ تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور پینتالیس برس عشا کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔

***

(٦)

عیدین کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ[1]

روزوں کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو کہ اس نے تمھیں ہدایت فرمائی۔

اور فرماتا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ﴿۲﴾[2]

اپنے رب (عزوجل) کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

حدیث ۱: ابن ماجہ ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے، اس کا دل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔[3]

حدیث ۲: اصبہانی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں: جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہے، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں راتیں اور عید الفطر کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات[4] یعنی شب براءت۔

حدیث ۳: ابوداود انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف

---

(1) پ۲، البقرة: ۱۸۵

(2) پ۳۰، الكوثر: ۲.

(3) "سنن ابن ماجه"، أبواب ماجاء في الصيام، باب فيمن قام ليلتى العيدين، الحديث: ۱۷۸۲، ج۲، ص۳٦٥

(4) "الترغيب و الترهيب"، كتاب العيدين والأضحية، الترغيب في إحياء ليلتى العيدين، الحديث: ۲، ج۲، ص۹۸

لائے، اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے (مہرگان و نیروز)، فرمایا: یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کی، جاہلیت میں ہم ان دنوں میں خوشی کرتے تھے، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمھیں دیے، عیدِ اضحی و عید الفطر کے دن۔ (۱)

حدیث ۴، ۵: ترمذی و ابن ماجہ و دارمی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور عیدِ اضحی کو نہ کھاتے، جب تک نماز نہ پڑھ لیتے۔ (۲) اور بخاری کی روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، کہ عید الفطر کے دن تشریف نہ لے جاتے، جب تک چند کھجوریں نہ تناول فرما لیتے اور طاق ہوتیں۔ (۳)

حدیث ۶: ترمذی و دارمی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ "عید کو ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے سے واپس ہوتے۔ (۴)

حدیث ۷: ابوداود و ابن ماجہ کی روایت انھیں سے ہے، کہ ایک مرتبہ عید کے دن بارش ہوئی تو مسجد میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عید کی نماز پڑھی۔ (۵)

حدیث ۸: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عید کی نماز دو رکعت پڑھی، نہ اس کے قبل نماز پڑھی نہ بعد۔ (۶)

---

(1)"سنن أبي داود"، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، الحديث: ١١٣٤، ج١، ص٤١٨

(2)"جامع الترمذي"، أبواب العيدين، باب ماجاء في الأكل يوم الفطر قبل الخروج، الحديث: ٥٤٢، ج٢، ص٧٠

(3)"صحيح البخاري"، كتاب العيدين، باب الأكل يوم الفطر قبل الخروج، الحديث: ٩٥٣، ج١، ص٣٢٨

(4)"جامع الترمذي"، أبواب العيدين، باب ماجاء في خروج النبي صلى الله عليه وسلم إلى العيد... إلخ، الحديث: ٥٤١، ج٢، ص٦٩

(5)"سنن أبي داود"، كتاب الصلاة، باب يصلي بالناس العيد في المسجد إذا كان يوم مطر، الحديث: ١١٦٠، ج١، ص٤٢٥

(6)"صحيح البخاري"، كتاب العيدين، باب الخطبة بعد العيد، الحديث: ٩٦٤، ج١، ص٣٣١

حدیث ۹: صحیح مسلم شریف میں ہے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں: میں نے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے ساتھ عید کی نماز پڑھی ایک دو مرتبہ نہیں (بلکہ بارہا)، نہ اذان ہوئی نہ اقامت۔ (1)

مسائلِ فقہیّہ

عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انھیں پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت، اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور اس میں نہ پڑھا تو نماز ہوگئی مگر بُرا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز، اگر پہلے پڑھ لیا تو بُرا کیا، مگر نماز ہوگئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت، صرف دوبار اتنا کہنے کی اجازت ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ (2) (عالمگیری، درمختار وغیرہما) بلاوجہ عید کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے۔ (3)

مسئلہ ۱: گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (4)

روزِ عید کے مستحبات:

مسئلہ ۲: عید کے دن یہ امور مستحب ہیں:

1. حجامت بنوانا۔
2. ناخن ترشوانا۔
3. غسل کرنا۔

---

(1) "صحیح مسلم"، کتاب صلاۃ العیدین، باب کتاب صلاۃ العیدین، الحدیث: ۸۸۷، ص۴۳۹

(2) "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب السابع عشر في صلاۃ العیدین، ج۱، ص۱۵۰ و "الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۵۱، وغیرھما

(3) "الجوھرۃ النیرۃ"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ص۱۱۹

(4) "الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۵۲

❹ مسواک کرنا۔[۱]

❺ اچھے کپڑے پہننا، نیا ہو تو نیا ورنہ دُھلا۔

❻ انگوٹھی پہننا(سرزنش)۔

❼ خوشبو لگانا۔

❽ صبح کی نماز مسجد محلّہ میں پڑھنا۔

❾ عید گاہ جلد چلا جانا۔

❿ نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔

⓫ عید گاہ کو پیدل جانا۔

⓬ دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

⓭ نماز کو جانے سے پیشتر چند کھجوریں کھالینا۔ تین، پانچ، سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے، نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوا مگر عشا تک نہ کھایا تو عتاب(سرزنش) کیا جائے گا۔[۲]

مسئلہ ۳: سواری پر جانے میں بھی حرج نہیں مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اس کے لیے پیدل جانا افضل ہے اور واپسی میں سواری پر آنے میں حرج نہیں۔[۳]

---

(1)یہ اس کے علاوہ ھے جو وضو میں کی جاتی ھے کہ وضو میں سنت مؤکدہ ھے اور عید کی اس میں خصوصیت نھیں، بلکہ وہ تو ھر وضو کے لئے ھے. (ردالمحتار) ۱۲ منہ حفظہ ربہ

2....... اس کی تفصیلی معلومات کیلئے بھارِ شریعت حصہ۱٦ میں "انگوٹھی اور زیور کا بیان" ملاحظہ فرمائیں.

(2)"الفتاوی الھندیة"، کتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العیدین، ج۱، ص۱٤۹ و "الدرالمختار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج۳، ص٥٤، وغیرھما

(3)"الجوھرة النیرة"، کتاب الصلاة، باب العیدین، ص۱۱۹ و "الفتاوی الھندیة"، کتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العیدین، ج۱، ص۱٤۹

مسئلہ ۴: عید گاہ کو نماز کے لیے جانا سنت ہے اگرچہ مسجد میں گنجائش ہو اور عید گاہ میں منبر بنانے یا منبر لے جانے میں حرج نہیں۔[۱]

مسئلہ ۵: ⑭ خوشی ظاہر کرنا

⑮ کثرت سے صدقہ دینا

⑯ عید گاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کیے جانا

⑰ آپس میں مبارک دینا مستحب ہے اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر نہ کہے۔[۲]

مسئلہ ۶: نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے، عید گاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہیں، یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز ہو جانے کے بعد پڑھے اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے۔ یہ احکام خواص کے ہیں، عوام اگر نفل پڑھیں اگرچہ نماز عید سے پہلے اگرچہ عید گاہ میں انھیں منع نہ کیا جائے۔[۳]

مسئلہ ۷: نماز کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے، مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید اضحی میں جلد پڑھ لینا مستحب ہے اور سلام پھیرنے کے پہلے زوال ہو گیا ہو تو نماز جاتی رہی۔[۴] زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے، جس کا بیان باب الاوقات میں گزرا۔

---

(1) "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۵۵ وغیر

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۵۶

(3) المرجع السابق، ص۵۷ . ۶۰

(4) "الدرالمختار"، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج۳، ص۶۰، وغیرہ

نمازِ عید کی ترکیب اور لاحق و مسبوق کے احکام

نمازِ عید کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت واجب عید الفطر یا عید اضحی کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے پھر ثنا پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ

چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھے، اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے پھر چوتھی تکبیر میں باندھ لے۔ اس کو یوں یاد رکھے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھ لیے جائیں اور جہاں پڑھنا نہیں وہاں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، پھر امام اعوذ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور سورت پڑھے پھر رکوع و سجدہ کرے، دوسری رکعت میں پہلے الحمد و سورت پڑھے پھر تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے، اس سے معلوم ہوگیا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ ہوئیں، تین پہلی میں قراءت سے پہلے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اور تین دوسری میں قراءت کے بعد، اور تکبیر رکوع سے پہلے اور ان چھوؤں تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کی قدر سکتہ کرے اور عیدین میں مستحب یہ ہے کہ پہلی میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون پڑھے یا پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں هَلْ اَ تٰكَ ۔[1]

مسئلہ ۸: امام نے چھ تکبیروں سے زیادہ کہیں تو مقتدی بھی امام کی پیروی کرے مگر تیرہ سے زیادہ میں امام کی پیروی نہیں۔[2]

مسئلہ ۹: پہلی رکعت میں امام کے تکبیر کہنے کے بعد مقتدی شامل ہوا تو اسی وقت تین تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام نے قراءت شروع کر دی ہو اور تین ہی کہے، اگرچہ امام نے تین سے

---

(1) "الدر المختار"، کتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٦١، وغیرہ
(2) "ردالمحتار"، کتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة.. إلخ، ج٣، ص٦٣

زیادہ کہی ہوں اور اگر اس نے تکبیریں نہ کہیں کہ امام رکوع میں چلا گیا تو کھڑے کھڑے نہ کہے بلکہ امام کے ساتھ رکوع میں جائے اور رکوع میں تکبیر کہہ لے اور اگر امام کو رکوع میں پایا اور غالب گمان ہے کہ تکبیریں کہہ کر امام کو رکوع میں پالے گا تو کھڑے کھڑے تکبیریں کہے پھر رکوع میں جائے ورنہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور رکوع میں تکبیریں کہے پھر اگر اس نے رکوع میں تکبیریں پوری نہ کی تھیں کہ امام نے سر اٹھا لیا تو باقی ساقط ہوگئیں اور اگر امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے بلکہ جب اپنی پڑھے اس وقت کہے اور رکوع میں جہاں تکبیر کہنا بتایا گیا، اس میں ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ پڑھنے کھڑا ہو اس وقت کہے اور دوسری رکعت کی تکبیریں اگر امام کے ساتھ پا جائے، فبہا ورنہ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو پہلی رکعت کے بارہ میں مذکور ہوئی۔[1]

مسئلہ ۱۰: جو شخص امام کے ساتھ شامل ہوا پھر سو گیا یا اس کا وضو جاتا رہا، اب جو پڑھے تو تکبیریں اتنی کہے جتنی امام نے کہیں، اگرچہ اس کے مذہب میں اتنی نہ تھیں۔[2]

مسئلہ ۱۱: امام تکبیر کہنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو قیام کی طرف نہ لوٹے نہ رکوع میں تکبیر کہے۔[3]

مسئلہ ۱۲: پہلی رکعت میں امام تکبیریں بھول گیا اور قراءت شروع کر دی تو قراءت کے بعد کہہ لے یا رکوع میں اور قراءت کا اعادہ نہ کرے۔[4]

---

(1) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج١، ص١٥١ و "الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٦٤ . ٦٦، وغيرهما

(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج١، ص١٥١

(3) "ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة... إلخ، ج٣، ص٦٥

(4) "الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج١، ص١٥١

مسئلہ ۱۳: امام نے تکبیراتِ زوائد میں ہاتھ نہ اٹھائے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ ہاتھ اٹھائے۔ (۱)

مسئلہ ۱۴: نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور خطبۂ جمعہ میں جو چیزیں سنت ہیں اس میں بھی سنت ہیں اور جو وہاں مکروہ یہاں بھی مکروہ صرف دو باتوں میں فرق ہے ایک یہ کہ جمعہ کے پہلے خطبہ سے پیشتر خطیب کا بیٹھنا سنت تھا اور اس میں نہ بیٹھنا سنت ہے دوسرے یہ کہ اس میں پہلے خطبہ سے پیشتر نو بار اور دوسرے کے پہلے سات بار اور منبر سے اترنے کے پہلے چودہ بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور جمعہ میں نہیں۔ (۲)

مسئلہ ۱۵: عید الفطر کے خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام کی تعلیم کرے، وہ پانچ باتیں ہیں:

(۱) کس پر واجب ہے؟ (۲) اور کس کے لیے؟ (۳) اور کب؟ (۴) اور کتنا؟ (۵) اور کس چیز سے؟۔

بلکہ مناسب یہ ہے کہ عید سے پہلے جو جمعہ پڑھے اس میں بھی یہ احکام بتادیے جائیں کہ پیشتر سے لوگ واقف ہوجائیں اور عید اضحی کے خطبہ میں قربانی کے احکام اور تکبیرات تشریق کی تعلیم کی جائے۔ (۳)

مسئلہ ۱۶: امام نے نماز پڑھ لی اور کوئی شخص باقی رہ گیا خواہ وہ شامل ہی نہ ہوا تھا یا شامل تو ہوا مگر اس کی نماز فاسد ہوگئی تو اگر دوسری جگہ مل جائے پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا، ہاں بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔ (۴)

مسئلہ ۱۷: کسی عذر کے سبب عید کے دن نماز نہ ہوسکی (مثلاً سخت بارش ہوئی یا ابر کے

---

(1)"الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج١، ص١٥١

(2)المرجع السابق، ص١٥٠، و "الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٦٧

(3)المرجع السابق، ص١٥٠، و "الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٦٧

(4)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٦٧

سبب چاند نہیں دیکھا گیا اور گواہی ایسے وقت گزری کہ نماز نہ ہوسکی یا ابر تھا اور نماز ایسے وقت ختم ہوئی کہ زوال ہوچکا تھا) تو دوسرے دن پڑھی جائے اور دوسرے دن بھی نہ ہوئی تو عیدالفطر کی نماز تیسرے دن نہیں ہوسکتی اور دوسرے دن بھی نماز کا وہی وقت ہے جو پہلے دن تھا یعنی ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے نصف النہار شرعی تک اور بلاعذر عیدالفطر کی نماز پہلے دن نہ پڑھی تو دوسرے دن نہیں پڑھ سکتے۔ (۱)

مسئلہ ۱۸: عید اضحی تمام احکام میں عیدالفطر کی طرح ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے، اس میں مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرے اور کھالیا تو کراہت نہیں اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہتا جائے اور عید اضحی کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں تک بلاکراہت مؤخر کرسکتے ہیں، بارہویں کے بعد پھر نہیں ہوسکتی اور بلاعذر دسویں کے بعد مکروہ ہے۔ (۲)

مسئلہ ۱۹: قربانی کرنی ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلی سے دسویں ذی الحجہ تک نہ حجامت بنوائے، نہ ناخن ترشوائے۔ (۳)

مسئلہ ۲۰: عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو لوگوں کا کسی جگہ جمع ہوکر حاجیوں کی طرح وقوف کرنا اور ذکر و دُعا میں مشغول رہنا صحیح یہ ہے کہ کچھ مضایقہ نہیں جبکہ لازم وواجب نہ جانے اور اگر کسی دوسری غرض سے جمع ہوئے، مثلاً نماز استسقا پڑھنی ہے، جب تو بلااختلاف جائز ہے اصلاً حرج نہیں۔ (۴)

---

(1)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج١، ص١٥١،١٥٢.و "الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٦٨، وغيرهما

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين، ج١، ص١٥٢،

(3)"ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب العيدين مطلب في إزالة الشعر... إلخ، ج٣، ص٧٧

(4)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٧٠، وغيره

مسئلہ ۲۱: بعد نمازِ عید مصافحہ (ہاتھ ملانا) و معانقہ کرنا (گلے ملنا) جیسا عموماً مسلمانوں میں رائج ہے بہتر ہے کہ اس میں اظہارِ مسرّت ہے۔[۱]

تکبیر تشریق:

مسئلہ ۲۲: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں، وہ یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرْ اَللّٰہُ اَکْبَرْ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ[۲]

مسئلہ ۲۳: تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے یعنی جب تک کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو کہ اس نماز پر بنا نہ کر سکے، اگر مسجد سے باہر ہو گیا یا قصداً وضو توڑ دیا یا کلام کیا اگرچہ سہواً تو تکبیر ساقط ہو گئی اور بلا قصد وضو ٹوٹ گیا تو کہہ لے۔[۳]

مسئلہ ۲۴: تکبیر تشریق اس پر واجب ہے جو شہر میں مقیم ہو یا جس نے اس کی اقتدا کی اگرچہ عورت یا مسافر یا گاؤں کا رہنے والا اور اگر اس کی اقتدا نہ کریں تو ان پر واجب نہیں۔[۴]

مسئلہ ۲۵: نفل پڑھنے والے نے فرض والے کی اقتدا کی تو امام کی پیروی میں اس مقتدی پر بھی واجب ہے اگرچہ امام کے ساتھ اس نے فرض نہ پڑھے اور مقیم نے مسافر کی اقتدا کی تو مقیم پر واجب ہے اگرچہ امام پر واجب نہیں۔[۵]

---

(1)انظر: "الفتاوی الرضویة"، ج۸، ص۶۰۱

(2)"تنویر الأبصار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج۳، ص۷۱، ۷٤، وغیره

(3)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب: المختار أن الذبیح إسماعیل، ج۳، ص۷۳

(4)"الدرالمختار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج۳، ص۷٤

(5)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب: المختار أن الذبیح إسماعیل، ج۳، ص۷٤

مسئلہ ۲۶: غلام پر تکبیر تشریق واجب ہے اور عورتوں پر واجب نہیں اگرچہ جماعت سے نماز پڑھی، ہاں اگر مرد کے پیچھے عورت نے پڑھی اور امام نے اس کے امام ہونے کی نیت کی تو عورت پر بھی واجب ہے مگر آہستہ کہے۔ یوہیں جن لوگوں نے برہنہ نماز پڑھی ان پر بھی واجب نہیں، اگرچہ جماعت کریں کہ ان کی جماعت جماعتِ مستحبہ نہیں۔ [1]

مسئلہ ۲۷: نفل و سنت و وتر کے بعد تکبیر واجب نہیں اور جمعہ کے بعد واجب ہے اور نماز عید کے بعد بھی کہہ لے۔ [2]

مسئلہ ۲۸: مسبوق و لاحق پر تکبیر واجب ہے، مگر جب خود سلام پھیریں اس وقت کہیں اور امام کے ساتھ کہہ لی تو نماز فاسد نہ ہوئی اور نماز ختم کرنے کے بعد تکبیر کا اعادہ بھی نہیں۔ [3]

مسئلہ ۲۹: اور دِنوں میں نماز قضا ہوگئی تھی ایام تشریق میں اس کی قضا پڑھی تو تکبیر واجب نہیں۔ یوہیں ان دنوں کی نمازیں اور دنوں میں پڑھیں جب بھی واجب نہیں۔ یوہیں سال گذشتہ کے ایام تشریق کی قضا نمازیں اس سال کے ایام تشریق میں پڑھے جب بھی واجب نہیں، ہاں اگر اسی سال کے ایام تشریق کی قضا نمازیں اسی سال کے انھیں دنوں میں جماعت سے پڑھے تو واجب ہے۔ [4]

مسئلہ ۳۰: منفرد (تنہا) پر تکبیر واجب نہیں۔ [5] (جوہرہ نیرہ) مگر منفرد بھی کہہ لے کہ

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج٣، ص٧٤ و "الجوهرة النيرة"، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ص١٢٢، وغيرهما

(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب: المختار أن الذبيح إسماعيل، ج٣، ص٧٣

(3)"ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب: كلمة لابأس قدتستعمل في المندوب، ج٣، ص٧٦

(4)"ردالمحتار"، كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب: المختار أن الذبيح إسماعيل، ج٣، ص٧٤

(5)"الجوهرة النيرة"، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ص١٢٢

صاحبین[1] کے نزدیک اس پر بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۳۱: امام نے تکبیر نہ کہی جب بھی مقتدی پر کہنا واجب ہے اگرچہ مقتدی مسافر یا دیہاتی یا عورت ہو۔[2]

مسئلہ ۳۲: ان تاریخوں میں اگر عام لوگ بازاروں میں باعلان تکبیریں کہیں تو انہیں منع نہ کیا جائے۔[3]

***

(1)فقۂ حنفی میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمته الله تعالیٰ علیهما کو صاحبین کهتے هیں

(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، مطلب: کلمة لابأس قدتستعمل في المندوب، ج۳، ص۷٦

(3)"الدرالمختار"، کتاب الصلاة، باب العیدین، ج۳، ص۷۵

(۷)

صدقۂ فطر کا بیان:

حدیث۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زکات فطر ایک صاع خرما یا جَو، غلام و آزاد مرد و عورت چھوٹے اور بڑے مسلمانوں پر مقرر کی اور یہ حکم فرمایا: کہ "نماز کو جانے سے پیشتر ادا کر دیں۔"(۱)

حدیث۲: ابوداود و نسائی کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آخر رمضان میں فرمایا: اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو، اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا، ایک صاع خُرما یا جَو یا نصف صاع گیہوں۔(۲)

حدیث۳: ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ مروی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔(۳)

حدیث۴: ابوداود و ابن ماجہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زکات فطر مقرر فرمائی کہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور مساکین کی خورش

---

(1)"صحيح البخاري"،أبواب صدقة الفطر،باب فرض صدقة الفطر، الحديث: ١٥٠٣،ج١،ص٥٠٧

(2)"سنن أبي داود"، كتاب الزكاة،باب من روى نصف صاع من قمح، الحديث: ١٦٢٢، ج٢، ص١٦١

(3)"جامع الترمذي"، أبواب الزكاة، باب ماجاء في صدقة الفطر، الحديث: ٦٧٤، ج٢، ص:١٥١

(خوراک)ہوجائے۔[1]

حدیث۵: دیلمی و خطیب و ابن عساکر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: بندہ کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان معلّق رہتا ہے، جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔[2]

مسائل فقہیہ:

مسئلہ۱: صدقہ فطر واجب ہے، عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا، نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مسنون قبل نمازِ عید ادا کر دینا ہے۔[3]

مسئلہ۲: صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں، لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثہ بطورِ احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ہو سکتا ہے کچھ اُن پر جبر نہیں اور اگر وصیّت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگرچہ ورثہ اجازت نہ دیں۔[4]

مسئلہ۳: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔[5]

مسئلہ۴: صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔ اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔[6] مال نامی اور

---

(1)"سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب زكاة الفطر، الحديث: ١٦٠٩، ج٢، ص١٥٧
(2)"تاريخ بغداد"، رقم: ٤٧٣، ج٩، ص١٢٢
(3)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٢، وغيره
(4)"الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ص١٧٤،وغيره
(5)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج١، ص١٩٢
(6)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٢ ٣٦٥

حاجت اصلیہ کا بیان گزر چکا، اس کی صورتیں وہیں سے معلوم کریں۔

مسئلہ۵: نابالغ یا مجنون اگر مالکِ نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے، اُن کا ولی اُن کے مال سے ادا کرے، اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہوگیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کردیں اور اگر خود مالکِ نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر اُن کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔ (۱)

مسئلہ۶: صدقہ فطر ادا کرنے کے لیے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں، مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا، بخلاف زکاۃ وعشر کہ یہ دونوں مال ہلاک ہوجانے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ (۲)

مسئلہ۷: مرد مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچہ کی طرف سے واجب ہے، جب کہ بچہ خود مالکِ نصاب نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جب کہ غنی نہ ہو تو اُس کا صدقہ اُس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے، جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہوا دونوں کا ایک حکم ہے۔ (۳)

مسئلہ۸: صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں، اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذاللہ بلاعذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔ (۴)

مسئلہ۹: نابالغ لڑکی جو اس قابل ہے کہ شوہر کی خدمت کرسکے اس کا نکاح کردیا اور شوہر کے یہاں اُسے بھیج بھی دیا تو کسی پر اس کی طرف سے صدقہ واجب نہیں، نہ شوہر پر نہ باپ پر اور اگر قابل خدمت نہیں یا شوہر کے یہاں اُسے بھیجا نہیں تو بدستور باپ پر ہے پھر یہ سب اس

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳٦٥

(2)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳٦٦

(3)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳٦٧

(4)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳٦٧

وقت ہے کہ لڑکی خود مالکِ نصاب نہ ہو، ورنہ بہر حال اُس کا صدقہ فطر اس کے مال سے ادا کیا جائے۔[1]

مسئلہ ۱۰: باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر و یتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔[2]

مسئلہ ۱۱: ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔[3]

مسئلہ ۱۲: خدمت کے غلام اور مدبر و ام ولد کی طرف سے ان کے مالک پر صدقہ فطر واجب ہے، اگرچہ غلام مدیُون ہو، اگرچہ دَین میں مستغرق ہو اور اگر غلام گروی ہو اور مالک کے پاس حاجتِ اصلیہ کے سوا اتنا ہو کہ دَین ادا کر دے اور پھر نصاب کا مالک رہے تو مالک پر اُس کی طرف سے بھی صدقہ واجب ہے۔[4]

مسئلہ ۱۳: تجارت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب نہیں اگرچہ اس کی قیمت بقدرِ نصاب نہ ہو۔[5]

مسئلہ ۱۴: غلام عاریۃً (ادھار) دے دیا یا کسی کے پاس امانۃً رکھا تو مالک پر فطرہ واجب ہے اور اگر یہ وصیت کر گیا کہ یہ غلام فلاں کا کام کرے اور میرے بعد اس کا مالک فلاں ہے تو فطرہ مالک پر ہے، اُس پر نہیں جس کے قبضہ میں ہے۔[6]

مسئلہ ۱۵: بھاگا ہوا غلام اور وہ جسے حربیوں نے قید کر لیا ان کی طرف سے صدقہ مالک پر نہیں۔ یوہیں اگر کسی نے غصب کر لیا اور غاصب انکار کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو اس کا فطرہ بھی واجب نہیں، مگر جب کہ واپس مل جائیں تو اب ان کی طرف سے سالہائے گزشتہ کا

---

(1) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٨

(2) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٨

(3) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٨

(4) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٩ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج١، ص١٩٢، وغيرهما

(5) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٩

(6) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٦٩

فطرہ دے، مگر حربی اگر غلام کے مالک ہوگئے تو واپسی کے بعد بھی اس کا فطرہ نہیں۔[1]

مسئلہ ۱۶: مکاتب کا فطرہ نہ مکاتب پر ہے، نہ اس کے مالک پر۔ یوہیں مکاتب اور ماذُون کے غلام کا اور مکاتب اگر بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو مالک پر سالہائے گزشتہ کا فطرہ نہیں۔[2]

مسئلہ ۱۷: دو یا چند شخصوں میں غلام مشترک ہے تو اُس کا فطرہ کسی پر نہیں۔[3]

مسئلہ ۱۸: غلام بیچ ڈالا اور بائع یا مشتری یا دونوں نے واپسی کا اختیار رکھا عید الفطر آگئی اور میعادِ اختیار ختم نہ ہوئی تو اُس کا فطرہ موقوف ہے، اگر بیع قائم رہی تو مشتری دے ورنہ بائع۔[4]

مسئلہ ۱۹: اگر مشتری نے خیارِ عیب یا خیارِ رویت کے سبب واپس کیا تو اگر قبضہ کر لیا تھا تو مشتری پر ہے، ورنہ بائع پر۔[5]

مسئلہ ۲۰: غلام کو بیچا مگر وہ بیع فاسد ہوئی اور مشتری نے قبضہ کر کے واپس کر دیا یا عید کے بعد قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو بائع پر ہے اور اگر عید سے پہلے قبضہ کیا اور بعد عید آزاد کیا تو مشتری پر۔[6]

مسئلہ ۲۱: مالک نے غلام سے کہا جب عید کا دن آئے تو آزاد ہے۔ عید کے دن غلام آزاد ہو جائے گا اور مالک پر اس کا فطرہ واجب۔[7]

مسئلہ ۲۲: اپنی عورت اور اولاد عاقل بالغ کا فطرہ اُس کے ذمہ نہیں اگرچہ اپاہج ہو، اگرچہ

---

(1)المرجع السابق، ص۳۷۰

(2)"الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج۱، ص۱۹۳

(3)المرجع السابق

(4)"الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج۱، ص۱۹۳

(5)المرجع السابق

(6)المرجع السابق

(7)المرجع السابق

اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔ [1]

مسئلہ ۲۳: عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اذن ادا کر دیا تو ادا ہوگیا، بہ شرطے کہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اُس کے ذمہ ہو، ورنہ اولاد کی طرف سے بلااِذن (بغیر اجازت) ادا نہ ہوگا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا ادا نہ ہوا۔ [2]

مسئلہ ۲۴: ماں باپ، دادا دادی، نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔ [3]

مسئلہ ۲۵: صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے گیہوں یا اس کا آٹا یا ستّو نصف صاع، کھجور یا منقے یا جَو یا اس کا آٹا یا ستّو ایک صاع۔ [4]

مسئلہ ۲۶: گیہوں، جَو، کھجوریں، منقے دیے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں، مثلاً نصف صاع عمدہ جَو جن کی قیمت ایک صاع جَو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جَو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کی ہوں یہ سب ناجائز ہے جتنا دیا اُتنا ہی ادا ہوا، باقی اس کے ذمہ باقی ہے ادا کرے۔ [5]

مسئلہ ۲۷: نصف صاع جَو اور چہارم صاع گیہوں دیے یا نصف صاع جَو اور نصف صاع کھجور تو بھی جائز ہے۔ [6]

مسئلہ ۲۸: گیہوں اور جَو ملے ہوئے ہوں اور گیہوں زیادہ ہیں تو نصف صاع

(1)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۷۰، وغیرہ

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج۱، ص۱۹۳ و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۷۰، وغيرهما

(3)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج۱، ص۱۹۳

(4)المرجع السابق، ص۱۹۱، و "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۷۲.

(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب الثامن في صدقة الفطر،ج۱، ص۱۹۲،

(6)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر،ج۱، ص۱۹۲

دے ورنہ ایک صاع۔[1]

مسئلہ ۲۹: گیہوں اور جَو کے دینے سے اُن کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دیدے، خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جَو کی یا کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے اور اگر خراب گیہوں یا جَو کی قیمت دی تو اچھے کی قیمت سے جو کمی پڑے پوری کرے۔[2]

مسئلہ ۳۰: ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، جوار، باجرہ یا اور کوئی غلّہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جَو کی قیمت کی ہو، یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جَو کی ہو۔[3]

مسئلہ ۳۱: اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے، کہ صاع کا وزن تین سو اکاون روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر اوپر۔[4]

مسئلہ ۳۲: فطرہ کا مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے جب کہ وہ شخص موجود ہو، جس کی طرف سے ادا کرتا ہو اگرچہ رمضان سے پیش تر ادا کردے اور اگر فطرہ ادا کرتے وقت مالک نصاب نہ تھا پھر ہوگیا تو فطرہ صحیح ہے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کردے۔[5]

---

(1) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٧٣

(2) المرجع السابق، ص٣٧٦، و "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج١، ص١٩١ . ١٩٢

(3) "الفتاوى الهندية"، المرجع السابق، ص١٩١، و "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٧٣، وغيرهما

(4) "الفتاوى الرضوية"، ج١٠، ص٢٩٥

(5) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج٣، ص٣٧٦ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج١، ص١٩٢

مسئلہ ۳۳: ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے۔ یوہیں ایک مسکین کو چند شخصوں کا فطرہ دینا بھی بلاخلاف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔[1]

مسئلہ ۳۴: شوہر نے عورت کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا، اُس نے شوہر کے فطرہ کے گیہوں اپنے فطرہ کے گیہووں میں ملا کر فقیر کو دے دیے اور شوہر نے ملانے کا حکم نہ دیا تھا تو عورت کا فطرہ ادا ہو گیا شوہر کا نہیں مگر جب کہ ملا دینے پر عرف جاری ہو تو شوہر کا بھی ادا ہو جائے گا۔[2]

مسئلہ ۳۵: عورت نے شوہر کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا اذن دیا، اس نے عورت کے گیہوں اپنے گیہووں میں ملا کر سب کی نیّت سے فقیر کو دے دیے جائز ہے۔[3]

مسئلہ ۳۶: صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکات کے ہیں یعنی جن کو زکاۃ دے سکتے ہیں، انھیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جنھیں زکات نہیں دے سکتے، انھیں فطرہ بھی نہیں سوا عامل کے کہ اس کے لیے زکات ہے فطرہ نہیں۔[4]

مسئلہ ۳۷: اپنے غلام کی عورت کو فطرہ دے سکتے ہیں، اگرچہ اُس کا نفقہ اُسی پر ہو۔[5]

صدقات نفل کا بیان

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا نہایت اچھا کام ہے، مال سے تم کو فائدہ نہ پہنچا تو تمھارے کیا کام آیا اور اپنے کام کا وہی ہے جو کھا پہن لیا یا آخرت کے لیے خرچ کیا، نہ وہ کہ جمع کیا اور دوسروں کے

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، مطلب في مقدار الفطرة بالمد الشامی، ج۳، ص۳۷۷
(2)المرجع السابق، ص۳۷۸
(3)'الفتاوى الهندية'
(4)"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، مطلب في مقدار الفطرة بالمد الشامی، ج۳، ص۳۷۹
(5)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر، ج۳، ص۳۸۰

لیے چھوڑ گئے۔ اس کے فضائل میں چند حدیثیں سُنیے اور ان پر عمل کیجیے، اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "بندہ کہتا ہے، میرا مال ہے، میرا مال ہے اور اُسے تو اس کے مال سے تین ہی قسم کا فائدہ ہے، جو کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر پُرانا کر دیا، یا عطا کر کے آخرت کے لیے جمع کیا اور اُس کے سوا جانے والا ہے کہ اوروں کے لیے چھوڑ جائے گا۔ [1]

حدیث ۲: بخاری و نسائی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "تم میں کون ہے کہ اُسے اپنے وارث کا مال، اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! ہم میں کوئی ایسا نہیں، جسے اپنا مال زیادہ محبوب نہ ہو۔ فرمایا: اپنا مال تو وہ ہے، جو آگے روانہ کر چکا اور جو پیچھے چھوڑ گیا، وہ وارث کا مال ہے۔ [2]

حدیث ۳: امام بخاری ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اگر میرے پاس اُحد برابر سونا ہو تو مجھے یہی پسند آتا ہے کہ تین راتیں نہ گزرنے پائیں اور اُس میں کا میرے پاس کچھ رہ جائے، ہاں اگر مجھ پر دَین ہو تو اُس کے لیے کچھ رکھ لوں گا۔ [3]

حدیث ۴و۵: صحیح مسلم میں انھیں سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی دن ایسا نہیں کہ صبح ہوتی ہے، مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان میں ایک کہتا ہے، اے! خرچ کرنے والے کو بدلا دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! روکنے والے کے مال کو تلف کر"۔ [4] اور

---

(1) "صحيح مسلم"، كتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، الحديث: ٢٩٥٩، ص١٥٨٢

(2) "صحيح البخاري"، كتاب الرقائق، باب ماقدم من ماله فهو له، الحديث: ٦٤٤٢، ج٤، ص٢٣٠

(3) "صحيح البخاري"، كتاب الرقائق، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم ما يسرنى أن عندى مثل احد هذا ذهبا، الحديث: ٦٤٤٥، ج٤، ص٢٣٢

(4) "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب في المنفق والممسك، الحديث: ١٠١٠ ص٥٠٤

اسی کے مثل امام احمد و ابن حبان و حاکم نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث۶: صحیحین میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ”خرچ کر اور شمار نہ کر کہ اللہ تعالیٰ شمار کرکے دے گا اور بند نہ کر کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر بند کر دے گا۔ کچھ دے جو تجھے استطاعت ہو“۔ (۱)

حدیث۷: نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابنِ آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (۲)

حدیث۸: صحیح مسلم و سنن ترمذی میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابنِ آدم! بچے ہوئے کا خرچ کرنا، تیرے لیے بہتر ہے اور اُس کا روکنا، تیرے لیے بُرا ہے اور بقدرِ ضرورت روکنے پر ملامت نہیں اور اُن سے شروع کر جو تیری پرورش میں ہیں۔ (۳)

حدیث۹: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی ہے جو لوہے کی زرہ پہنے ہوئے ہیں، جن کے ہاتھ سینے اور گلے سے جکڑے ہوئے ہیں تو صدقہ دینے والے نے جب صدقہ دیا وہ زرہ کشادہ ہوگئی اور بخیل جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے، ہر کڑی اپنی جگہ کو پکڑ لیتی ہے وہ کشادہ کرنا بھی چاہتا ہے تو کشادہ نہیں ہوتی۔ (۴)

---

(1)"صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، باب الصدقة فيما استطاع، الحديث: ١٤٣٤، ج١، ص٤٨٣ كتاب الهبة، باب هبة المرأة لغير زوجها... إلخ، الحديث: ٢٥٩١، ص٢٠٤

(2)"صحيح البخاري"، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، الحديث: ٥٣٥٢، ج٣، ص٥١١

(3)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب بيان أن اليد العليا خير من اليد السفلى... إلخ، الحديث: ١٠٣٦، ص٥١٦

(4)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب مثل المنفق والبخيل، ٧٦.(١٠٢١)، ص٥١٠.

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہے اور بخل سے بچو کہ بخل نے اگلوں کو ہلاک کیا، اسی بخل نے انھیں خون بہانے اور حرام کو حلال کرنے پر آمادہ کیا"۔ (۱)

حدیث ۱۱: نیز اُسی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی، ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ کس صدقہ کا زیادہ اجر ہے؟ فرمایا: اس کا کہ صحت کی حالت میں ہو اور لالچ ہو، محتاجی کا ڈر ہو اور تونگری کی آرزو، یہ نہیں کہ چھوڑے رہے اور جب جان گلے کو آجائے تو کہے اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو دینا اور یہ تو فلاں کا ہو چکا یعنی وارث کا۔ (۲)

حدیث ۱۲: صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کعبۂ معظمہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا: "قسم ہے رب کعبہ کی! وہ ٹوٹے میں ہیں۔ میں نے عرض کی، میرے باپ ماں حضور پر قربان وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: زیادہ مال والے، مگر جو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح کرے آگے پیچھے دہنے بائیں یعنی ہر موقع پر خرچ کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (۳)

حدیث ۱۳: سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "سخی قریب ہے اللہ سے، قریب ہے جنت سے، قریب ہے آدمیوں سے، دُور ہے جہنم سے اور بخیل دور ہے اللہ سے، دور ہے جنت سے، دور ہے آدمیوں سے، قریب ہے جہنم سے اور جاہل سخی اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا ہے، بخیل عابد سے"۔ (۴)

---

(1) "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، الحديث: ٢٥٧٨، ص ١٣٩٤

(2) "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب بيان ان افضل الصدقة صدقة الصحيح الشحيح، الحديث: ١٠٣٢، ص ٥١٥

(3) "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لايؤدى الزكاة، الحديث: ٩٩٠، ص ٤٩٥

(4) "جامع الترمذي"، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في السخاء، الحديث: ١٩٦٨، ج٣، ص ٣٨٧

حدیث ۱۴: سُنن ابو داود میں ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "آدمی کا اپنی میں ایک درم صدقہ کرنا، مرتے وقت کے سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے"۔ (۱)

حدیث ۱۵: امام احمد و نسائی و دارمی و ترمذی ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو شخص مرتے وقت صدقہ دیتا یا آزاد کرتا ہے، اُس کی مثال اُس شخص کی ہے کہ جب آسودہ ہولیا تو ہدیہ کرتا ہے"۔ (۲)

حدیث ۱۶: صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی، کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: "ایک شخص جنگل میں تھا، اُس نے اَبر میں ایک آواز سُنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر، وہ اَبر ایک کنارہ کو ہوگیا اور اُس نے پانی سنگستان میں گِرایا اور ایک نالی نے وہ سارا پانی لے لیا، وہ شخص پانی کے پیچھے ہولیا، ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے باغ میں کھڑا ہوا کُھرپیا سے پانی پھیر رہا ہے۔ اُس نے کہا، اے اللہ کے بندے! تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا، فلاں نام، وہی نام جو اُس نے اَبر میں سے سُنا۔ اُس نے کہا، اے اللہ کے بندے! تُو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اُس نے کہا، میں نے اُس اَبر میں سے جس کا یہ پانی ہے، ایک آواز سُنی کہ وہ تیرا نام لے کر کہتا ہے، فلاں کے باغ کو سیراب کر، تو تُو کیا کرتا ہے (کہ تیرا نام لے کر پانی بھیجا جاتا ہے)؟ جواب دیا کہ جو کچھ پیدا ہوتا اس میں سے ایک تہائی خیرات کرتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور ایک تہائی بونے کے لیے رکھتا ہوں"۔ (۳)

---

(1)"سنن أبي داود"، كتاب الوصايا، باب ماجاء في كراهية الإضرار في الوصية، الحديث: ٢٨٦٦، ج٣، ص١٥٥

(2)"سنن الدارمي"، كتاب الوصايا، باب من أحب الوصية ومن كره، الحديث: ٣٢٢٦، ج٢، ص٥٠٥

و "جامع الترمذي"، ابواب الوصايا... الخ، باب ماجاء في الرجل يتصدق ... الخ، الحديث: ٢١٢٣، ج٤، ص٤٤.

(3)"صحيح مسلم"، كتاب الزهد و الرقائق، باب فضل الانفاق على المساكين وابن السبيل، الحديث: ٢٩٨٤، ص١٥٩٣

حدیث ۱۷: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول ﷺ فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک برص والا، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا، اللہ عزوجل نے ان کا امتحان لینا چاہا، ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، وہ فرشتہ برص والے کے پاس آیا۔ اس سے پوچھا، تجھے کیا چیز زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور یہ بات جاتی رہے، جس سے لوگ گھن کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ گھن کی چیز جاتی رہی اور اچھا رنگ اور اچھی کھال اسے دی گئی، فرشتے نے کہا: تجھے کونسا مال زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے اونٹ کہا یا گائے (راوی کا شک ہے، مگر برص والے اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا، دوسرے نے گائے)۔ اُسے دس ۱۰ مہینے کی حاملہ اونٹنی دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت دے۔

پھر گنجے کے پاس آیا، اُس سے کہا: تجھے کیا شے زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: خوب صورت بال اور یہ جاتا رہے، جس سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ بات جاتی رہی اور خوب صورت بال اُسے دیے گئے، اُس سے کہا: تجھے کون سا مال محبوب ہے؟ اُس نے گائے بتائی۔ ایک گابھن گائے اُسے دی گئی اور کہا اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت دے۔

پھر اندھے کے پاس آیا اور کہا: تجھے کیا چیز زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نگاہ واپس دے کہ میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتہ نے ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ نے اُس کی نگاہ واپس دی۔ فرشتہ نے پوچھا، تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اُس نے کہا: بکری۔ اُسے ایک گابھن بکری دی۔ اب اونٹنی اور گائے اور بکری سب کے بچے ہوئے، ایک کے لیے اونٹوں سے جنگل بھر گیا۔ دوسرے کے لیے گائے سے، تیسرے کے لیے بکریوں سے۔

پھر وہ فرشتہ برص والے کے پاس اُس کی صورت اور ہیئات میں ہو کر آیا (یعنی برص والا بن کر) اور کہا: میں مردِ مسکین ہوں، میرے سفر میں وسائل منقطع ہوگئے، پہنچنے کی صورت میرے لیے آج نظر نہیں آتی، مگر اللہ کی مدد سے پھر تیری مدد سے، میں اُس کے واسطے سے جس نے تجھے خوب صورت رنگ اور اچھا چمڑا اور مال دیا ہے۔ ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں، جس سے میں سفر

میں مقصد تک پہنچ جاؤں۔ اُس نے جواب دیا: حقوق بہت ہیں۔ فرشتے نے کہا: گویا میں تجھے پہچانتا ہوں، کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے، فقیر نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا، اُس نے کہا: میں تو اس مال کا نسلاً بعد نسلٍ وارث کیا گیا ہوں۔ فرشتہ نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کردے جیسا تُو تھا۔

پھر گنجے کے پاس اُسی کی صورت بن کر آیا، اُس سے بھی وہی کہا: اُس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کردے، جیسا تُو تھا۔

پھر اندھے کے پاس اس کی صورت وہیأت بن کر آیا اور کہا: میں مسکین شخص اور مسافر ہوں، میرے سفر میں وسائل منقطع ہو گئے، آج پہنچنے کی صورت نہیں، مگر اللہ کی مدد سے پھر تیری مدد سے میں اس کے وسیلہ سے جس نے تجھے نگاہ واپس دی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کی وجہ سے میں اپنے سفر میں مقصد تک پہنچ جاؤں۔ اُس نے کہا: میں اندھا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے آنکھیں دیں تُو جو چاہے لے لے اور جتنا چاہے چھوڑ دے۔ خدا کی قسم! اللہ کے لیے تُو جو کچھ لے گا، میں تجھ پر مشقت نہ ڈالوں گا۔ فرشتے نے کہا: تُو اپنا مال اپنے قبضہ میں رکھ، بات یہ ہے کہ تم تینوں شخصوں کا امتحان تھا، تیرے لیے اللہ کی رضا ہے اور ان دونوں پر ناراضی"۔ (۱)

حدیث ۱۸: امام احمد و ابوداود و ترمذی ام بجید رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہتی ہیں: میں نے عرض کی، یارسول مسکین دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ گھر میں کچھ نہیں ہوتا کہ اُسے دوں، ارشاد فرمایا: "اسے کچھ دیدے، اگرچہ کُھر جلا ہوا"۔ (۲)

---

(1)"صحيح مسلم"، كتاب الزهد... الخ، باب الدنيا سجن للمؤمن... إلخ، الحديث: ٢٩٦٤، ص ١٥٨٤

و "صحيح البخاري"، كتاب احاديث الأنبياء، باب حديث أبرص وأعمى وأقرع في بني إسرائيل، الحديث: ٣٤٦٤، ج ٢، ص ٤٦٣.

(2)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث أم بجيد، الحديث: ٢٧٢١٨، ج ١٠، ص ٣٢٨

حدیث ۱۹: بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی، کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں گوشت کا ٹکڑا ہدیہ میں آیا اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گوشت پسند تھا۔ انہوں نے خادمہ سے کہا: اسے گھر میں رکھ دے، شاید حضور تناول فرمائیں، اُس نے طاق میں رکھ دیا۔ ایک سائل آکر دروازہ پر کھڑا ہوا اور کہا صدقہ کرو، اللہ تعالٰی تم میں برکت دے گا۔ لوگوں نے کہا، اللہ تجھ میں برکت دے۔[1] سائل چلا گیا، حضور تشریف لائے اور فرمایا: تمھارے یہاں کچھ کھانے کی چیز ہے؟ اُم المومنین نے عرض کی، ہاں اور خادمہ سے فرمایا: جا وہ گوشت لے آ، وہ گئی تو طاق میں ایک پتھر کا ایک ٹکڑا پایا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: ''چونکہ تم نے سائل کو نہ دیا، لٰہذا وہ گوشت پتھر ہوگیا''۔[2]

حدیث ۲۰: بیہقی شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ''سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، جو سخی ہے، اُس نے اُس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُس کو نہ چھوڑے گی جب تک جنت میں داخل نہ کرلے اور بخل جہنم میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہے، اُس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُسے جہنم میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑے گی''۔[3]

حدیث ۲۱: رزین نے علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ حضور نے فرمایا: ''صدقہ میں جلدی کرو کہ بلا صدقہ کو نہیں پھلانگتی''۔[4]

---

(1)سائل کو واپس کرنا ھوتا تو یه لفظ بولتے. ۱۲ منه

(2)"دلائل النبوة" للبيهقي، باب ماجاء في اللحم الذى صا رحجرا.. إلخ، ج٦، ص٣٠٠ و "مشكاة المصابيح"، كتاب الزكاة، باب الانفاق وكراهية الامساك، الحديث: ١٨٨٠، ج١، ص٥٢١

(3)"شعب الإيمان"، باب في الجودوالسخاء، الحديث: ١٠٨٧٧، ج٧، ص٤٣٥

(4)"مشكاة المصابيح"، كتاب الزكاة، باب الانفاق وكراهيةالأمساك، الحديث: ١٨٨٧، ج١، ص٥٢٢

حدیث ۲۲: صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی، اگر نہ پائے؟ فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے، اپنے کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ عرض کی، اگر اس کی استطاعت نہ ہو یا نہ کرے؟ فرمایا: صاحبِ حاجت پریشان کی اعانت کرے۔ عرض کی، اگر یہ بھی نہ کرے؟ فرمایا: نیکی کا حکم کرے۔ عرض کی، اگر یہ بھی نہ کرے؟ فرمایا: شر سے باز رہے کہ یہی اُس کے لیے صدقہ ہے۔[1]

حدیث ۲۳: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "دو شخصوں میں عدل کرنا صدقہ ہے، کسی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا یا اُس کا اسباب اُٹھا دینا صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے اور جو قدم نماز کی طرف چلے گا صدقہ ہے، راستہ سے اذیت کی چیز دور کرنا صدقہ ہے"۔[2]

حدیث ۲۴: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو مسلمان پیڑ لگائے یا کھیت بوئے، اُس میں سے کسی آدمی یا پرند یا چوپایہ نے کھایا، وہ سب اُس کے لیے صدقہ ہے"۔[3]

حدیث ۲۵ و ۲۶: سنن ترمذی میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ حضور فرماتے ہیں: "اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے، نیک بات کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے، بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے، راہ بھولے ہوئے کو راہ بتانا صدقہ ہے، کمزور نگاہ والے کی مدد کرنا صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی دور کرنا صدقہ ہے، اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا

---

(1) "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب كل معروف صدقة، الحديث: ٦٠٢٢، ج٤، ص١٠٥

(2) "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع... إلخ، الحديث: ١٠٠٩، ص٥٠٤

(3) "صحيح مسلم"، كتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل الغرس والزرع، الحديث: ١٥٥٣، ص٨٤٠

صدقہ ہے"۔[1] اسی کے مثل امام احمد و ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۲۷: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایک درخت کی شاخ بیچ راستہ پر تھی، ایک شخص گیا اور کہا: میں اُس کو مسلمانوں کے راستہ سے دُور کر دوں گا کہ اُن کو ایذا نہ دے، وہ جنت میں داخل کر دیا گیا"۔[2]

حدیث ۲۸: ابوداود و ترمذی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو مسلمان کسی مسلمان ننگے کو کپڑا پہنا دے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ اُسے رحیق مختوم (یعنی جنت کی شراب سر بند) پلائے گا"۔[3]

حدیث ۲۹: امام احمد و ترمذی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنا دے تو جب تک اُس میں کا اُس شخص پر ایک پیوند بھی رہے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا"۔[4]

حدیث ۳۰ و ۳۱: ترمذی و ابن حبان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "صدقہ رب العزت کے غضب کو بجھاتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے"۔[5] نیز اس

---

(1) "جامع الترمذي"، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في صنائع المعروف، الحديث: ۱۹٦۳، ج۳، ص۳۸٤

(2) "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلةوالأدب، باب فضل إزالة الأذى عن الطريق، الحديث: ۱۲۸.(۱۹۱٤)،(۲٦۱۸) ص۱٤۱۰،۱٤۱۱.

(3) "سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب في فضل سقى الماء، الحديث: ۱٦۸۲، ج۲، ص۱۸۰

(4) "جامع الترمذي"، أبواب صفة القيامة، باب ماجاء في ثواب من كسا مسلما، الحديث: ۲٤۹۲، ج٤، ص۲۱۸

(5) "جامع الترمذي"، أبواب الزكاة، باب ماجاء في فضل الصدقة، الحديث: ٦٦٤، ج۲، ص۱٤٦

کے مثل ابوبکر صدیق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

حدیث ۳۲: ترمذی نے بافادہ تصحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، لوگوں نے ایک بکری ذبح کی تھی، حضور نے ارشاد فرمایا: "اس میں سے کیا باقی رہا؟ عرض کی، سواشانہ کے کچھ باقی نہیں، ارشاد فرمایا: شانہ کے سواسب باقی ہے"۔[1]

حدیث ۳۳: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "تین شخصوں کو اللہ محبوب رکھتا ہے اور تین شخصوں کو مبغوض، جن کو اللہ محبوب رکھتا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ ایک شخص کسی قوم کے پاس آیا اور اُن سے اللہ کے نام پر سوال کیا، اس قرابت کے واسطے سے سوال نہ کیا، جو سائل اور قوم کے درمیان ہے، انہوں نے نہ دیا، اُن میں سے ایک شخص چلا گیا اور سائل کو چھپا کر دیا کہ اس کو اللہ جانتا ہے اور وہ شخص جس کو دیا اور کسی نے نہ جانا، اور ایک قوم رات بھر چلی، یہاں تک کہ جب انھیں نیند ہر چیز سے زیادہ پیاری ہوگئی، سب نے سر رکھ دیے، اُن میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر دُعا کرنے لگا اور اللہ کی آیتیں پڑھنے لگا۔ اور ایک شخص لشکر میں تھا، دشمن سے مقابلہ ہوا اور ان کو شکست ہوئی، اُس شخص نے اپنا سینہ آگے کر دیا، یہاں تک کہ قتل کیا جائے یا فتح ہو، اور وہ تین جنھیں اللہ ناپسند فرماتا ہے، ایک بوڑھا زناکار، دوسرا فقیر متکبر، تیسرا مالدار ظالم"۔[2]

حدیث ۳۴: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جب اللہ نے زمین پیدا فرمائی تو اُس نے ہلنا شروع کیا تو پہاڑ پیدا فرما کر اس پر نصب فرما دیے اب زمین ٹھہر گئی، فرشتوں کو پہاڑ کی سختی دیکھ کر تعجب ہوا، عرض کی، اے پروردگار! تیری مخلوق میں کوئی ایسی شے ہے کہ وہ پہاڑ سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں، لوہا۔ عرض کی، اے رب! لوہے سے زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں، آگ۔ عرض کی، آگ سے بھی زیادہ کوئی سخت ہے؟

---

(1) "جامع الترمذي"، أبواب صفة القيامة... إلخ، ٣٣.باب، الحديث: ٢٤٧٨، ج٤، ص٢١٢

(2) "سنن النسائي"، كتاب الزكاة، باب ثواب من يعطى، الحديث: ٢٥٦٧، ص٤٢٢

فرمایا: ہاں، پانی، عرض کی، پانی سے بھی زیادہ سخت کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں ہَوا۔ عرض کی، ہَوا سے بھی زیادہ سخت کوئی شے ہے؟ فرمایا: ہاں، ابنِ آدم کہ دہنے ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اُسے بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے''۔[1]

حدیث ۳۵: نسائی نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان اپنے کُل مال سے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کرے، جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے، ہر ایک اُسے اُس کی طرف بلائے گا، جو اُس کے پاس ہے۔ میں نے عرض کی، اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: ''اگر اُونٹ دے تو دو اُونٹ اور گائے دے تو دو گائیں''۔[2]

حدیث ۳۶: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ خطا کو ایسے دور کرتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے''۔[3]

حدیث ۳۷: امام احمد بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا: کہ ''مسلمان کا سایہ قیامت کے دن اُس کا صدقہ ہوگا''۔[4]

حدیث ۳۸: صحیح بخاری میں ابوہریرہ و حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''بہتر صدقہ وہ ہے کہ پُشتِ غنیٰ سے ہو یعنی اُس کے بعد تونگری باقی رہے اور ان سے شروع کرو جو تمھاری عیال میں ہیں یعنی پہلے اُن کو دو پھر اوروں کو''۔[5]

---

(1)"سنن النسائي"، كتاب الزكاة، باب ثواب من يعطى، الحديث: ٢٥٦٧، ص٤٢٢

(2)"سنن النسائي"، كتاب الجهاد، باب فضل النفقة في سبيل الله تعالیٰ، الحديث:٣١٨٢، ص٥١٩

(3)"جامع الترمذي"، أبواب الإيمان، باب ماجاء في حرمة الصلاة، الحديث: ٢٦٢٥، ج٤، ص٢٨٠

(4)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث رجل من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، الحديث: ١٨٠٦٥، ج٦، ص٣٠٢

(5)"صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، باب لاصدقة إلا عن ظهر غنى، الحديث: ١٤٢٦، ج١، ص٤٨١

حدیث ۳۹: ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیحین میں مروی، کہ حضور نے فرمایا: ''مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے، اگر ثواب کے لیے ہے تو یہ بھی صدقہ ہے''۔ (1)

حدیث ۴۰: زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیحین میں مروی، انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرایا، شوہر اور یتیم بچے جو پرورش میں ہیں ان کو صدقہ دینا کافی ہوسکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ان کو دینے میں دُونا اجر ہے، ایک اجر قرابت اور ایک اجر صدقہ۔ (2)

حدیث ۴۱: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی سلیمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین کو صدقہ دینا، صرف صدقہ ہے اور رشتہ والے کو دینا، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی''۔ (3)

حدیث ۴۲: امام بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گھر میں جو کھانے کی چیز ہے، اگر عورت اُس میں سے کچھ دیدے مگر ضائع کرنے کے طور پر نہ ہو تو اُسے دینے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا اور خازن (بھنڈاری) کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ ایک کا اجر دوسرے کے اجر کو کم نہ کریگا(4) یعنی اس صورت میں کہ جہاں ایسی عادت جاری ہو کہ عورتیں دیا کرتی ہوں اور شوہر منع نہ کرتے ہوں اور اُسی حد تک جو عادت کے موافق ہے مثلاً روٹی دو روٹی، جیسا کہ ہندوستان میں عموماً رواج ہے اور اگر شوہر نے منع کر دیا ہو یا وہاں کی ایسی عادت نہ ہو تو بغیر اجازت عورت کو دینا جائز نہیں۔ ترمذی

(1)"صحيح البخاري"، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل... إلخ، الحديث: ٥٣٥١، ج٣، ص٥١١

(2)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة... إلخ، الحديث: ١٠٠٠، ص٥٠١

(3)"جامع الترمذي"، ابواب الزكاة، باب ماجاء في الصدقة على ذى القرابة، الحديث: ٦٥٨، ج٢، ص١٤٢

(4)"صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، باب من أمرخادمه... إلخ، الحديث: ١٤٢٥، ج١، ص٤٨١

میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: عورت شوہر کے گھر سے بغیر اجازت کچھ نہ خرچ کرے۔ عرض کی گئی، کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: یہ تو بہت اچھا مال ہے۔ (۱)

حدیث ۴۳: صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "خازن مسلمان امانت دار کہ جو اُسے حکم دیا گیا، پورا پورا اُس کو دے دیتا ہے، وہ دو صدقہ دینے والوں میں کا ایک ہے"۔ (۲)

حدیث ۴۴: حاکم اور طبرانی اوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ "ایک لقمہ روٹی اور ایک مٹھی خرما اور اس کی مثل کوئی اور چیز جس سے مسکین کو نفع پہنچے، اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے، ایک صاحب خانہ جس نے حکم دیا، دوسری زوجہ کہ اسے تیار کرتی ہے، تیسرے خادم جو مسکین کو دے آتا ہے پھر حضور نے فرمایا: حمد ہے اللہ کے لیے جس نے ہمارے خادموں کو بھی نہ چھوڑا"۔ (۳)

حدیث ۴۵: ابن ماجہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سے راوی، کہتے ہیں کہ حضور نے خطبہ میں فرمایا: "اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ کی طرف رجوع کرو اور مشغولی سے پہلے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرو اور پوشیدہ وعلانیہ صدقہ دے کر اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلقات کو ملاؤ تو تمھیں روزی دی جائے گی اور تمھاری مدد کی جائے گی اور تمھاری شکستگی دُور کی جائے گی"۔ (۴)

حدیث ۴۶: صحیحین میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "تم میں ہر شخص سے اللہ عزوجل کلام فرمائے گا، اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین کوئی ترجمان

---

(1)"جامع الترمذي"، أبواب الزكاة، باب ماجاء في نفقة المرأة من بيت زوجها، الحديث: ٦٧٠، ج٢، ص١٤٩

(2)"صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، باب اجر الخادم... إلخ، الحديث: ١٤٣٨، ج١، ص٤٨٤

(3)"المعجم الأوسط"، باب الميم، الحديث: ٥٣٠٩، ج٤، ص٨٩

(4)"سنن ابن ماجه"، أبواب إقامة الصلوات، باب في فرض الجمعة، الحديث: ١٠٨١، ج٢، ص٥

نہ ہوگا، وہ اپنی دہنی طرف نظر کریگا تو جو کچھ پہلے کر چکا ہے، دکھائی دے گا، پھر بائیں طرف دیکھے گا تو وہی دیکھے گا، جو پہلے کر چکا ہے، پھر اپنے سامنے نظر کریگا تو منہ کے سامنے آگ دکھائی دے گی تو آگ سے بچو، اگرچہ خرمے کا ایک ٹکڑا دے کر"۔[1] اور اسی کے مثل عبداللہ بن مسعود و صدیق اکبر و اُم المومنین صدیقہ و انس و ابوہریرہ و ابوامامہ و نعمان بن بشیر وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی۔

حدیث ۴۷: ابویعلٰی جابر اور ترمذی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، کہ حضور نے ارشاد فرمایا: "صدقہ خطا کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو"۔[2]

حدیث ۴۸: امام احمد و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا، اُس وقت تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے"۔[3] اور طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ صدقہ قبر کی حرارت کو دفع کرتا ہے۔[4]

حدیث ۴۹: طبرانی و بیہقی حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: رب عزوجل فرماتا ہے: "اے ابنِ آدم! اپنے خزانہ میں سے میرے پاس کچھ جمع کر دے، نہ جلے گا، نہ ڈوبے گا، نہ چوری جائے گا۔ تجھے میں پورا دوں گا، اُس وقت کہ تو اُس کا زیادہ محتاج ہوگا"۔[5]

---

(1)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة... إلخ، الحديث: ٦٧.(١٠١٦)، ص٥٠٧.

(2)"جامع الترمذي"، أبواب الإيمان، باب ماجاء في حرمة الصلاة، الحديث: ٢٦٢٥، ج٤، ص٢٨٠

(3)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند الشاميين، حديث عقبه بن عامر، الحديث: ١٧٣٣٥ج٦، ص١٢٦

(4)"المعجم الكبير"، الحديث: ٧٨٧، ج١٧، ص٢٨٦

(5)"شعب الإيمان"، باب في الزكاة، التحريض على صدقة التطوع، الحديث: ٣٣٤٢، ج٣، ص٢١١

حدیث ۵۰ و ۵۱: امام احمد و بزار و طبرانی و ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بیہقی ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ " آدمی جب کچھ بھی صدقہ نکالتا ہے تو ستّر شیطان کے جبڑے چیر کر نکلتا ہے "۔ (۱)

حدیث ۵۲: طبرانی نے عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "مسلمان کا صدقہ عمر میں زیادتی کا سبب ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تکبر و فخر کو دور فرمادیتا ہے"۔ (۲)

حدیث ۵۳: طبرانی کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "صدقہ بُرائی کے ستّر دروازوں کو بند کر دیتا ہے"۔ (۳)

حدیث ۵۴: ترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ "اللہ عزوجل نے یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو پانچ باتوں کی وحی بھیجی کہ خود عمل کریں اور بنی اسرائیل کو حکم فرمائیں کہ وہ ان پر عمل کریں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اس نے تمھیں صدقہ کا حکم فرمایا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو دشمن نے قید کیا اور اس کا ہاتھ گردن سے ملا کر باندھ دیا اور اُسے مارنے کے لیے لائے، اُس وقت تھوڑا بہت جو کچھ تھا، سب کو دے کر اپنی جان بچائی"۔ (۴)

حدیث ۵۵: ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور نے فرمایا: "جس نے حرام مال جمع کیا پھر اُسے صدقہ کیا تو اُس میں اُس کے لیے کچھ ثواب نہیں،

---

(1)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث بريدة الأسلمى، الحديث: ۲۳۰۲۳، ج۹، ص۱۲

(2)"المعجم الكبير"، ، الحديث: ۳۱، ج۱۷، ص۲۲

(3)"المعجم الكبير"، الحديث: ٤٤٠٢، ج٤، ص٢٧٤

(4)"جامع الترمذي"، أبواب الأمثال، باب ماجاء في مثل الصلاة والصيام والصدقة، الحديث: ٢٨٧٢، ج٤، ص٣٩٤

بلکہ گناہ ہے"۔[1]

حدیث۵۶: ابو داود و ابن خزیمہ و حاکم انھیں سے راوی، عرض کی، یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: "کم مایہ شخص کا کوشش کرکے صدقہ دینا"۔[2]

حدیث۵۷: نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان انھیں سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ کسی نے عرض کی، یہ کیوں کر یارسول اللہ؟ فرمایا: ایک شخص کے پاس مالِ کثیر ہے، اُس نے اُس میں سے لاکھ درہم لے کر صدقہ کیے اور ایک شخص کے پاس صرف دو ہیں، اُس نے اُن میں سے ایک کو صدقہ کر دیا"۔[3]

❊❊❊

(1)"الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان"، كتاب الزكاة، باب التطوع، الحديث: ٣٣٥٦، ج٥، ص١٥١

(2)"سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب الرخصة في ذلك، الحديث: ١٦٧٧، ج٢، ص١٧٩

(3)"الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان"، كتاب الزكاة، باب صدقة التطوع، الحديث: ٣٣٣٦، ج٥، ص١٤٤

⑧

زکات کا بیان

زکات نہ دینے کی برائی اور دینے کے فضائل:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ [1]

اور متقی وہ ہیں کہ ہم نے جو انھیں دیا ہے، اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا [2]

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو، اس کی وجہ سے انھیں پاک اور ستھرا بنادو۔ اور فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ [3]

اور فلاح پاتے وہ ہیں جو زکاۃ ادا کرتے ہیں۔ اور فرماتا ہے:

وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ [4]

اور جو کچھ تم خرچ کروگے، اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے۔ اور فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ

---

(1) پ۱، البقرة: ۳.

(2) پ۱۱، التوبة: ۱۰۳

(3) پ۱۸، المؤمنون: ٤

(4) پ۲۲، سبا: ۳۹

سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًىۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًىؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ (1)

جولوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی کہاوت اس دانہ کی ہے جس سے سات بالیں نکلیں۔ ہر بال میں سو دانے اور اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، بڑا علم والا ہے۔ جولوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے، نہ اذیت دیتے ہیں، اُن کے لیے اُن کا ثواب اُن کے رب کے حضور ہے اور نہ اُن پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد اذیت دینا ہو اور اللہ (عزوجل) بے پرواہ حلم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ (2)

ہرگز نیکی حاصل نہ کرو گے جب تک اس میں سے نہ خرچ کرو جسے محبوب رکھتے ہو اور جو کچھ خرچ کرو گے اللہ اُسے جانتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِۙ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْاۚ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ

---

(1) پ۳، البقرة: ۲۶۱ . ۲۶۳.

(2) پ٤، اٰلِ عمرٰن: ۹۲.

الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ [1]

نیکی اس کا نام نہیں کہ مشرق و مغرب کی طرف مونھ کردو، نیکی تو اُس کی ہے جو اللہ اور پچھلے دن اور ملائکہ و کتاب و انبیا پر ایمان لایا اور مال کو اُس کی محبت پر رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور سائلین کو اور گردن چھٹانے میں دیا اور نماز قائم کی اور زکاۃ دی اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی معاہدہ کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں اور تکلیف و مصیبت اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے وہ لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ [2]

جو لوگ بخل کرتے ہیں اُس کے ساتھ جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا۔ وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ اُن کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ اُن کے لیے بُرا ہے، اس چیز کا قیامت کے دن اُن کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا جس کے ساتھ بخل کیا۔

اور فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۴﴾ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ [3]

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو، جس دن آتش جہنم میں وہ تپائے جائیں گے اور اُن سے اُن کی

---

(1) پ۲، البقرة: ۱۷۷

(2) پ٤، اٰلِ عمران: ۱۸۰.

(3) پ۱۰، التوبة: ۳٤ . ۳۵

پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جو تم نے اپنے نفس کے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو جو جمع کرتے تھے۔

نیز زکات کے بیان میں بکثرت آیات وارد ہوئیں جن سے اُس کا مہتم بالشّان ہونا ظاہر۔

احادیث اس کے بیان میں بہت ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں:

حدیث ۱، ۲: صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اُس کی زکات ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا، جس کے سر پر دو چتّیاں ہوں گی۔ وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے اس آیت کی تلاوت کی (وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ)[1] الآیہ۔ اسی کے مثل ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۳: احمد کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں ہے، جس مال کی زکات نہیں دی گئی، قیامت کے دن وہ گنجا سانپ[2] ہوگا، مالک کو دوڑائے گا، وہ بھاگے گا یہاں تک کہ اپنی انگلیاں اُس کے منہ میں ڈال دے گا۔[3]

حدیث ۴، ۵: صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جو شخص

---

(1) "صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، الحديث: ۱۴۰۳، ج۱، ص۴۷۴ پ۴، اٰلِ عمرٰن: ۱۸۰

(2) سانپ جب ہزار برس کا ہوتا ہے تو اس کے سر پر بال نکلتے ہیں اور جب دوہزار برس کا ہوتا ہے، وہ بال گر جاتے ہیں. یہ معنی ہیں گنجے سانپ کے کہ اتنا پرانا ہوگا. ۱۲ منہ

(3) "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ۱۰۸۵۷، ج۳، ص۶۲۶ یہ حدیث طویل ہے مختصراً ذکر کی گئی. ۱۲ منہ

سونے چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہو گا اس کے لیے آگ کے پتّر بنائے جائیں گے اون پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی اور اُن سے اُس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی، جب ٹھنڈے ہونے پر آئیں گے پھر ویسے ہی کر دیے جائیں گے۔ یہ معاملہ اس دن کا ہے جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے، اب وہ اپنی راہ دیکھے گا خواہ جنت کی طرف جائے یا جہنم کی طرف اور اونٹ کے بارے میں فرمایا: جو اس کا حق نہیں ادا کرتا، قیامت کے دن ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اونٹ سب کے سب نہایت فربہ ہو کر آئیں گے، پاؤں سے اُسے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے، جب ان کی پچھلی جماعت گزر جائے گی، پہلی لوٹے گی اور گائے اور بکریوں کے بارے میں فرمایا: کہ اس شخص کو ہموار میدان میں لٹائیں گے اور وہ سب کی سب آئیں گی، نہ ان میں مُڑے ہوئے سینگ کی کوئی ہوگی، نہ بے سینگ کی، نہ ٹوٹے سینگ کی اور سینگوں سے ماریں گی اور کھروں سے روندیں گی[1] اور اسی کے مثل صحیحین میں اونٹ اور گائے اور بکریوں کی زکاۃ نہ دینے میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔[2]

حدیث ۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، اس وقت اعراب میں کچھ لوگ کافر ہو گئے (کہ زکات کی فرضیت سے انکار کر بیٹھے)، صدیق اکبر نے اُن پر جہاد کا حکم دیا، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اُن سے آپ کیونکر قتال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے، مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں اور جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیا، اُس نے اپنی جان اور مال بچا لیا، مگر حق اسلام میں اور اس کا حساب اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے ذمہ ہے (یعنی یہ لوگ تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والے ہیں، ان پر کیسے جہاد کیا

---

(1) "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة،الحديث: ٩٨٧، ص٤٩١

(2) "صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، باب زكاة البقر،الحديث: ١٤٦٠، ج١، ص٤٩٢

جائے گا)صدیق اکبر نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اس سے جہاد کروں گا، جو نماز و زکاۃ میں تفریق کرے [1] (کہ نماز کو فرض مانے اور زکات کی فرضیت سے انکار کرے)، زکاۃ حق المال ہے، خدا کی قسم! بکری کا بچہ جو رسول ﷺ کے پاس حاضر کیا کرتے تھے، اگر مجھے دینے سے انکار کریں گے تو اس پر اُن سے جہاد کروں گا، فاروقِ اعظم فرماتے ہیں: واللہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق کا سینہ کھول دیا ہے۔ اُس وقت میں نے بھی پہچان لیا کہ وہی حق ہے۔ [2]

حدیث ۷: ابوداود نے عبداللہ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ جب یہ آیہ کریمہ (وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) [3] نازل ہوئی، مسلمانوں پر شاق ہوئی (سمجھے کہ چاندی سونا جمع کرنا حرام ہے تو بہت دقّت کا سامنا ہوگا)، فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں تم سے مصیبت دُور کر دوں گا۔ حاضر خدمت اقدس ہوئے عرض کی، یارسول اللہ (ﷺ) یہ آیت حضور (ﷺ) کے اصحاب پر گراں معلوم ہوئی فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے زکات تو اس لیے فرض کی کہ تمھارے باقی مال کو پاک کر دے اور مواریث اس لیے فرض کیے کہ تمھارے بعد والوں کے لیے ہو (مطلقًا مال جمع کرنا حرام ہوتا تو زکات سے مال کی طہارت نہ ہوتی، بلکہ زکاۃ کس چیز پر واجب ہوتی اور میراث کاہے میں جاری ہوتی، بلکہ جمع کرنا حرام وہ ہے کہ زکات نہ دے) اس پر فاروقِ اعظم نے تکبیر کہی۔ [4]

حدیث ۸: بخاری اپنی تاریخ میں اور امام شافعی و بزار و بیہقی اُم المومنین صدیقہ

---

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نِری کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں، جب تک تمام ضروریات دین کا اقرار نہ کرے اور امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی، کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں یہ خیال تھا کہ زکاۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے، کافر تو نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے، مگر جب معلوم ہو گیا تو فرماتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ وہی حق ہے، جو صدیق نے سمجھا اور کیا۔ ۱۲ منہ

(2) "صحيح البخاري"،كتاب الاعتصام، باب الإقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، الحديث: ٧٢٨٤، ج٤ ص٥٠٠

(3) پ١٠، التوبة: ٣٤

(4) "سنن أبي داود"،كتاب الزكاة، باب في حقوق المال، الحديث: ١٦٦٤، ج٢، ص١٧٦

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زکات کسی مال میں نہ ملے گی، مگر اُسے ہلاک کردے گی۔[1] بعض ائمہ نے اس حدیث کے یہ معنی بیان کیے کہ زکات واجب ہوئی اور ادا نہ کی اور اپنے مال میں ملائے رہا تو یہ حرام اُس حلال کو ہلاک کردے گا اور امام احمد نے فرمایا کہ معنے یہ ہیں کہ مالدار شخص مالِ زکاۃ لے تو یہ مالِ زکات اس کے مال کو ہلاک کردے گا کہ زکات تو فقیروں کے لیے ہے اور دونوں معنے صحیح ہیں۔[2]

حدیث۹: طبرانی نے اوسط میں بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جو قوم زکات نہ دے گی، اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔[3]

حدیث۱۰: طبرانی نے اوسط میں فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے، وہ زکات نہ دینے سے تلف ہوتا ہے۔[4]

حدیث۱۱: صحیحین میں احنف بن قیس سے مروی، سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اُن کے سر پستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑ تا سینہ سے نکلے گا۔[5] اور صحیح مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: کہ "پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے۔[6]

---

(1)"شعب الإيمان"،باب في الزكاة، فصل في الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ۳۵۲۲، ج۳، ص۲۷۳

(2)"الترغيب و الترهيب"، كتاب الصدقات، الترهيب من منع الزكاة، الحديث:۱۸، ج۱، ص۳۰۹

(3)"المعجم الأوسط"،الحديث: ٤٥٧، ج۳، ص۲۷٥ . ۲۷٦

(4)"الترغيب و الترهيب"،كتاب الصدقات، الترهيب من منع الزكاة، الحديث:۱٦، ج۱، ص۳۰۸

(5)'صحيح مسلم'، كتاب الزكاة،باب في الكنازين للأموال والتغليظ عليهم،الحديث:۹۹۲، ص٤۹۷

(6)"صحيح مسلم"،كتاب الزكاة، باب في الكنازين للأموال وا لتغليظ عليهم، الحديث: ۳۵.(۹۹۲)، ص٤۹۸

حدیث ۱۲: طبرانی امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، کہ فرماتے ہیں ﷺ: فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر مالداروں کے ہاتھوں، سُن لو! ایسے تونگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا۔[1]

حدیث ۱۳: نیز طبرانی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں ﷺ: قیامت کے دن تونگروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھوں سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے، ہمارے حقوق جو تُو نے اُن پر فرض کیے تھے، انھوں نے ظلماً نہ دیے، اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے قسم ہے اپنی عزّت و جلال کی کہ تمہیں اپنا قُرب عطا کروں گا اور انھیں دُور رکھوں گا۔[2]

حدیث ۱۴: ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں ﷺ: دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے، اُن میں ایک وہ تونگر ہے کہ اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔[3]

حدیث ۱۵: امام احمد مسند میں عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں، جو ان میں سے تین ادا کرے، وہ اُسے کچھ کام نہ دیں گی جب تک پوری چاروں نہ بجا لائے۔ نماز، زکات، روزہ رمضان، حج بیت اللہ۔[4]

حدیث ۱۶: طبرانی کبیر میں بسند صحیح راوی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں حکم

---

(1)"الترغيب والترهيب"،كتاب الصدقات، الحديث: ٥، ج١، ص٣٠٦ و "المعجم الأوسط"، الحديث: ٣٥٧٩، ج٢، ص٣٧٤ . ٣٧٥

(2)"المعجم الأوسط"، باب العين،الحديث: ٤٨١٣، ج٣، ص٣٤٩

(3)"صحيح ابن خزيمة"،كتاب الزكاة، باب ذكر إدخال مانع الزكاة النار... إلخ، الحديث: ٢٢٤٩، ج٤، ص٨

(4)"المسند"،حديث زياد بن نعيم،الحديث: ١٧٨٠٤، ج٦،ص٢٣٦:"الترغيب و الترهيب" ، الحديث:١٤، ج١،ص٣٠٨

دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکاتدیں اور جو زکات نہ دے، اس کی نماز قبول نہیں۔ [۱]

حدیث ۱۷: صحیحین و مسند احمد و سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور بندہ کسی کا قصور معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھائے گا اور جو اللہ کے لیے تواضع کرے، اللہ اسے بلند فرمائے گا۔ [۲]

حدیث ۱۸: بخاری و مسلم انھیں سے راوی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کرے، وہ جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی دروازے ہیں، جو نمازی ہے دروازہ نماز سے بلایا جائے گا، جو اہل جہاد سے ہے دروازہ جہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہے دروازہ صدقہ سے بلایا جائے گا، جو روزہ دار ہے باب الرّیان سے بلایا جائے گا۔ صدیق اکبر نے عرض کی، اس کی تو کچھ ضرورت نہیں کہ ہر دروازے سے بلایا جائے (مقصود دخول جنت ہے، وہ ایک دروازہ سے حاصل ہے) مگر کوئی ہے ایسا جو سب دروازوں سے بلایا جائے؟ فرمایا: ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اُن میں سے ہو۔ [۳]

حدیث ۱۹: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص کھجور برابر حلال کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ نہیں قبول فرماتا مگر حلال کو، تو اسے اللہ تعالیٰ دستِ راست سے قبول فرماتا ہے پھر اسے اُس کے مالک کے لیے پرورش کرتا ہے، جیسے تم میں کوئی اپنے بچھیرے کی تربیّت کرتا ہے، یہاں تک

---

(1) "المعجم الكبير"،الحديث: ١٠٠٩٥، ج١٠، ص١٠٣

(2) "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة والأدب، باب استحباب العفو والتواضع، الحديث: ٢٥٨٨، ص١٣٩٧

(3) "صحيح البخاري "،كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ٣٦٦٦، ج٢، ص٥٢٠ و "المسند" للإمام أحمدبن حنبل، مسندأبي هريرة، الحديث: ٧٦٣٧، ج٣، ص٩٣

کہ وہ صدقہ پہاڑ برابر ہو جاتا ہے۔ (۱)

حدیث ۲۰ و ۲۱: نسائی و ابن ماجہ اپنی سنن میں و ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے بافادہ تصحیح ابوہریرہ و ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا: کہ "قسم ہے! اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔" اس کو تین بار فرمایا پھر سر جُھکا لیا تو ہم سب نے سر جُھکا لیے اور رونے لگے، یہ نہیں معلوم کہ کس چیز پر قسم کھائی۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سر مبارک اُٹھالیا اور چہرہ اقدس میں خوشی نمایاں تھی تو ہمیں یہ بات سُرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی اور فرمایا: جو بندہ پانچوں نمازیں پڑھتا ہے اور رمضان کا روزہ رکھتا ہے اور زکات دیتا ہے اور ساتوں کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اُس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو۔ (۲)

حدیث ۲۲: امام احمد نے بروایت ثقات انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اپنے مال کی زکات نکال، کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کر دے گی اور رشتہ داروں سے سلوک کر اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔ (۳)

حدیث ۲۳: طبرانی نے اوسط و کبیر میں ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: زکات اسلام کا پُل ہے۔ (۴)

حدیث ۲۴: طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جو میرے لیے چھ چیزوں کی کفالت کرے، میں اُس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ میں نے عرض کی، وہ کیا ہیں یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا: نماز و زکاۃ و امانت و شرم گاہ و

---

(1)"صحيح البخاري "،كتاب الزكاة، باب لاتقبل صدقة من غلول، الحديث: ١٤١٠، ج١، ص٤٧٦

(2)"سنن النسائی"،كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، الحديث: ٢٤٣٥، ص٣٩٩

(3)"المسند" للإمام أحمدبن حنبل، مسندانس بن مالك، الحديث: ١٢٣٩٧، ج٤، ص٢٧٣

(4)"المعجم الأوسط"، باب الميم،الحديث: ٨٩٣٧، ج٦، ص٣٢٨

شکم وزبان۔[1]

حدیث۲۵: بزار نے علقمہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تمھارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے اموال کی زکات ادا کرو۔[2]

حدیث۲۶: طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ حضور نے فرمایا: جو اللہ ورسول پر ایمان لاتا ہے، وہ اپنے مال کی زکات ادا کرے اور جو اللہ ورسول پر ایمان لاتا ہے، وہ حق بولے یا سکوت کرے یعنی بُری بات زبان سے نہ نکالے اور جو اللہ ورسول پر ایمان لاتا ہے، وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔[3]

حدیث۲۷: ابوداود نے حسن بصری سے مرسلاً اور طبرانی وبیہقی نے ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: کہ زکات دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کر لو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور بلا نازل ہونے پر دُعا وتضرع سے استعانت کرو۔[4]

حدیث ۲۸: ابن خزیمہ اپنی صحیح اور طبرانی اوسط اور حاکم مستدرک میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے اپنے مال کی زکات ادا کر دی، بیشک اللہ تعالیٰ نے اُس سے شر دُور فرمادیا۔[5]

---

(1)"المعجم الأوسط"، باب الفاء، الحديث: ٤٩٢٥، ج٣، ص٣٩٦

(2)'مجمع الزوائد"، كتاب الزكاة، باب فرض الزكاة، الحديث: ٤٣٢٦، ج٣، ص١٩٨

(3)"المعجم الكبير"، الحديث: ١٣٥٦١، ج١٢، ص٣٢٤

(4)'مراسيل أبي داود" مع "سنن أبي داود"،باب في الصائم يصيب أهله، ص٨

(5)"المعجم الأوسط"، باب الألف،الحديث: ١٥٧٩، ج١، ص٤٣١

مسائلِ فقہیّہ:

زکات کی تعریف اور واجب ہونے کی شرطیں:

زکات شریعت میں اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے مال کے ایک حصے کا جو شرع نے مقرر کیا ہے، مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے اور وہ فقیر نہ ہاشمی ہو، نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام اور اپنا نفع اُس سے بالکل جدا کر لے۔ (1)

مسئلہ ۱: زکات فرض ہے، اُس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہ گار و مردود الشہادۃ ہے۔ (2)

مسئلہ ۲: مباح کر دینے سے زکات ادا نہ ہوگی، مثلاً فقیر کو بہ نیت زکات کھانا کھلا دیا زکات ادا نہ ہوئی کہ مالک کر دینا نہیں پایا گیا، ہاں اگر کھانا دے دیا کہ چاہے کھائے یا لے جائے تو ادا ہوگئی۔ یوہیں بہ نیت زکاۃ فقیر کو کپڑا دے دیا یا پہنا دیا ادا ہوگئی۔ (3)

مسئلہ ۳: فقیر کو بہ نیت زکات مکان رہنے کو دیا زکات ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا۔ (4)

مسئلہ ۴: مالک کرنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ پھینک دے یا دھوکہ کھائے ورنہ ادا نہ ہوگی، مثلاً نہایت چھوٹے بچہ یا پاگل کو دینا اور اگر بچہ کو اتنی عقل نہ ہو تو اُس کی طرف سے اس کا باپ جو فقیر ہو یا وصی یا جس کی نگرانی میں ہے قبضہ کریں۔ (5)

مسئلہ ۵: زکات واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

---

(1) "تنویر الأبصار"، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۰۳ . ۲۰۶

(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۰

(3) "الدر المختار" معه "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۰٤

(4) "الدر المختار"، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۰٥

(5) "الدر المختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۰٤

(۱) مسلمان ہونا۔

کافر پر زکات واجب نہیں یعنی اگر کوئی کافر مسلمان ہوا تو اُسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ زمانہ کفر کی زکاۃ ادا کرے۔[1] معاذ اللہ کوئی مرتد ہو گیا تو زمانہ اسلام میں جو زکات نہیں دی تھی ساقط ہو گئی۔[2]

مسئلہ۶: کافر دارالحرب میں مسلمان ہوا اور وہیں چند برس تک اقامت کی پھر دارالاسلام میں آیا، اگر اس کو معلوم تھا کہ مالدار مسلمان پر زکات واجب ہے، تو اُس زمانہ کی زکات واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر دارالاسلام میں مسلمان ہوا اور چند سال کی زکات نہیں دی تو ان کی زکات واجب ہے، اگرچہ کہتا ہو کہ مجھے فرضیتِ زکات کا علم نہیں کہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں۔[3]

(۲) بلوغ۔

(۳) عقل، نابالغ پر زکات واجب نہیں اور جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکات واجب نہیں اور اگر سال کے اوّل آخر میں افاقہ ہوتا ہے، اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گزرتا ہے تو واجب ہے، اور جنون اگر اصلی ہو یعنی جنون ہی کی حالت میں بلوغ ہوا تو اس کا سال ہوش آنے سے شروع ہوگا۔ یوہیں اگر عارضی ہے مگر پورے سال کو گھیر لیا تو جب افاقہ ہوگا اس وقت سے سال کی ابتدا ہوگی۔[4]

مسئلہ۷: بوہرے پر زکات واجب نہیں، جب کہ اسی حالت میں پورا سال گزرے اور اگر کبھی کبھی اُسے افاقہ بھی ہوتا ہے تو واجب ہے۔ جس پر غشی طاری ہوئی اس پر زکاۃ واجب

---

(1) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في احكام المعتوه، ج۳،ص ۲۰۷

(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة،الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱

(3) "الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۱، وغيره

(4) "الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۲ و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في احكام المعتوه، ج۳، ص۲۰۷

ہے، اگرچہ غشی کامل سال بھر تک ہو۔[1]

❹ آزاد ہونا۔

غلام پر زکات واجب نہیں، اگرچہ ماذون ہو (اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو) یا مکاتب (وہ غلام جس کا آقا مال کی ایک مقدار مقرر کرکے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کردے تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کرلے) یا ام ولد (وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے) یا مُستسعے ا (غلام مشترک جس کو ایک شریک نے آزاد کردیا اور چونکہ وہ مالدار نہیں ہے، اس وجہ سے باقی شریکوں کے حصے کما کر پورے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا)۔[2]

مسئلہ ۸: ماذون غلام نے جو کچھ کمایا ہے اس کی زکات نہ اُس پر ہے نہ اُس کے مالک پر، ہاں جب مالک کو دے دیا تو اب ان برسوں کی بھی زکات مالک ادا کرے، جب کہ غلام ماذون دَین میں مستغرق نہ ہو، ورنہ اس کی کمائی پر مطلقاً زکات واجب نہیں، نہ مالک کے قبضہ کرنے کے پہلے نہ بعد۔[3]

مسئلہ ۹: مکاتب نے جو کچھ کمایا اس کی زکات واجب نہیں نہ اس پر نہ اس کے مالک پر، جب مالک کو دے دے اور سال گذر جائے، اب بشرائط زکات مالک پر واجب ہوگی اور گذشتہ برسوں کی واجب نہیں۔[4]

❺ **مال بقدر نصاب اُس کی مِلک میں ہونا، اگر نصاب سے کم ہے تو زکات واجب نہ ہوئی۔**[5]

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في احكام المعتوه، ج٣، ص٢٠٧ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٢

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧١،

(3)"ردالمحتار"،كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢١٤

(4)المرجع السابق

(5)'الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٢

❻ پورے طور پر اُس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو۔[1]

مسئلہ ۱۰: جو مال گم گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مدیُون نے دَین سے انکار کر دیا اور اُس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اُس زمانہ کی زکات واجب نہیں۔[2]

مسئلہ ۱۱: اگر دین ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا میں دیر کرتا ہے یا نادار ہے یا قاضی کے یہاں اس کے مفلس ہونے کا حکم ہو چکا یا وہ منکر ہے، مگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تو جب مال ملے گا، سالہائے گزشتہ کی بھی زکات واجب ہے۔[3]

مسئلہ ۱۲: چَرائی کا جانور اگر کسی نے غصب کیا، اگرچہ وہ اقرار کرتا ہو تو ملنے کے بعد بھی اس زمانہ کی زکات واجب نہیں۔[4]

مسئلہ ۱۳: غصب کیے ہوئے کی زکات غاصب پر واجب نہیں کہ یہ اس کا مال ہی نہیں، بلکہ غاصب پر یہ واجب ہے کہ جس کا مال ہے اُسے واپس دے اور اگر غاصب نے اُس مال کو اپنے مال میں خلط کر دیا کہ تمیز ناممکن ہو اور اس کا اپنا مال بقدر نصاب ہے تو مجموع پر زکات واجب ہے۔[5]

مسئلہ ۱۴: ایک نے دوسرے کے مثلاً ہزار روپے غصب کر لیے پھر وہی روپے اُس سے کسی اور نے غصب کر کے خرچ کر ڈالے اور ان دونوں غاصبوں کے پاس ہزار ہزار روپے

---

(1) المرجع السابق
(2) "الدر المختار"،كتاب الزكاة، ج٣، ص٢١٨
(3) "تنوير الأبصار"،كتاب الزكاة، ج٣، ص٢١٩
(4) "الفتاوى الخانية،كتاب الزكاة، ج١، ص١٢٤
(5) "ردالمحتار"،كتاب الزكاة، مطلب فيما لو صادر السلطان رجلا...إلخ، ج٣،ص٢٥٩

اپنی ملک کے ہیں توغاصب اوّل پر زکات واجب ہے دوسرے پر نہیں۔[1]

مسئلہ ۱۵: شے مرہُون (جو چیز گروی رکھی گئی ہے) کی زکات نہ مرتہن (جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی ہو) پر ہے، نہ راہن (گروی رکھنے والا) پر، مرتہن تو مالک ہی نہیں اور راہن کی ملک تام نہیں کہ اس کے قبضہ میں نہیں اور بعد رہن چھڑانے کے بھی ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں۔[2]

مسئلہ ۱۶: جو مال تجارت کے لیے خریدا اور سال بھر تک اس پر قبضہ نہ کیا تو قبضہ کے قبل مشتری پر زکات واجب نہیں اور قبضہ کے بعد اس سال کی بھی زکات واجب ہے۔[3]

۷ نصاب کا دَین سے فارغ ہونا۔

مسئلہ ۱۷: نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دَین ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتی تو زکات واجب نہیں، خواہ وہ دَین بندہ کا ہو، جیسے قرض، زرثمن (کسی خریدی گئی چیز کے دام) کسی چیز کا تاوان یا اللہ عزوجل کا دَین ہو، جیسے زکات، خراج مثلاً کوئی شخص صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور دو سال گذر گئے کہ زکات نہیں دی تو صرف پہلے سال کی زکات واجب ہے دوسرے سال کی نہیں کہ پہلے سال کی زکات اس پر دَین ہے اس کے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتی، لہٰذا دوسرے سال کی زکات واجب نہیں۔ یوہیں اگر تین سال گذر گئے، مگر تیسرے میں ایک دن باقی تھا کہ پانچ درم اور حاصل ہوئے جب بھی پہلے ہی سال کی زکات واجب ہے کہ دوسرے اور تیسرے سال میں زکات نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں، ہاں جس دن کہ وہ پانچ درم حاصل ہوئے اس دن سے ایک سال تک اگر نصاب باقی رہ جائے تو اب اس سال کے پورے ہونے پر زکات واجب ہوگی۔ یوہیں اگر نصاب کا مالک تھا اور سال تمام پر

---

(1) "الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٣

(2) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، ج٣، ص٢١٤

(3) 'الدرالمختار و ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢١٥

زکات نہ دی پھر سارے مال کو ہلاک کر دیا پھر اور مال حاصل کیا کہ یہ بقدر نصاب ہے، مگر سال اوّل کی زکات جو اس کے ذمے دَین ہے اس میں سے نکالیں تو نصاب باقی نہیں رہتی تو اس نئے سال کی زکات واجب نہیں اور اگر اُس پہلے مال کو اُس نے قصداً ہلاک نہ کیا، بلکہ بلاقصد ہلاک ہو گیا تو اُس کی زکات جاتی رہی، لہٰذا اس کی زکات دَین نہیں تو اس صورت میں اس نئے سال کی زکات واجب ہے۔ (۱)

مسئلہ ۱۸: اگر خود مدیُون (مقروض) نہیں مگر مدیُون کا کفیل (مقروض کا ضامن) ہے اور کفالت کے روپے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتی، زکات واجب نہیں، مثلاً زید کے پاس ہزار روپے ہیں اور عمرو نے کسی سے ہزار قرض لیے اور زید نے اس کی کفالت کی تو زید پر اس صورت میں زکات واجب نہیں کہ زید کے پاس اگرچہ روپے ہیں مگر عمرو کے قرض میں مستغرق ہیں کہ قرض خواہ کو اختیار ہے زید سے مطالبہ کرے اور روپے نہ ملنے پر یہ اختیار ہے کہ زید کو قید کرا دے تو یہ روپے دَین میں مستغرق ہیں، لہٰذا زکات واجب نہیں اور اگر عمرو کی دس شخصوں نے کفالت کی اور سب کے پاس ہزار ہزار روپے ہیں جب بھی ان میں کسی پر زکات واجب نہیں کہ قرض خواہ ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہے اور بصورت نہ ملنے کے جس کو چاہے قید کرا دے۔ (۲)

مسئلہ ۱۹: جو دَین میعادی ہو وہ مذہب صحیح میں وجوب زکات کا مانع نہیں۔ (۳)

چوں کہ عادۃً دَینِ مہر کا مطالبہ نہیں ہوتا، لہٰذا اگرچہ شوہر کے ذمہ کتنا ہی دَینِ مہر ہو جب وہ

---

(1)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٢.١٧٤و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب: الفرق بين السبب والشرط والعلة، ج٣، ص٢١٠

(2)"ردالمحتار"،كتاب الزكاة، مطلب:الفرق بين السبب والشرط والعلة،ج٣، ص٢١٠

(3)المرجع السابق، ص٢١١

مالکِ نصاب ہے، زکات واجب ہے۔[1] خصوصاً مہر مؤخر جو عام طور پر یہاں رائج ہے جس کی ادا کی کوئی میعاد معیّن نہیں ہوتی، اس کے مطالبہ کا تو عورت کو اختیار ہی نہیں، جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو۔

مسئلہ ۲۰: عورت کا نفقہ شوہر پر دَین نہیں قرار دیا جائے گا جب تک قاضی نے حکم نہ دیا ہو یا دونوں نے باہم کسی مقدار پر تصفیہ نہ کر لیا ہو اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو ساقط ہو جائے گا شوہر پر اس کا دینا واجب نہ ہوگا، لہٰذا مانع زکات نہیں۔ عورت کے علاوہ کسی رشتہ دار کا نفقہ اس وقت دَین ہے جب ایک مہینہ سے کم زمانہ گزرا ہو یا اُس رشتہ دار نے قاضی کے حکم سے قرض لیا اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو ساقط ہے اور مانع زکات نہیں۔[2]

مسئلہ ۲۱: دَین اس وقت مانع زکات ہے جب زکات واجب ہونے سے پہلے کا ہو اور اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہوا تو زکات پر اس دَین کا کچھ اثر نہیں۔[3]

مسئلہ ۲۲: جس دَین کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا اس جگہ اعتبار نہیں یعنی وہ مانع زکات نہیں مثلاً نذر و کفارہ و صدقہ فطر و حج و قربانی کہ اگر ان کے مصارف نصاب سے نکالیں تو اگرچہ نصاب باقی نہ رہے زکات واجب ہے، عشر و خراج واجب ہونے کے لیے دین مانع نہیں یعنی اگرچہ مدیُون ہو، یہ چیزیں اس پر واجب ہو جائیں گی۔[4]

مسئلہ ۲۳: جو دَین اثنائے سال میں عارض ہوا یعنی شروع سال میں مدیُون نہ تھا پھر مدیُون

---

(1)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١،ص١٧٣

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٣ و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب: الفرق بين السبب والشرط والعلة، ج٣، ص٢١١

(3)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب: الفرق بين السبب والشرط والعلة، ج٣، ص٢١٠ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٣

(4)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب: الفرق بين السبب والشرط والعلة، ج٣، ص٢١١

ہو گیا پھر سال تمام پر علاوہ دَین کے نصاب کا مالک ہو گیا تو زکات واجب ہو گئی، اس کی صورت یہ ہے کہ فرض کرو قرض خواہ نے قرض معاف کر دیا تو اب چونکہ اس کے ذمے دَین نہ رہا اور سال بھی پورا ہو چکا ہے، لہٰذا واجب ہے کہ ابھی زکات دے، یہ نہیں کہ اب سے ایک سال گزرنے پر زکات واجب ہو گی اور اگر شروع سال سے مدیُون تھا اور سال تمام پر معاف کیا تو ابھی زکات واجب نہ ہو گی بلکہ اب سے سال گزرنے پر۔ [1]

مسئلہ ۲۴: ایک شخص مدیُون ہے اور چند نصاب کا مالک کہ ہر ایک سے دَین ادا ہو جاتا ہے، مثلاً اس کے پاس روپے اشرفیاں بھی ہیں، تجارت کے اسباب بھی، چرائی کے جانور بھی تو روپے اشرفیاں دَین کے مقابل سمجھے اور اور چیزوں کی زکات دے اور اگر روپے اشرفیاں نہ ہوں اور چرائی کے جانوروں کی چند نصابیں ہوں، مثلاً چالیس بکریاں ہیں اور تیس گائیں اور پانچ اونٹ تو جس کی زکات میں اسے آسانی ہو، اُس کی زکات دے اور دوسرے کو دَین میں سمجھے تو اُس صورتِ مذکورہ میں اگر بکریوں یا اونٹوں کی زکاۃ دے گا تو ایک بکری دینی ہو گی اور گائے کی زکات میں سال بھر کا بچھڑا اور ظاہر ہے کہ ایک بکری دینا بچھڑا دینے سے آسان ہے، لہٰذا بکری دے سکتا ہے اور اگر برابر ہوں تو اسے اختیار ہے۔ مثلاً پانچ اونٹ ہیں اور چالیس بکریاں دونوں کی زکات ایک بکری ہے، اُسے اختیار ہے جسے چاہے دَین کے لیے سمجھے اور جس کی چاہے زکات دے اور یہ سب تفصیل اُس وقت ہے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی زکاتوصول کرنے والا آئے، ورنہ اگر بطور خود دینا چاہتا ہے تو ہر صورت میں اختیار ہے۔ [2]

مسئلہ ۲۵: اس پر ہزار روپے قرض ہیں اور اس کے پاس ہزار روپے ہیں اور ایک مکان اور خدمت کے لیے ایک غلام تو زکات واجب نہیں، اگرچہ مکان و غلام دس ہزار روپے کی قیمت کے ہوں کہ یہ چیزیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور جب روپے موجود ہیں تو قرض کے لیے

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢١٥،

(2)"الدرالمختار"،"ردالمحتار"،كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء،ج٣،ص٢١٦

روپے قرار دیے جائیں گے نہ کہ مکان وغلام۔[1]

⑧ نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو۔[2]

مسئلہ۲۶: حاجت اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکاۃ واجب نہیں، جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے لونڈی غلام، آلات حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہلِ علم کے لیے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلّہ۔[3]

مسئلہ۲۷: ایسی چیز خریدی جس سے کوئی کام کرے گا اور کام میں اس کا اثر باقی رہے گا، جیسے چمڑا پکانے کے لیے مازو (ایک دوا کا نام) اور تیل وغیرہ اگر اس پر سال گزر گیا زکات واجب ہے۔ یوہیں رنگریز نے اُجرت پر کپڑا رنگنے کے لیے کسم، زعفران خریدا تو اگر بقدر نصاب ہے اور سال گزر گیا زکاۃ واجب ہے۔ پُڑیا وغیرہ رنگ کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس کا اثر باقی نہیں رہے گا، جیسے صابون تو اگرچہ بقدر نصاب ہو اور سال گزر جائے زکات واجب نہیں۔[4]

مسئلہ۲۸: عطر فروش نے عطر بیچنے کے لیے شیشیاں خریدیں، ان پر زکات واجب ہے۔[5]

مسئلہ۲۹: خرچ کے لیے روپے کے پیسے لیے تو یہ بھی حاجت اصلیہ میں ہیں۔ حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کے روپے رکھے ہیں تو سال میں جو کچھ خرچ کیا کیا اور جو باقی رہے اگر بقدر نصاب ہیں تو ان کی زکات واجب ہے، اگرچہ اسی نیّت سے رکھے ہیں کہ آئندہ حاجتِ اصلیہ ہی

---

(1)"الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۳

(2)المرجع السابق، ص۱۷۲

(3)"الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۲ و "ردالمحتار"، کتاب الزکاة، مطلب في زکاة ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۱۲

(4)"الفتاوی الهندیة"،کتاب الزکاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷

(5)"ردالمحتار"، کتاب الزکاة، مطلب في زکاة ثمن المبیع وفاء،ج۳، ص۲۱۸

میں صَرف ہوں گے اور اگر سال تمام کے وقت حاجتِ اصلیہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو زکات واجب نہیں۔ (۱)

مسئلہ ۳۰: اہلِ علم کے لیے کتابیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور غیر اہل کے پاس ہوں، جب بھی کتابوں کی زکات واجب نہیں جب کہ تجارت کے لیے نہ ہوں، فرق اتنا ہے کہ اہلِ علم کے پاس ان کتابوں کے علاوہ اگر مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکات لینا جائز ہے اور غیر اہلِ علم کے لیے ناجائز، جب کہ دو سو درم قیمت کی ہوں۔ اہل وہ ہے جسے پڑھنے پڑھانے یا تصحیح کے لیے ان کتابوں کی ضرورت ہو۔ کتاب سے مراد مذہبی کتاب فقہ و تفسیر و حدیث ہے، اگر ایک کتاب کے چند نسخے ہوں تو ایک سے زائد جتنے نسخے ہوں اگر دو سو درم کی قیمت کے ہوں تو اس اہل کو بھی زکات لینا ناجائز ہے، خواہ ایک ہی کتاب کے زائد نسخے اس قیمت کے ہوں یا متعدّد کتابوں کے زائد نسخے مل کر اس قیمت کے ہوں۔ (۲)

مسئلہ ۳۱: حافظ کے لیے قرآن مجید حاجت اصلیہ سے نہیں اور غیر حافظ کے لیے ایک سے زیادہ حاجت اصلیہ کے علاوہ ہے یعنی اگر مصحف شریف دو سو درم قیمت کا ہو تو زکات لینا جائز نہیں۔ (۳)

مسئلہ ۳۲: طبیب کے لیے طب کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں ہیں، جب کہ مطالعہ میں رکھتا ہو یا اُسے دیکھنے کی ضرورت پڑے، نحو و صرف و نجوم اور دیوان اور قصے کہانی کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں نہیں، اصول فقہ و علم کلام و اخلاق کی کتابیں جیسے احیاء العلوم و کیمیائے سعادت وغیرہما حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔ (۴)

مسئلہ ۳۳: کفار اور بدمذہبوں کے رد اور اہلِ سنت کی تائید میں جو کتابیں ہیں وہ حاجتِ

---

(1) المرجع السابق، ص۲۱۳

(2) الدر المختار و ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۱۷

(3) "الجوهرة النيرة"، کتاب الزکاۃ، ص۱٤۸ و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۱۷

(4) "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۱۷

اصلیہ سے ہیں۔ یوہیں عالم اگر بدمذہب وغیرہ کی کتابیں اس لیے رکھے کہ اُن کا رد کریگا تو یہ بھی حاجتِ اصلیہ میں ہیں اور غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

⑨ مال نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً یعنی اگر بڑھانا چاہے تو بڑھائے یعنی اُس کے یا اُس کے نائب کے قبضہ میں ہو، ہر ایک کی دو صورتیں ہیں وہ اسی لیے پیدا ہی کیا گیا ہو اسے خلقی کہتے ہیں، جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی لیے پیدا ہوئے کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں یا اس لیے مخلوق تو نہیں، مگر اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے، اسے فعلی کہتے ہیں۔ سونے چاندی کے علاوہ سب چیزیں فعلی ہیں کہ تجارت سے سب میں نُمو ہوگا۔ (زیادتی ہوگی) سونے چاندی میں مطلقاً زکات واجب ہے، جب کہ بقدر نصاب ہوں اگرچہ دفن کرکے رکھے ہوں، تجارت کرے یا نہ کرے اور ان کے علاوہ باقی چیزوں پر زکات اس وقت واجب ہے کہ تجارت کی نیّت ہو یا چرائی پر چھوٹے جانور وبس، خلاصہ یہ کہ زکات تین قسم کے مال پر ہے۔

① ثمن یعنی سونا چاندی۔ ② مال تجارت۔

③ سائمہ یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔ [1]

مسئلہ ۳۴: نیّت تجارت کبھی صراحۃً ہوتی ہے کبھی دلالۃً صراحۃً یہ کہ عقد کے وقت ہی نیّت تجارت کرلی خواہ وہ عقد خریداری ہو یا اجارہ، ثمن روپیہ اشرفی ہو یا اسباب میں سے کوئی شے دلالۃً کی صورت یہ ہے کہ مال تجارت کے بدلے کوئی چیز خریدی یا مکان جو تجارت کے لیے ہے اس کو کسی اسباب کے بدلے کرایہ پر دیا تو یہ اسباب اور وہ خریدی ہوئی چیز تجارت کے لیے ہیں اگرچہ صراحۃً تجارت کی نیّت نہ کی۔ یوہیں اگر کسی سے کوئی چیز تجارت کے لیے قرض لی تو یہ بھی تجارت کے لیے ہے، مثلاً دو سو درم کا مالک ہے اور من بھر گیہوں قرض لیے تو اگر تجارت کے لیے نہیں لیے تو زکات واجب نہیں کہ گیہوں کے دام انھیں دو سو سے مُجرا کیے جائیں گے تو

---

(1) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ۱۷٤ و "الفتاوى الرضوية"، ج۱۰، ص۱٦۱

نصاب باقی نہ رہی اور اگر تجارت کے لیے لیے تو زکات واجب ہوگی کہ اُن گیہوں کی قیمت دو سو پر اضافہ کریں اور مجموعہ سے قرض مُجرا کریں تو دو سو سالم رہے لہٰذا زکات واجب ہوئی۔[1]

مسئلہ ۳۵: جس عقد میں تبادلہ ہی نہ ہو جیسے ہبہ، وصیت، صدقہ یا تبادلہ ہو مگر مال سے تبادلہ نہ ہو جیسے مہر، بدل خلع (وہ مال جس کے بدلے میں نکاح زائل کیا جائے) بدلِ عتق (وہ مال جس کے بدلے میں غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے) ان دونوں قسم کے عقد کے ذریعہ سے اگر کسی چیز کا مالک ہوا تو اس میں نیّت تجارت صحیح نہیں یعنی اگرچہ تجارت کی نیّت کرے، زکاۃ واجب نہیں۔ یوہیں اگر ایسی چیز میراث میں ملی تو اس میں بھی نیّت تجارت صحیح نہیں۔[2]

مسئلہ ۳۶: مورث کے پاس تجارت کا مال تھا، اس کے مرنے کے بعد وارثوں نے تجارت کی نیّت کی تو زکات واجب ہے۔ یوہیں چرائی کے جانور وراثت میں ملے، زکات واجب ہے چرائی پر رکھنا چاہتے ہوں یا نہیں۔[3]

مسئلہ ۳۷: نیّت تجارت کے لیے یہ شرط ہے کہ وقت عقد نیّت ہو، اگرچہ دلالۃً تو اگر عقد کے بعد نیّت کی زکات واجب نہ ہوئی۔ یوہیں اگر رکھنے کے لیے کوئی چیز لی اور یہ نیّت کی کہ نفع ملے گا تو بیچ ڈالوں گا تو زکات واجب نہیں۔[4]

مسئلہ ۳۸: تجارت کے لیے غلام خریدا تھا پھر خدمت لینے کی نیّت کر لی پھر تجارت کی نیّت کی تو تجارت کا نہ ہوگا جب تک ایسی چیز کے بدلے نہ بیچے جس میں زکات واجب ہوتی ہے۔[5]

---

(1)"الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٤ و "الدرالمختار"، و "ردالمحتار"،كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢١.

(2)"الفتاوی الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٤

(3)المرجع السابق

(4)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، ج٣، ص٢٣١

(5)المرجع السابق، ص٢٢٨

مسئلہ ۳۹: موتی اور جواہر پر زکات واجب نہیں، اگرچہ ہزاروں کے ہوں۔ ہاں اگر تجارت کی نیّت سے لیے تو واجب ہوگئی۔[1]

مسئلہ ۴۰: زمین سے جو پیداوار ہوئی اس میں نیّت تجارت سے زکات واجب نہیں، زمین عشری ہو یا خراجی، اس کی مِلک ہو یا عاریت یا کرایہ پر لی ہو، ہاں اگر زمین خراجی ہو اور عاریت یا کرایہ پر لی اور بیج وہ ڈالے جو تجارت کے لیے تھے تو پیداوار میں تجارت کی نیّت صحیح ہے۔[2]

مسئلہ ۴۱: مضارب[3] مالِ مضاربت سے جو کچھ خریدے، اگرچہ تجارت کی نیّت نہ ہو، اگرچہ اپنے خرچ کرنے کے لیے خریدے، اس پر زکات واجب ہے یہاں تک کہ اگر مالِ مضاربت سے غلام خریدے۔ پھر ان کے پہننے کو کپڑا اور کھانے کے لیے غلّہ وغیرہ خریدا تو یہ سب کچھ تجارت ہی کے لیے ہیں اور سب کی زکات واجب۔[4]

⑩ سال گزرنا، سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے، مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکات واجب ہے۔[5]

مسئلہ ۴۲: مال تجارت یا سونے چاندی کو درمیان سال میں اپنی جنس (سونا، چاندی تو مطلقاً یہاں ایک ہی جنس ہیں۔ یوہیں ان کے زیور، برتن وغیرہ اسباب، بلکہ مال تجارت بھی انہیں کی جنس سے شمار ہوگا، اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ اس کی زکات بھی چاندی سونے سے قیمت لگا

---

(1) "تنویر الأبصار" و "الدرالمختار"، کتاب الزکاة، ج۳، ص۲۳۰

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاة، باب في زکاة ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۲

(3) مضاربت، تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام اور منافع میں دونوں شریک. کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو کچھ دیا اسے راس المال (مالِ مضاربت) کہتے ہیں

(4) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الزکاة، مطلب في زکاة ثمن المبیع وفاء، ج۳، ص۲۲۱

(5) "الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۵

کر دی جاتی ہے) یا غیر جنس سے بدل لیا تو اس کی وجہ سے سال گزرنے میں نقصان نہ آیا اور اگر چرائی کے جانور بدل لیے تو سال کٹ گیا یعنی اب سال اس دن سے شمار کریں گے جس دن بدلا ہے۔ (1)

مسئلہ ۴۳: جو شخص مالک نصاب ہے اگر درمیان سال میں کچھ اور مال اسی جنس کا حاصل کیا تو اُس نئے مال کا جدا سال نہیں، بلکہ پہلے مال کا ختم سال اُس کے لیے بھی سال تمام ہے، اگرچہ سال تمام سے ایک ہی منٹ پہلے حاصل کیا ہو، خواہ وہ مال اُس کے پہلے مال سے حاصل ہوا یا میراث و ہبہ یا اور کسی جائز ذریعہ سے ملا ہو اور اگر دوسری جنس کا ہے مثلاً پہلے اُس کے پاس اونٹ تھے اور اب بکریاں ملیں تو اس کے لیے جدید سال شمار ہوگا۔ (2)

مسئلہ ۴۴: مالک نصاب کو درمیان سال میں کچھ مال حاصل ہوا اور اس کے پاس دو نصابیں ہیں اور دونوں کا جُدا جُدا سال ہے تو جو مال درمیان سال میں حاصل ہوا اُسے اس کے ساتھ ملائے، جس کی زکات پہلے واجب ہو مثلاً اس کے پاس ایک ہزار روپے ہیں اور سائمہ کی قیمت جس کی زکات دے چکا تھا کہ دونوں ملائے نہیں جائیں گے، اب درمیان سال میں ایک ہزار روپے اور حاصل کیے تو ان کا سال تمام اس وقت ہے جب ان دونوں میں پہلے کا ہو۔ (3)

مسئلہ ۴۵: اس کے پاس چرائی کے جانور تھے اور سال تمام پر ان کی زکاۃ دی پھر انھیں روپوں سے بیچ ڈالا اور اُس کے پاس پہلے سے بھی بقدر نصاب روپے ہیں جن پر نصف سال گزرا ہے تو یہ روپے اُن روپوں کے ساتھ نہیں ملائے جائیں گے، بلکہ اُن کے لیے اُس وقت سے نیا سال شروع ہوگا یہ اس وقت ہے کہ یہ ثمن کے روپے بقدر نصاب ہوں، ورنہ بالاجماع انھیں کے ساتھ ملائیں یعنی اُن کی زکات انھیں روپوں کے ساتھ دی جائے۔ (4)

---

(1)"الفتاوی الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٥

(2)"الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، باب الزكاة الخيل، ص١٥٥

(3)"الدرالمختار"، كتاب الزكاۃ، ج٣، ص٢٥٥

(4)"الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة،الباب الأول، ج١، ص١٧٥

مسئلہ ۴۶: سال تمام سے پیشتر اگر سائمہ کو روپے کے بدلے بیچا تو اب ان روپوں کو اُن رُوپوں کے ساتھ ملالیں گے جو پیش تر سے اُس کے پاس بقدر نصاب موجود ہیں یعنی ان کے سال تمام پر ان کی بھی زکات دی جائے، ان کے لیے نیا سال شروع نہ ہوگا۔ یوہیں اگر جانور کے بدلے بیچا تو اس جانور کو اس جانور کے ساتھ ملائے، جو پیش تر سے اس کے پاس ہے اگر سائمہ کی زکات دے دی پھر اسے سائمہ نہ رکھا پھر بیچ ڈالا تو ثمن کو اگلے مال کے ساتھ ملادیں گے۔[1]

مسئلہ ۴۷: اونٹ، گائے، بکری میں ایک کو دوسرے کے بدلے سال تمام سے پہلے بیچا تو اب سے اُن کے لیے نیا سال شروع ہوگا۔ یوہیں اگر اور چیز کے بدلے بہ نیّت تجارت بیچا تو اب سے ایک سال گزرنے پر زکات واجب ہوگی اور اگر اپنی جنس کے بدلے بیچا یعنی اونٹ کو اونٹ اور گائے کو گائے کے بدلے جب بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد سال تمام بیچا تو زکات واجب ہو چکی اور وہ اُس کے ذمہ ہے۔[2]

مسئلہ ۴۸: درمیان سال میں سائمہ کو بیچا تھا اور سال تمام سے پہلے عیب کی وجہ سے خریدار نے واپس کر دیا تو اگر قاضی کے حکم سے واپسی ہوئی تو نیا سال شروع نہ ہوگا، ورنہ اب سے سال شروع کیا جائے اور اگر ہبہ کر دیا تھا پھر سال تمام سے پہلے واپس کر لیا تو نیا سال لیا جائے گا، قاضی کے فیصلہ سے واپسی ہو یا بطور خود۔[3]

مسئلہ ۴۹: اُس کے پاس خراجی زمین تھی، خراج ادا کرنے کے بعد بیچ ڈالی تو ثمن کو اصل نصاب کے ساتھ ملادیں گے۔[4]

مسئلہ ۵۰: اس کے پاس روپے ہیں جن کی زکات دے چکا ہے پھر اُن سے چرائی کے جانور خریدے اور اس کے یہاں اس جنس کے جانور پہلے سے موجود ہیں تو اُن کو ان کے

---

(1) المرجع السابق

(2) "الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، باب زكاة، الابل، ص۱۵۰

(3) المرجع السابق

(4) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۵

ساتھ نہ ملائیں گے۔[1]

مسئلہ ۵۱: کسی نے اسے چار ہزار روپے بطور ہبہ دیے اور سال پورا ہونے سے پہلے ہزار روپے اور حاصل کیے پھر ہبہ کرنے والے نے اپنے دیے ہوئے روپے حکم قاضی سے واپس لے لیے تو ان جدید روپوں کی بھی اس پر زکات واجب نہیں جب تک ان پر سال نہ گزر لے۔[2]

مسئلہ ۵۲: کسی کے پاس تجارت کی بکریاں ہیں، جن کی قیمت دو سو درم ہے اور سال تمام سے پہلے ایک بکری مرگئی، سال پورا ہونے سے پہلے اُس نے اس کی کھال نکال کر پکالی تو زکات واجب ہے۔[3] یعنی جب کہ وہ کھال نصاب کو پورا کرے۔

زکات کس طرح ادا ہوتی ہے اور کس طرح نہیں:

مسئلہ ۵۳: زکات دیتے وقت یا زکات کے لیے مال علیحدہ کرتے وقت نیت زکات شرط ہے۔ نیّت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکات ہے۔[4]

مسئلہ ۵۴: سال بھر تک خیرات کرتا رہا، اب نیّت کی کہ جو کچھ دیا ہے زکات ہے تو ادا نہ ہوئی۔[5]

مسئلہ ۵۵: ایک شخص کو وکیل بنایا اُسے دیتے وقت تو نیّت زکات نہ کی، مگر جب وکیل نے فقیر کو دیا اس وقت مؤکل نے نیّت کر لی ہو گئی۔[6]

مسئلہ ۵۶: دیتے وقت نیّت نہیں کی تھی، بعد کو کی تو اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے

(1) المرجع السابق

(2) "الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج۱، ص۱۷۵ . ۱۷٦

(3) المرجع السابق، ص۱۷٦

(4) المرجع السابق، ص۱۷۰

(5) المرجع السابق، ص۱۷۱

(6) المرجع السابق

یعنی اسکی ملک میں ہے تو یہ نیّت کافی ہے ورنہ نہیں۔ [1]

مسئلہ ۵۷: زکات دینے کے لیے وکیل بنایا اور وکیل کو بہ نیّت زکات مال دیا مگر وکیل نے فقیر کو دیتے وقت نیّت نہیں کی ادا ہوگئی۔ یوہیں زکات کا مال ذمّی کو دیا کہ وہ فقیر کو دے دے اور ذمّی کو دیتے وقت نیّت کرلی تھی تو یہ نیّت کافی ہے۔ [2]

مسئلہ ۵۸: وکیل کو دیتے وقت کہا نفل صدقہ یا کفارہ ہے مگر قبل اس کے کہ وکیل فقیروں کو دے، اُس نے زکات کی نیّت کرلی تو زکاتہی ہے، اگرچہ وکیل نے نفل یا کفارہ کی نیّت سے فقیر کو دیا ہو۔ [3]

مسئلہ ۵۹: ایک شخص چند زکات دینے والوں کا وکیل ہے اور سب کی زکات ملا دی تو اُسے تاوان دینا پڑے گا اور جو کچھ فقیروں کو دے چکا ہے وہ تبرع ہے یعنی نہ مالکوں سے اس کا معاوضہ پائے گا نہ فقیروں سے، البتہ اگر فقیروں کو دینے سے پہلے مالکوں نے ملانے کی اجازت دے دی تو تاوان اس کے ذمہ نہیں۔ یوہیں اگر فقیروں نے بھی اسے زکات لینے کا وکیل کیا اور اُس نے ملا دیا تو تاوان اس پر نہیں مگر اس وقت یہ ضرور ہے کہ اگر ایک فقیر کا وکیل ہے اور چند جگہ سے اسے اتنی زکات ملی کہ مجموعہ بقدر نصاب ہے تو اب جو جان کر زکات دے اس کی زکات ادا نہ ہوگی یا چند فقیروں کا وکیل ہے اور زکات اتنی ملی کہ ہر ایک کا حصہ نصاب کی قدر ہے تو اب اس وکیل کو زکاۃ دینا جائز نہیں مثلاً تین فقیروں کا وکیل ہے اور چھ سو درم ملے کہ ہر ایک کا حصہ دو سو ہوا جو نصاب ہے اور چھ سو سے کم ملا تو کسی کو نصاب کی قدر نہ ملا اور اگر ہر ایک فقیر نے اسے علیحدہ علیحدہ وکیل بنایا تو مجموعہ نہیں دیکھا جائے گا، بلکہ ہر ایک کو جو ملا ہے وہ دیکھا جائے گا اور اس صورت میں بغیر فقیروں کی اجازت کے ملانا جائز نہیں اور ملا دے گا جب بھی زکات ادا ہو جائیگی اور فقیروں کو تاوان دے گا اور اگر فقیروں کا وکیل نہ ہو تو اسے دے سکتے ہیں اگرچہ کتنی

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۲۲

(2)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، ج۳، ص۲۲۲

(3)الدرالمختار و ردالمحتار،كتاب الزكاة،مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء،ج۳،ص۲۲۳

ہی نصابیں اُس کے پاس جمع ہوگئیں۔ [1]

مسئلہ ۶۰: چند اوقاف کے متولی کو ایک کی آمدنی دوسری میں ملانا جائز نہیں۔ یوہیں دلال کو زرِ ثمن یا مبیع کا خلط (دلال کو خریدی گئی چیز کی قیمت یا خریدی گئی چیز کا ملانا) جائز نہیں۔ یوہیں اگر چند فقیروں کے لیے سوال کیا تو جو ملا بے اُن کی اجازت کے خلط کرنا جائز نہیں۔ یوہیں آٹا پیسنے والے کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں کے گیہوں ملا دے، مگر جہاں ملا دینے پر عرف جاری ہو تو ملا دینا جائز ہے اور ان سب صورتوں میں تاوان دے گا۔ [2]

مسئلہ ۶۱: اگر مؤکلوں (وکیل کرنے والوں) نے صراحۃً ملانے کی اجازت نہ دی مگر عرف ایسا جاری ہوگیا کہ وکیل ملا دیا کرتے ہیں تو یہ بھی اجازت سمجھی جائے گی، جب کہ مؤکل (وہ شخص جو وکیل مقرر کرے۔ وکیل کرنے والا) اس عرف سے واقف ہو، مگر دلال کو خلط کی اجازت نہیں کہ اس میں عرف نہیں۔ [3]

مسئلہ ۶۲: وکیل کو اختیار ہے کہ مالِ زکاۃ اپنے لڑکے یا بی بی کو دیدے جب کہ یہ فقیر ہوں اور اگر لڑکا نابالغ ہے تو اُسے دینے کے لیے خود اس وکیل کا فقیر ہونا بھی ضروری ہے، مگر اپنی اولاد یا بی بی کو اس وقت دے سکتا ہے، جب مؤکل نے اُن کے سوا کسی خاص شخص کو دینے کے لیے نہ کہہ دیا ہو ورنہ انھیں نہیں دے سکتا۔ [4]

مسئلہ ۶۳: وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ خود لے لے، ہاں اگر زکات دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جس جگہ چاہو صرف کرو تو لے سکتا ہے۔ [5]

مسئلہ ۶۴: اگر زکات دینے والے نے اسے حکم نہیں دیا، خود ہی اُس کی طرف سے

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢٣
(2) "الفتاوى الخانية"، كتاب الزكاة، فصل في اداء الزكاة، ج١، ص١٢٥
(3) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢٣
(4) المرجع السابق، ص٢٢٤
(5) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، ج٣، ص٢٢٤

زکات دے دی تو نہ ہوئی اگرچہ اب اُس نے جائز کر دیا ہو۔ [1]

مسئلہ ۶۵: زکات دینے والے نے وکیل کو زکات کا روپیہ دیا وکیل نے اُسے رکھ لیا اور اپنا روپیہ زکات میں دے دیا تو جائز ہے، اگر یہ نیّت ہو کہ اس کے عوض مؤکل کا روپیہ لے لے گا اور اگر وکیل نے پہلے اس روپیہ کو خود خرچ کر ڈالا بعد کو اپنا روپیہ زکات میں دیا تو زکات ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرع ہے اور مؤکل کو تاوان دے گا۔ [2]

مسئلہ ۶۶: زکات کے وکیل کو یہ اختیار ہے کہ بغیر اجازت مالک دوسرے کو وکیل بنا دے۔ [3]

مسئلہ ۶۷: کسی نے یہ کہا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے ان سو روپوں کا خیرات کر دینا ہے پھر گیا اور جاتے وقت یہ نیّت کی کہ زکات میں دے دوں گا تو زکات میں نہیں دے سکتا۔ [4]

مسئلہ ۶۸: زکات کا مال ہاتھ پر رکھا تھا، فقرا لوٹ لے گئے ادا ہو گئی اور اگر ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اُٹھا لیا اگر یہ اسے پہچانتا ہے اور راضی ہو گیا اور مال ضائع نہیں ہوا تو ہو گئی۔ [5]

مسئلہ ۶۹: امین کے پاس سے امانت ضائع ہو گئی، اس نے مالک کو دفع خصومت کے لیے کچھ روپے دے دیے اور دیتے وقت زکات کی نیّت کر لی اور مالک فقیر بھی ہے زکات ادا نہ ہوئی۔ [6]

مسئلہ ۷۰: مال کو بہ نیّت زکات علیحدہ کر دینے سے بری الذّمہ نہ ہو گا جب تک فقیروں کو نہ دیدے، یہاں تک کہ اگر وہ جاتا رہا تو زکات ساقط نہ ہوئی اور اگر مر گیا تو اس میں

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢٣

(2)"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب الزكاة،باب في زكاة ثمن المبيع وفاء،ج٣،ص٢٢٤

(3)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء،ج٣، ص٢٢٤

(4)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧١

(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب الثالث،الفصل الثاني، ج١، ص١٨٣

(6)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧١

وراثت جاری ہوگی۔[1]

مسئلہ ۷۱: سال پورا ہونے پر کل نصاب خیرات کر دی، اگرچہ زکات کی نیّت نہ کی بلکہ نفل کی نیّت کی یا کچھ نیّت نہ کی زکات ادا ہوگئی اور اگر کل فقیر کو دے دیا اور منّت یا کسی اور واجب کی نیّت کی تو دینا صحیح ہے، مگر زکات اس کے ذمّہ ہے ساقط نہ ہوئی اور اگر مال کا کوئی حصہ خیرات کیا تو اس حصہ کی بھی زکاۃ ساقط نہ ہوگی، بلکہ اس کے ذمّہ ہے اور اگر کل مال ہلاک ہوگیا تو کل کی زکات ساقط (معاف) ہوگئی اور کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب، اگرچہ وہ بقدر نصاب نہ ہو۔ ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہوگیا، مثلاً چوری ہوگئی یا کسی کو قرض وعاریت دی اُس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ کر دیا (غنی کو تحفے میں دے دیا) تو زکات بدستور واجب الادا ہے، ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہوگا اگرچہ بالکل نادار ہو۔[2]

مسئلہ ۷۲: فقیر پر اُس کا قرض تھا اور کل معاف کر دیا تو زکات ساقط ہوگئی اور جُز معاف کیا تو اس جز کی ساقط ہوگئی اور اگر اس صورت میں یہ نیّت کی کہ پوراز کات میں ہو جائے تو نہ ہوگی اور اگر مالدار پر قرض تھا اور کل معاف کر دیا تو زکات ساقط نہ ہوئی بلکہ اُس کے ذمّہ ہے۔ فقیر پر قرض تھا معاف کر دیا اور یہ نیّت کی کہ فلاں پر جو دَین ہے یہ اُس کی زکات ہے ادا نہ ہوئی۔[3]

مسئلہ ۷۳: کسی پر اُس کے روپے آتے ہیں، فقیر سے کہہ دیا اس سے وصول کر لے اور نیّت زکات کی کی بعد قبضہ ادا ہوگئی۔ فقیر پر قرض ہے اس قرض کو اپنے مال کی زکات میں دینا چاہتا ہے یعنی یہ چاہتا ہے کہ معاف کر دے اور وہ میرے مال کی زکات ہو جائے یہ نہیں ہوسکتا، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُسے زکات کا مال دے اور اپنے آتے ہوئے میں لے لے، اگر وہ دینے

---

(1) "الدرالمختار وردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢٥
(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧١
(3) المرجع السابق

سے انکار کرے تو ہاتھ پکڑ کر چھین سکتا ہے اور یوں بھی نہ ملے تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرے کہ اُس کے پاس ہے اور میرا نہیں دیتا۔[1]

مسئلہ ۷۴: زکات کا روپیہ مُردہ کی تجہیز و تکفین (کفن دفن) یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ صرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا بلکہ حدیث میں آیا، اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لیے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔[2]

مسئلہ ۷۵: زکات علانیہ اور ظاہر طور پر افضل ہے اور نفل صدقہ چُھپا کر دینا افضل۔[3] زکات میں اعلان اس وجہ سے ہے کہ چُھپا کر دینے میں لوگوں کو تہمت اور بدگمانی کا موقع ملے گا، نیز اعلان اوروں کے لیے باعثِ ترغیب ہے کہ اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی دیں گے مگر یہ ضرور ہے کہ ریا نہ آنے پائے کہ ثواب جاتا رہے گا بلکہ گناہ و استحقاق عذاب ہے۔

مسئلہ ۷۶: زکات دینے میں اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکات کہہ کر دے، بلکہ صرف نیّت زکات کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیّت زکات کی ہو ادا ہوگئی۔[4] یوہیں نذر یا ہدیہ یا پان کھانے یا بچوں کے مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی ادا ہوگئی۔ بعض محتاج ضرورت مند زکات کا روپیہ نہیں لینا چاہتے، انھیں زکات کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے لہٰذا زکات کا لفظ نہ کہے۔

مسئلہ ۷۷: زکات ادا نہیں کی تھی اور اب بیمار ہے تو وارثوں سے چُھپا کر دے اور اگر نہ دی تھی اور اب دینا چاہتا ہے، مگر مال نہیں جس سے ادا کرے اور یہ چاہتا ہے کہ قرض لے کر ادا کرے تو

---

(1)"الدرالمختار"،كتاب الزكاة، ج٣، ص٢٢٦، وغيره

(2)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢٧ "تاريخ بغداد"، رقم: ٣٥٦٨، ج٧، ص١٣٥

(3)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧١

(4)المرجع السابق

اگر غالب گمان قرض ادا ہو جانے کا ہے تو بہتر یہ ہے کہ قرض لے کر ادا کرے ورنہ نہیں کہ حق العبد حق اللہ سے سخت تر ہے۔[1]

مسئلہ۷۸: مالکِ نصاب سال تمام سے پیش تر بھی ادا کر سکتا ہے، بہ شرطے کہ سال تمام پر بھی اس نصاب کا مالک رہے اور اگر ختم سال پر مالک نصاب نہ رہا یا اثنائے سال میں وہ مالِ نصاب بالکل ہلاک ہو گیا تو جو کچھ دیا نفل ہے اور جو شخص نصاب کا مالک نہ ہو، وہ زکات نہیں دے سکتا یعنی آئندہ اگر نصاب کا مالک ہو گیا تو جو کچھ پہلے دیا ہے وہ اُس کی زکات میں محسوب نہ ہو گا۔[2]

مسئلہ۷۹: مالک نصاب اگر پیش تر سے چند نصابوں کی زکات دینا چاہے تو دے سکتا ہے یعنی شروع سال میں ایک نصاب کا مالک ہے اور دو یا تین نصابوں کی زکات دے دی اور ختم سال پر جتنی نصابوں کی زکات دی ہے اتنی نصابوں کا مالک ہو گیا تو سب کی ادا ہو گئی اور سال تمام تک ایک ہی نصاب کا مالک رہا، سال کے بعد اور حاصل کیا تو وہ زکات اس میں محسوب نہ ہوگی۔[3]

مسئلہ۸۰: مالک نصاب پیش تر سے چند سال کی بھی زکات دے سکتا ہے۔[4] لہٰذا مناسب ہے کہ تھوڑا تھوڑا زکات میں دیتا رہے، ختم سال پر حساب کرے، اگر زکات پوری ہو گئی فبہا اور کچھ کمی ہو تو اب فوراً دیدے، تاخیر جائز نہیں کہ نہ اُس کی اجازت کہ اب تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے، بلکہ جو کچھ باقی ہے کُل فوراً ادا کر دے اور زیادہ دے دیا ہے تو سال آئندہ میں مُجرا کر دے۔ (آئندہ سال میں اس کو شمار کر لے)

مسئلہ۸۱: ایک ہزار کا مالک ہے اور دو ہزار کی زکات دی اور نیّت یہ ہے کہ سال تمام تک

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢٨

(2)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب الأول، ج١، ص١٧٦

(3)المرجع السابق

(4)المرجع السابق

اگرایک ہزار اور ہوگئے تو یہ اس کی ہے، ورنہ سال آئندہ میں محسوب ہوگی یہ جائز ہے۔ [1]

مسئلہ ۸۲: یہ گمان کر کے کہ پانسو روپے ہیں، پانسو کی زکات دی پھر معلوم ہوا کہ چار ہی سو تھے تو جو زیادہ دیا ہے، سال آئندہ میں محسوب کر سکتا ہے۔ [2]

مسئلہ ۸۳: کسی کے پاس سونا چاندی دونوں ہیں اور سال تمام سے پہلے ایک کی زکات دی تو وہ دونوں کی زکات ہے یعنی درمیان سال میں ان میں سے ایک ہلاک ہو گیا، اگرچہ وہی جس کی نیّت سے زکاتدی ہے تو جو رہ گیا ہے اُس کی زکات یہ ہوگئی اور اگر اس کے پاس گائے بکری اونٹ سب بقدر نصاب ہیں اور پیش تر سے ان میں ایک کی زکات دی تو جس کی زکاتدی، اُسی کی ہے دوسرے کی نہیں یعنی جس کی زکات دی ہے اگر اثنائے سال میں اُس کی نصاب جاتی رہی تو وہ باقیوں کی زکات نہیں قرار دی جائے گی۔ [3]

مسئلہ ۸۴: اثنائے سال میں جس فقیر کو زکات دی تھی، ختم سال پر وہ مالدار ہو گیا یا مر گیا یا معاذاللہ مُرتد ہو گیا تو زکات پر اُس کا کچھ اثر نہیں وہ ادا ہو گئی، جس شخص پر زکات واجب ہے اگر وہ مر گیا تو ساقط ہو گئی یعنی اس کے مال سے زکات دینا ضرور نہیں، ہاں اگر وصیّت کر گیا تو تہائی مال تک وصیّت نافذ ہے اور اگر عاقل بالغ ورثہ اجازت دے دیں تو کُل مال سے زکات ادا کی جائے۔ [4]

مسئلہ ۸۵: اگر شک ہے کہ زکات دی یا نہیں تو اب دے۔ [5]

سائمہ کی زکات کا بیان:

سائمہ وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چر کر گذر کرتا ہو اور اوس سے مقصود صرف

(1)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٦

(2)"الفتاوى الخانية"،كتاب الزكاة، فصل في اداء الزكاة، ج١، ص١٢٦

(3)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الأول، ج١، ص١٧٦

(4)المرجع السابق

(5)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة،مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، ج٣، ص٢٢٨

دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہے۔[1] اگر گھر میں گھاس لاکر کھلاتے ہوں یا مقصود بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا ہے تو اگرچہ چر کر گذر کرتا ہو، وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکات واجب نہیں۔ یوہیں اگر گوشت کھانے کے لیے ہے تو سائمہ نہیں، اگرچہ جنگل میں چرتا ہو اور اگر تجارت کا جانور چرائی پر ہے تو یہ بھی سائمہ نہیں، بلکہ اس کی زکاۃ قیمت لگا کر ادا کی جائے گی۔[2]

مسئلہ ۱: چھ مہینے چرائی پر رہتا ہے اور چھ مہینے چارہ پاتا ہے تو سائمہ نہیں اور اگر یہ ارادہ تھا کہ اسے چارہ دیں گے یا اس سے کام لیں گے مگر کیا نہیں، یہاں تک کہ سال ختم ہو گیا تو زکات واجب ہے اور اگر تجارت کے لیے تھا اور چھ مہینے یا زیادہ تک چرائی پر رکھا تو جب تک یہ نیّت نہ کرے کہ یہ سائمہ ہے، فقط چرانے سے سائمہ نہ ہوگا۔[3]

مسئلہ ۲: تجارت کے لیے خریدا تھا پھر سائمہ کر دیا، تو زکاۃ کے لیے ابتدائے سال اس وقت سے ہے خریدنے کے وقت سے نہیں۔[4]

مسئلہ ۳: سال تمام سے پہلے سائمہ کو کسی چیز کے بدلے بیچ ڈالا، اگر یہ چیز اس قسم کی ہے جس پر زکاۃ واجب ہوتی ہے اور پہلے سے اس کی نصاب اس کے پاس موجود نہیں، تو اب اس کے لیے اُس وقت سے سال شمار کیا جائے گا۔[5]

مسئلہ ۴: وقف کے جانور اور جہاد کے گھوڑے کی زکاۃ نہیں۔ یوہیں اندھے یا ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے جانور کی زکاۃ نہیں، البتہ اندھا اگر چرائی پر رہتا ہے تو واجب ہے۔[6] یوہیں اگر نصاب میں کمی ہے اور اس کے پاس اندھا جانور ہے کہ اس کے ملانے سے نصاب پوری ہوجاتی

---

(1)"تنو یرالأبصار"، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج۳، ص۲۳۲

(2)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج۳، ص۲۳۳

(3)"الفتاوی الھندیۃ"،کتاب الزکاۃ، الباب الثاني في صدقۃ السوائم، ج۱، ص۱۷٦

(4)"تنو یرالأبصار" و "الدرالمختار"،کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج۳، ص۲۳۵

(5)"الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج۳، ص۲۳۵

(6)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب السائمۃ، ج۳، ص۲۳٦

ہے توزکاۃ واجب ہے۔

تین قسم کے جانوروں کی زکاۃ واجب ہے، جب کہ سائمہ ہوں۔

① اونٹ۔ ① گائے۔ ① بکری۔

لہٰذا ان کی نصاب کی تفصیل بیان کرنے کے بعد دیگر احکام بیان کیے جائیں گے۔

اُونٹ کی زکات کا بیان:

صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: پانچ اونٹ سے کم میں زکات نہیں۔ [1] اور اس کی زکات میں تفصیل صحیح بخاری شریف کی اس حدیث میں ہے، جو انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ [2]

مسئلہ ۱: پانچ اونٹ سے کم میں زکات واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں، مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری، دس ہوں تو دو، وعلٰی ہذا القیاس۔ [3]

مسئلہ ۲: زکات میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو بکری دیں یا بکرا اس کا اختیار ہے۔ [4]

مسئلہ ۳: دو نصابوں کے درمیان میں جو ہوں وہ عفو ہیں یعنی اُن کی کچھ زکاۃ نہیں، مثلاً

---

(1)"صحيح مسلم"،كتاب الزكاة،باب ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة، الحديث: ٩٧٩،ص٤٨٧

(2)صحيح مسلم،كتاب الزكاة،باب ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة،الحديث:٩٧٩ ، ص٤٨٧

(3)الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة، الباب الثاني في صدقة السوائم،الفصل الثاني،ج١،ص١٧٧

(4)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب نصاب الابل، ج٣، ص٢٣٨

سات آٹھ ہوں، جب بھی وہی ایک بکری ہے۔[1]

مسئلہ ۴: پچیس اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا، دوسری برس میں ہو۔ پینتیس تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دیں گے۔ چھتیس سے پینتالیس تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسری برس میں ہے۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں حِقّہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو۔ اکسٹھ سے پچھتّر تک جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو۔ چھہتر ۷۶ سے نوے تک میں دو بنت لبون۔ اکانوے سے ایک سو بیس تک میں دو حِقّہ۔ اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو حقّہ اور ہر پانچ میں ایک بکری، مثلاً ایک سو پچیس میں دو حِقّہ ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو حِقّہ دو بکریاں،[2] وعلیٰ ہذا القیاس[3]۔ پھر ایک سو پچاس میں تین حِقّہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان

(1)"الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب نصاب الابل، ج۳، ص۲۳۸

(2)مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے:اونٹ کا نصاب

تعداد جن پر زکاۃ واجب ھے	شرح زکاۃ
۵ سے ۹ تك	ایك بکری
۱۰ سے ۱٤ تك	دو بکریاں
۱۵ سے ۱۹ تك	تین بکریاں
۲۰ سے ۲٤ تك	چار بکریاں
۲۵ سے ۳۵ تك	ایك سال کی اونٹنی
۳٦ سے ٤۵ تك	دو سال کی اونٹنی
٤٦ سے ٦۰ تك	تین سال کی اونٹنی
٦۱ سے ۷۵ تك	چار سال کی اونٹنی
۷٦ سے ۹۰ تك	دو دو سال کی دو اونٹنیاں
۹۱ سے ۱۲۰ تك	تین، تین سال کی دو اونٹنیاں

(3)ایك سو پینتیس ۱۳۵ میں دو حقّہ تین بکریاں، ایك سو چالیس ۱٤۰ میں دو حقّہ چار بکریاں اور ایك سو پینتالیس ۱٤۵ میں دو حقّہ اور ایك بنتِ مخاض

میں ویسا ہی کریں جیسا شروع میں کیا تھا یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس میں بنت مخاض، چھتیس میں بنت لبون، یہ ایک سو چھیاسی بلکہ ایک سو پچانوے تک کا حکم ہوگیا یعنی اتنے میں تین حِقّہ اور ایک بنتِ لبون۔ پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو تک چار حِقّہ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں۔ پھر دو سو کے بعد وہی طریقہ برتیں، جو ایک سو پچاس کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری، پچیس میں بنت مخاض، چھتیس میں بنت لبون۔ پھر دو سو چھیالیس سے دو سو پچاس تک پانچ حِقّہ و علیٰ ہذا القیاس۔ [1]

مسئلہ ۵: اونٹ کی زکات میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ مادہ ہو، نَر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔ [2]

گائے کی زکات کا بیان:

ابوداود و ترمذی و نسائی و دارمی معاذ بن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ فرمایا: کہ ہر تیس گائے سے ایک تبیع یا تبیعہ لیں اور ہر چالیس میں ایک مسن یا مسنّہ۔ [3] اور اسی کے مثل ابوداود کی دوسری روایت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کام کرنے والے جانور کی زکات نہیں۔ [4]

مسئلہ ۱: تیس سے کم گائیں ہوں تو زکات واجب نہیں، جب تیس پوری ہوں تو ان کی زکات ایک تبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا تبیعہ یعنی سال بھر کی بچھیا ہے اور چالیس ہوں تو ایک مسن یعنی دو سال کا بچھڑا یا مُسِنّہ یعنی دو سال کی بچھیا، انسٹھ تک یہی حکم ہے۔ پھر ساٹھ میں دو تبیع

---

(1)"تبيين الحقائق"، كتاب الزكاة، باب صدقة السوائم، ج٢، ص٣٤ و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب نصاب الابل، ج٣، ص٢٣٨ . ٢٤٠،وغيرهما.

(2)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب نصاب الابل، ج٣، ص٢٤٠

(3)''سنن أبي داود''،كتاب الزكاة،باب في زكاة السائمة،الحديث: ١٥٧٦،ج٢، ص١٤٥

(4)"سنن أبي داود"،كتاب الزكاة،باب في زكاة السائمة،الحديث:١٥٧٢، ج٢،ص١٤٢

یا تبیعہ پھر ہر تیس میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ہر چالیس ۴۰ میں ایک مُسِنّ یا مُسِنّہ، مثلاً ستر ۷۰ میں ایک تبیع اور ایک مُسِنّ اور اسّی میں دو مُسِنّ [۱]، وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور جس جگہ تیس اور چالیس ہو سکتے ہوں وہاں، اختیار ہے کہ تبیع زکاۃ میں دیں یا مُسِنّ، مثلاً ایک سو بیس میں اختیار ہے کہ چار تبیع دیں یا تین مُسِنّ۔ [۲]

مسئلہ ۲: بھینس گائے کے حکم میں ہے اور اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکات میں ملا دی جائیں گی، مثلاً بیس گائے ہیں اور دس بھینسیں تو زکات واجب ہوگئی اور زکات میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہو یعنی گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اور بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا اور اگر کوئی زیادہ نہ ہو تو زکات میں وہ لیں جو اعلیٰ سے کم ہو اور ادنیٰ سے اچھا۔ [۳]

مسئلہ ۳: گائے بھینس کی زکات میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ، مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو بچھیا اور نر زیادہ ہوں تو بچھڑا۔ [۴]

بکریوں کی زکات کا بیان:

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب انھیں بحرین بھیجا تو فرائض صدقہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے لکھ کر دیے، ان میں بکری کی

---

(1) مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: گائے کا نصاب

تعداد جن پر زکاۃ واجب ھے	شرح زکاۃ
۳۰ سے ۳۹ تک	ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا
سے ۵۹ تک	پورے دو سال کا بچھڑا یا بچھیا
٦۰ سے ٦۹ تک	ایک ایک سال کے دو بچھڑے یا بچھیاں
۷۰ سے ۷۹ تک	ایک سال کا بچھڑایا پچھیا اورایک دو سال کا بچھڑ
۸۰ سے ۸۹ تک	دو سال کے دو بچھڑے

(2) "الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر، ج۳، ص۲٤۱

(3) "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الثانی في صدقۃ السوائم، الفصل الثالث، ج۱، ص۱۷۸

(4) المرجع السابق

نصاب کا بھی بیان ہے اور یہ کہ زکات میں نہ بوڑھی بکری دی جائے، نہ عیب والی نہ بکرا۔ ہاں اگر مصدق (صدقہ وصول کرنے والا) چاہے تو لے سکتا ہے۔[1] اور زکات کے خوف سے نہ متفرق کو جمع کریں نہ مجتمع کو متفرق کریں۔

مسئلہ ۱: چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکات واجب نہیں اور چالیس ہوں تو ایک بکری اور یہی حکم ایک سو بیس تک ہے یعنی ان میں بھی وہی ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس میں دو اور دو سو ایک میں تین اور چار سو میں چار پھر ہر سو پر ایک[2] اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے معاف ہے۔[3]

مسئلہ ۲: زکات میں اختیار ہے کہ بکری دے یا بکرا، جو کچھ ہو یہ ضرور ہے کہ سال بھر سے کم کا نہ ہو، اگر کم کا ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جاسکتا ہے۔[4]

مسئلہ ۳: بھیڑ دُنبہ بکری میں داخل ہیں، کہ ایک سے نصاب پوری نہ ہوتی ہو تو دوسری کو ملاکر پوری کریں اور زکات میں بھی ان کو دے سکتے ہیں مگر سال سے کم کے نہ ہوں۔[5]

---

(1)"صحیح البخاري"،کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم،الحدیث: ١٤٥٥،١٤٥،ج١،ص٤٩٠

(2)مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: بکری کا نصاب

تعداد جن پر زکاۃ فرض ھے	شرح زکاۃ
٤٠ سے ١٢٠ تك	ایك بکری
١٢١ سے ٢٠٠ تك	دو بکریاں
٢٠١ سے ٣٩٩تك	تین بکریاں
٤٠٠ سے ٤٩٩ تك	چار بکریاں
پھر ھر سو پر	ایك بکری کا اضافه

(3)"تنویر الأبصار والدر المختار"،کتاب الزکاة،باب زکاة الغنم،ج٣،ص٢٤٣ و"الفتاوی الهندية"،کتاب الزکاة،الباب الثاني في صدقة السوائم،الفصل الرابع،ج١،ص١٧٨

(4)"الدر المختار"، کتاب الزکاة،باب زکاة الغنم، ج٣، ص٢٤٣

(5)المرجع السابق، ص٢٤٢.

مسئلہ۴: جانوروں میں نسب ماں سے ہوتا ہے، تو اگر ہرن اور بکری سے بچہ پیدا ہوا تو بکریوں میں شمار ہو گا اور نصاب میں اگر ایک کی کمی ہے تو اُسے ملا کر پوری کریں گے، بکرے اور ہرنی سے ہے تو نہیں۔ یوہیں نیل گاے اور بیل سے ہے تو گائے نہیں اور نیل گائے نر اور گاے سے ہے تو گاے ہے۔ (۱)

مسئلہ۵: جن جانوروں کی زکات واجب ہے وہ کم سے کم سال بھر کے ہوں، اگر سب ایک سال سے کم کے بچے ہوں تو زکات واجب نہیں اور اگر ایک بھی اُن میں سال بھر کا ہو تو سب اسی کے تابع ہیں، زکات واجب ہو جائے گی، یعنی مثلاً بکری کے چالیس بچے سال سال بھر سے کم کے خریدے تو وقت خریداری سے ایک سال پر زکات واجب نہیں کہ اس وقت قابلِ نصاب نہ تھے بلکہ اُس وقت سے سال لیا جائے گا کہ ان میں کا کوئی سال بھر کا ہو گیا۔ یو ہیں اگر اس کے پاس بقدر نصاب بکریاں تھیں اور چھ مہینے گزرنے کے بعد اُن کے چالیس بچے ہوئے پھر بکریاں جاتی رہیں، بچے باقی رہ گئے تو اب سال تمام پر یہ بچے قابلِ نصاب نہیں، لہٰذا زکات واجب نہیں۔ (۲)

جانوروں کی زکات کے متفرق مسائل:

مسئلہ۶: اگر اُس کے پاس اونٹ، گائیں، بکریاں سب ہیں مگر نصاب سے سب کم ہیں یا بعض تو نصاب پوری کرنے کے لیے خلط نہ کریں گے اور زکات واجب نہ ہوگی۔ (۳)

مسئلہ۷: زکات میں متوسط درجہ کا جانور لیا جائے گا چُن کر عمدہ نہ لیں، ہاں اُس کے پاس سب اچھے ہی ہوں تو وہی لیں اور گابھن اور وہ جانور نہ لیں جسے کھانے کے لیے فربہ کیا ہو،

---

(1)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب الثاني في صدقة السوائم،الفصل الرابع، ج١، ص١٧٨

(2)"الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، باب زكاة الخيل، ص ١٥٤

(3)"تنوير الأبصار"و"الدرالمختار"،كتاب الزكاة،باب زكاة المال،ج٣، ص٢٨٠.وغيره

نہ وہ مادہ لیں جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے نہ بکرا لیا جائے۔ [1]

مسئلہ ۸: جس عمر کا جانور دینا واجب آیا وہ اس کے پاس نہیں اور اس سے بڑھ کر موجود ہے تو وہ دے دے اور جو زیادتی ہو واپس لے، مگر صدقہ وصول کرنے والے پر لے لینا واجب نہیں اگر نہ لے اور اُس جانور کو طلب کرے جو واجب آیا یا اس کی قیمت تو اُسے اس کا اختیار ہے جس عمر کا جانور واجب ہوا وہ نہیں ہے اور اس سے کم عمر کا ہے تو وہی دیدے اور جو کمی پڑے اُس کی قیمت دے یا واجب کی قیمت دیدے دونوں طرح کر سکتا ہے۔ [2]

مسئلہ ۹: گھوڑے، گدھے، خچر اگرچہ چرائی پر ہوں ان کی زکات نہیں، ہاں اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر اُس کا چالیسواں حصہ زکات میں دیں۔ [3]

مسئلہ ۱۰: دو نصابوں کے درمیان جو عفو ہے اس کی زکات نہیں ہوتی یعنی بعد سال تمام اگر وہ عفو ہلاک ہو جائے تو زکات میں کوئی کمی نہ ہوگی اور واجب ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہو گئی تو اس کی زکات بھی ساقط ہو گئی اور ہلاک پہلے عفو کی طرف پھیریں گے، اس سے بچے تو اُس کے متّصل جو نصاب ہے اس کی طرف پھر بھی بچے تو اس کے بعد وعلٰی ہذا القیاس۔ مثلاً اسّی بکریاں تھیں چالیس مر گئیں تو اب بھی ایک بکری واجب رہی کہ چالیس کے بعد دوسرا چالیس عفو ہے اور چالیس اونٹ میں پندرہ مر گئے تو بنتِ مخاض واجب ہے کہ چالیس میں چار عفو ہیں وہ نکالے، اس کے بعد چھتیس کی نصاب ہے وہ بھی کافی نہیں، لہٰذا گیارہ اور نکالے، پچیس رہے ان میں بنتِ مخاض کا حکم ہے بس یہی دیں گے۔ [4]

مسئلہ ۱۱: دو بکریاں زکاۃ میں واجب ہوئیں اور ایک فربہ بکری دی جو قیمت میں دو کی برابر

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، ج٣، ص٢٥١

(2)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الثاني في صدقة السوائم، الفصل الثاني، ج١، ص١٧٧

(3)"تنوير الأبصار"و"الدرالمختار"،كتاب الزكاة،باب زكاة الغنم،ج٣،ص٢٤٤،وغيره

(4)"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، ج٣،ص٢٤٦،وغيرهما

ہے زکات ادا ہو گئی۔ [1]

مسئلہ ۱۲: سال تمام کے بعد مالک نصاب نے نصاب خود ہلاک کر دی تو زکات ساقط نہ ہوگی، مثلاً جانور کو چارا پانی نہ دیا گیا کہ مر گیا زکات دینی ہوگی۔ یوہیں اگر اُس کا کسی پر قرض تھا اور وہ مقروض مالدار ہے سال تمام کے بعد اس نے معاف کر دیا تو یہ ہلاک کرنا ہے، لہٰذا زکات دے اور اگر وہ نادار تھا اور اس نے معاف کر دیا تو ساقط ہوگئی۔ [2]

مسئلہ ۱۳: مالکِ نصاب نے سال تمام کے بعد قرض دے دیا یا عاریت دی یا مال تجارت کو مال تجارت کے بدلے بیچا اور جس کو دیا تھا اُس نے انکار کر دیا اور اُس کے پاس ثبوت نہیں یا وہ مر گیا اور ترکہ نہ چھوڑا تو یہ ہلاک کرنا نہیں، لہٰذا زکاۃ ساقط ہوگئی۔ اور اگر سال تمام کے بعد مالِ تجارت کو غیر مالِ تجارت کے عوض بیچ ڈالا یعنی اس کے بدلے میں جو چیز لی اُس سے تجارت مقصود نہیں، مثلاً خدمت کے لیے غلام یا پہننے کے لیے کپڑے خریدے یا سائمہ کو سائمہ کے بدلے بیچا اور جس کے ہاتھ بیچا اُس نے انکار کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور ترکہ نہ چھوڑا تو یہ ہلاک نہیں بلکہ ہلاک کرنا ہے، لہٰذا زکاۃ واجب ہے۔ سال تمام کے بعد مال تجارت کو عورت کے مہر میں دے دیا یا عورت نے اپنی نصاب کے بدلے شوہر سے خلع لیا تو زکات دینی ہوگی۔ [3]

مسئلہ ۱۴: اس کے پاس روپے اشرفیاں تھیں جن پر سال گزرا مگر ابھی زکات نہیں دی، ان کے بدلے تجارت کے لیے کوئی چیز خریدی اور یہ چیز ہلاک ہوگئی تو زکات ساقط ہوگئی مگر جب کہ اتنی گراں (مہنگی) خریدی کہ اتنے نقصان کے ساتھ لوگ نہ خریدتے ہوں تو اُس کی اصلی قیمت پر جو کچھ زیادہ دیا ہے، اس کی زکات ساقط نہ ہوگی کہ وہ ہلاک کرنا ہے اور اگر تجارت کے

---

(1) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، ج۳، ص۲٤٦، وغيرهما
(2) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، ج۳، ص۲٤۷
(3) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، ج۳، ص۲٤۸ . ۲٥۰

لیے نہ ہو، مثلاً خدمت کے لیے غلام خریدا، وہ مر گیا تو اس روپے کی زکات ساقط نہ ہوگی۔ [1]

مسئلہ ۱۵: بادشاہِ اسلام نے اگرچہ ظالم یا باغی ہو، سائمہ کی زکات لے لی یا عُشر وصول کر لیا اور انھیں محل پر صرف کیا تو اعادہ کی حاجت نہیں اور محل پر صرف نہ کیا تو اعادہ کیا جائے اور خراج لے لیا تو مطلقاً اعادہ کی حاجت نہیں۔ [2]

مسئلہ ۱۶: مُصدّق (زکات وصول کرنے والے) کے سامنے سائمہ بیچ ڈالا تو مُصدّق کو اختیار ہے چاہے بقدر زکات اس میں سے قیمت لے لے اور اس صورت میں بیع تمام ہوگئی اور چاہے جو جانور واجب ہوا وہ لے لے اور اس وقت جو لیا اس کے حق میں بیع باطل ہوگی اور اگر مُصدّق وہاں موجود نہ تھا بلکہ اس وقت آیا کہ مجلس عقد سے وہ دونوں جُدا ہوگئے تو اب جانور نہیں لے سکتا، جو جانور واجب ہوا، اُس کی قیمت لے لے۔ [3]

مسئلہ ۱۷: جس غلہ پر عشر واجب ہوا اُسے بیچ ڈالا تو مُصدّق کو اختیار ہے چاہے بائع (فروخت کرنے والے) سے اس کی قیمت لے یا مشتری (خریدنے والے) سے اُتنا غلّہ واپس لے، بیع اس کے سامنے ہوئی ہو یا دونوں کے جُدا ہونے کے بعد مُصدّق آیا۔ [4]

مسئلہ ۱۸: اسّی بکریاں ہیں تو ایک بکری زکات کی ہے، یہ نہیں کیا جاسکتا کہ چالیس چالیس کے دو گروہ کرکے دو زکات میں لیں اور اگر دو شخصوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں تو یہ نہیں کر سکتے کہ انھیں جمع کرکے ایک گروہ کر دیں کہ ایک ہی بکری زکات میں دینی پڑے، بلکہ ہر ایک سے ایک ایک لی جائے گی۔ یوہیں اگر ایک کی انتالیس ہیں اور ایک کی چالیس تو انتالیس والے سے

---

(1) "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج۳، ص۲٤۸

(2) "الدرالمختار" کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج۳، ص۲٥٥

(3) "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، في زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض مسائل شتی، ج۱، ص۱۸۱

(4) "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، في زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض مسائل شتی، ج۱، ص۱۸۱

کچھ نہ لیں گے، غرض نہ مجتمع کو متفرق کریں گے، نہ متفرق کو مجتمع۔ [1]

مسئلہ ۱۹: مویشی میں شرکت سے زکات پر کچھ اثر نہیں پڑتا، خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔ اگر ہر ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے تو دونوں پر پوری پوری زکات واجب اور ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے دوسرے کا نہیں تو اس پر واجب ہے، اس پر نہیں مثلاً ایک کی چالیس بکریاں ہیں دوسرے کی تیس تو چالیس والے پر ایک بکری تیس والے پر کچھ نہیں اگر اور کسی کی بقدر نصاب نہ ہوں مگر مجموعہ بقدر نصاب ہے تو کسی پر کچھ نہیں۔ [2]

مسئلہ ۲۰: اسّی بکریوں میں اکاسی شریک ہیں، یوں کہ ایک شخص ہر بکری میں نصف کا مالک ہے اور ہر بکری کے دوسرے نصف کا ان میں سے ایک ایک شخص مالک ہے تو اُس کے سب حصوں کا مجموعہ چالیس کے برابر ہوا اور یہ سب صرف آدھی آدھی بکری کے حصہ دار ہوئے، مگر زکات کسی پر نہیں۔ [3]

مسئلہ ۲۱: شرکت کی مویشی میں زکات دی گئی تو ہر ایک پر اُس کے حصہ کی قدر ہے، جو کچھ حصہ سے زائد گیا وہ شریک سے واپس لے، مثلاً ایک کی اکتالیس بکریاں ہیں، دوسرے کی بیاسی، کل ایک سو تیئس ہوئیں اور دو زکات میں لی گئیں، یعنی ہر ایک سے ایک مگر چونکہ ایک ایک تہائی کا شریک ہے اور دوسرا دو کا، لہٰذا ہر بکری میں دو تہائی والے کی دو تہائیاں گئیں، جن کا مجموعہ ایک تہائی اور ایک بکری ہے اور ایک تہائی والے کی ہر بکری میں ایک ہی تہائی گئی کہ مجموعہ دو تہائیاں ہوا اور اُس پر واجب ایک بکری ہے، لہٰذا دو تہائیوں والا ایک تہائی والے سے تہائی لینے کا مستحق ہے اور اگر کُل اسّی بکریاں ہیں، ایک دو تہائی کا شریک ہے، دوسرا ایک تہائی کا اور زکات میں ایک بکری لی گئی تو تہائی کا حصہ دار اپنے شریک سے تہائی بکری کی قیمت لے کہ اس پر زکات واجب نہیں۔ [4]

---

(1) المرجع السابق، وغيره.
(2) المرجع السابق
(3) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة،باب زكاة المال، ج٣، ص٢٨١
(4) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج٣، ص٢٨٠

سونے چاندی اور مالِ تجارت کی زکات کا بیان:

حدیث ۱: سنن ابی داود و ترمذی میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی، رسو ل اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "گھوڑے اور لونڈی غلام کی زکات میں نے معاف فرمائی تو اب چاندی کی زکات ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، مگر ایک سو نوے میں کچھ نہیں، جب دو سو درہم ہوں تو پانچ درہم دو۔ [1]

حدیث ۲: ابو داود کی دوسری روایت انھیں سے یوں ہے، کہ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ہے، مگر جب تک دو سو درہم پورے نہ ہوں کچھ نہیں جب دو سو پورے ہوں تو پانچ درہم اور اس سے زیادہ ہوں تو اسی حساب سے دیں۔ [2]

حدیث ۳: ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ مروی، کہ دو عورتیں حاضرِ خدمت اقدس ہوئیں، اُن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، ارشاد فرمایا: تم اس کی زکات ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: تو کیا تم اُسے پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے، عرض کی نہ۔ فرمایا: تو اس کی زکات ادا کرو۔ [3]

حدیث ۴: امام مالک و ابو داود و ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں فرماتی ہیں: میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی، میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا یہ کنز ہے (جس کے بارے میں قرآن مجید میں وعید آئی)؟ ارشاد فرمایا: جو اس حد کو پہنچے کہ اس کی زکات ادا کی

---

(1)"جامع الترمذی"،أبواب الزكاة، باب ما جاء في زكاة الذهب والورق، الحديث: ٦٢٠، ج٢، ص١٢٢

(2)"سنن أبي داود"،كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة،الحديث: ١٥٧٢، ج٢، ص١٤٢

(3)"جامع الترمذي"،أبواب الزكاة،باب ماجاء في زكاة الحلى،الحديث: ٦٣٠،ج٢،ص١٣٢

جائے اور ادا کر دی گئی تو کنز نہیں۔ [1]

حدیث ۵: امام احمد باسناد حسن اسما بنت یزید سے راوی، کہتی ہیں۔ میں اور میری خالہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئیں اور ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا: اس کی زکاۃ دیتی ہو، عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے، اس کی زکات ادا کرو۔ [2]

حدیث ۶: ابوداود و سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دیا کرتے کہ جس کو ہم بیع (تجارت) کے لیے مہیا کریں، اس کی زکاۃ نکالیں۔ [3]

مسائل فقہیّہ:

مسئلہ ۱: سونے کی نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دو سو درم یعنی ساڑھے باون تولے یعنی وہ تولہ جس سے یہ رائج روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ سونے چاندی کی زکات میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا لحاظ نہیں، مثلاً سات تولے سونے یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کاریگری کی وجہ سے دو سو درم سے زائد قیمت ہو جائے یا سونا گراں ہو کہ ساڑھے سات تولے سے کم کی قیمت دو سو درم سے بڑھ جائے، جیسے آج کل کہ ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت چاندی کی کئی نصابیں ہوں گی، غرض یہ کہ وزن میں بقدر نصاب نہ ہو تو زکات واجب نہیں قیمت جو کچھ بھی ہو۔ یوہیں سونے کی زکات میں سونے اور چاندی کی زکات میں چاندی کی کوئی چیز دی تو اس کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ وزن کا اگرچہ اس میں بہت کچھ صنعت ہو جس کی وجہ سے قیمت بڑھ گئی

(1)"سنن أبي داود"،كتاب الزكاة،باب الكنزما هو؟ وزكاة الحلى، الحديث: ١٥٦٤، ج٢، ص١٣٧

(2)"المسند"للإمام أحمد بن حنبل، من حديث أسماءابنة يزيد، الحديث: ٢٧٦٨٥ ، ج١٠،ص٤٤٦

(3)"سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب العروض اذا كانت للتجارة هل فيها زكاة؟، الحديث: ١٥٦٢، ج٢، ص١٣٦

یافرض کرو دس آنے بھری چاندی بک رہی ہے اور زکات میں ایک روپیہ دیا جو سولہ آنے کا قرار دیا جاتا ہے تو زکات ادا کرنے میں وہ یہی سمجھا جائے گا کہ سوا گیارہ ماشے چاندی دی، یہ چھ آنے بلکہ کچھ اُوپر جو اس کی قیمت میں زائد ہیں لغو ہیں۔ (1)

مسئلہ ۲: یہ جو کہا گیا کہ ادائے زکات میں قیمت کا اعتبار نہیں، یہ اسی صورت میں ہے کہ اُس کی جنس کی زکا اُسی جنس سے ادا کی جائے اور اگر سونے کی زکا چاندی سے یا چاندی کی سونے سے ادا کی تو قیمت کا اعتبار ہوگا، مثلاً سونے کی زکا میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک اشرفی دینا قرار پائے گا، اگرچہ وزن میں اس کی چاندی پندرہ روپے بھر بھی نہ ہو۔ (2)

مسئلہ ۳: سونا چاندی جب کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکات چالیسواں حصہ ہے، خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا اُن کے سکّے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی کوئی چیز بنی ہوئی خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لیے زیور، مرد کے لیے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا استعمال ناجائز ہو جیسے چاندی سونے کے برتن، گھڑی، سُرمہ دانی، سلائی کہ ان کا استعمال مرد و عورت سب کے لیے حرام ہے یا مرد کے لیے سونے چاندی کا چھلّا یا زیور یا سونے کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشے سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی یا چند انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی، غرض جو کچھ ہو زکات سب کی واجب ہے، مثلاً ۷ تولہ سونا ہے تو دو ماشہ زکات واجب ہے یا ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے تو ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی (3)

مسئلہ ۴: سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو، جس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکات واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو اُن کی قیمت سونے

---

(1) "الدر المختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ،باب زکاۃ المال، ج۳، ص۲٦۷ ۲۷۰

(2) "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص۲۷۰

(3) "الدر المختار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص۲۷۰، وغیرہ

چاندی کے ساتھ ملاکر مجموعہ کریں، اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا زکات واجب ہے اور اسباب تجارت کی قیمت اُس سکّے سے لگائیں جس کا رواج وہاں زیادہ ہو، جیسے ہندوستان میں روپیہ کا زیادہ چلن ہے، اسی سے قیمت لگائی جائے اور اگر کہیں سونے چاندی دونوں کے سکّوں کا یکساں چلن ہو تو اختیار ہے جس سے چاہیں قیمت لگائیں، مگر جب کہ روپے سے قیمت لگائیں تو نصاب نہیں ہوتی اور اشرفی سے ہو جاتی ہے یا بالعکس تو اُسی سے قیمت لگائی جائے جس سے نصاب پوری ہو اور اگر دونوں سے نصاب پوری ہوتی ہے مگر ایک سے نصاب کے علاوہ نصاب کا پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے، دوسرے سے نہیں تو اس سے قیمت لگائیں جس سے ایک نصاب اور نصاب کا پانچواں حصہ ہو۔ (۱)

مسئلہ ۵: نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکات بھی واجب ہے، مثلاً دو سو چالیس درم یعنی ۶۳ تولہ چاندی ہو تو زکات میں چھ درم واجب، یعنی ایک تولہ ۶ ماشہ ۷ $\frac{۱}{۵}$ رتی یعنی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ۱۰ تولہ ۶ ماشہ پر ۳ ماشہ ۱$\frac{۱}{۵}$ رتی بڑھائیں اور سونا نو تولہ ہو تو دو ۲ ماشہ ۵ $\frac{۳}{۵}$ رتی یعنی ۷ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ایک تولہ ۶ ماشہ پر ۳ $\frac{۳}{۵}$ رتی بڑھائیں اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف یعنی مثلاً ۹ تولہ سے ایک رتی کم اگر سونا ہے تو زکات وہی ۷ تولہ ۶ ماشہ کی واجب ہے یعنی ۲ ماشہ۔ یوہیں چاندی اگر ۶۳ تولہ سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکات وہی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کی ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی واجب۔ یوہیں پانچویں حصہ کے بعد جو زیادتی ہے، اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اُس کا چالیسواں حصہ واجب، ورنہ معاف وعلیٰ ہذا القیاس۔ مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔ (۲)

مسئلہ ۶: اگر سونے چاندی میں کھوٹ ہو اور غالب سونا چاندی ہے تو سونا چاندی قرار دیں اور کل پر زکات واجب ہے۔ یوہیں اگر کھوٹ سونے چاندی کے برابر ہو تو زکات واجب اور اگر کھوٹ غالب ہو تو سونا چاندی نہیں پھر اس کی چند صورتیں ہیں۔ اگر اس میں سونا چاندی اتنی مقدار

---

(1) المرجع السابق، ص۲۷۰ . ۲۷۲، وغیرہ

(2) "الدر المختار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص۲۷۲

میں ہو کہ جُدا کریں تو نصاب کو پہنچ جائے یا وہ نصاب کو نہیں پہنچتا مگر اس کے پاس اور مال ہے کہ اس سے مل کر نصاب ہو جائے گی یا وہ ثمن میں چلتا ہے اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے تو ان سب صورتوں میں زکاۃ واجب ہے اور اگر ان صورتوں میں کوئی نہ ہو تو اس میں اگر تجارت کی نیّت ہو تو بشرائط تجارت اُسے مالِ تجارت قرار دیں اور اس کی قیمت نصاب کی قدر ہو، خود یا اوروں کے ساتھ مل کر تو زکاۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ [1]

مسئلہ ۵: ۷: سونے چاندی کو باہم خلط کر دیا ت

و اگر سونا غالب ہو، سونا سمجھا جائے اور دونوں برابر ہوں اور سونا بقدرِ نصاب ہے، تنہا یا چاندی کے ساتھ مل کر جب بھی سونا سمجھا جائے اور چاندی غالب ہو تو چاندی ہے، نصاب کو پہنچے تو چاندی کی زکاۃ دی جائے مگر جب کہ اس میں جتنا سونا ہے وہ چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے تو اب بھی کُل سونا ہی قرار دیں۔ [2]

مسئلہ ۸: کسی کے پاس سونا بھی ہے اور چاندی بھی اور دونوں کی کامل نصابیں تو یہ ضرور نہیں کہ سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا قرار دے کر زکاۃ ادا کرے، بلکہ ہر ایک کی زکاۃ علاحدہ علاحدہ واجب ہے۔ ہاں زکاۃ دینے والا اگر صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکاۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے، مگر اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہے مثلاً ہندوستان میں روپے کا چلن بہ نسبت اشرفیوں کے زیادہ ہے تو سونے کی قیمت چاندی سے لگا کر چاندی زکاۃ میں دے اور اگر دونوں میں سے کوئی بقدر نصاب نہیں تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں پھر اگر ملانے پر بھی نصاب نہیں ہوتی تو کچھ نہیں اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی چاندی میں ملائیں تو نصاب ہو جاتی ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے میں ملائیں تو نہیں ہوتی یا بالعکس تو واجب ہے کہ جس میں نصاب پوری ہو وہ کریں اور اگر دونوں صورت میں نصاب ہو جاتی ہے تو اختیار ہے جو چاہیں کریں مگر

---

(1) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج۳، ص۲۷۳ . ۲۷۵

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج۳، ص۲۷۵ . ۲۷۷

جب کہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ بڑھ جاتا ہے توجس میں پانچواں حصہ بڑھ جائے وہی کرنا واجب ہے، مثلاً سواچھبیس تولے چاندی ہے اور پونے چار تولے سونا، اگر پونے چار تولے سونے کی چاندی سواچھبیس تولے آتی ہے اور سواچھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا آتا ہے توسونے کو چاندی یا چاندی کو سونا جو چاہیں تصور کریں اور اگر پونے چار تولے سونے کے بدلے ۳۷تولے چاندی آتی ہے اور سواچھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا نہیں ملتا تو واجب ہے کہ سونے کو چاندی قرار دیں کہ اس صورت میں نصاب ہو جاتی ہے، بلکہ پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے اور اُس صورت میں نصاب بھی پوری نہیں ہوتی۔ یوہیں اگر ہر ایک نصاب سے کچھ زیادہ ہے تواگر زیادتی نصاب کا پانچواں ہے تو اس کی بھی زکاۃ دیں اور اگر ہر ایک میں زیادتی پانچواں حصہ نصاب سے کم ہے تو دونوں ملائیں، اگر مل کر بھی کسی کی نصاب کا پانچواں حصہ نہیں ہوتا تو اس زیادتی پر کچھ نہیں اور اگر دونوں میں نصاب یا نصاب کا پانچواں حصہ ہو تو اختیار ہے، مگر جب کہ ایک میں نصاب ہو اور دوسرے میں پانچواں حصہ تو وہ کریں جس میں نصاب ہو اور اگر ایک میں نصاب یا پانچواں حصہ ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں تو وہی کرنا واجب ہے، جس سے نصاب ہو یا نصاب کا پانچواں حصہ۔[1]

مسئلہ۹: پیسے جب رائج ہوں اور دو سو درم چاندی (ساڑھے باون تولے) یا بیس مثقال سونے (ساڑھے سات تولے) کی قیمت کے ہوں توان کی زکات واجب ہے[2]، اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں اور اگر چلن اُٹھ گیا ہو تو جب تک تجارت کے لیے نہ ہوں زکات واجب نہیں۔ (فتاویٰ قاری الہدایہ) نوٹ کی زکات بھی واجب ہے، جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ثمنِ اصطلاحی (وہ ثمن ہے جو در حقیقت متاع (سامان) ہے لیکن لوگوں کی اصطلاح نے اسے ثمن بنادیا) ہیں اور پیسوں کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ۱۰: جو مال کسی پر دَین (یہاں دَین سے مراد مطلقاً قرض ہی نہیں، بلکہ ہر وہ مال

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج۳، ص۲۷۵ . ۲۷۷
(2)"فتاوی قاری الهداية"، ص۲۹

ہے جو کسی بھی سبب سے کسی شخص کے ذمے واجب ہو) ہو، اس کی زکات کب واجب ہوتی ہے اور ادا کب اس میں تین صورتیں ہیں۔ اگر دَین قوی ہو، جیسے قرض جسے عرف میں دستگر داں کہتے ہیں اور مالِ تجارت کا ثمن مثلاً کوئی مال اُس نے بہ نیتِ تجارت خریدا، اُسے کسی کے ہاتھ اُدھار بیچ ڈالا یا مالِ تجارت کا کرایہ مثلاً کوئی مکان یا زمین بہ نیّت تجارت خریدی، اُسے کسی کو سکونت یا زراعت کے لیے کرایہ پر دے دیا، یہ کرایہ اگر اُس پر دَین ہے تو دَین قوی ہو گا اور دَین قوی کی زکات بحالتِ دَین ہی سال بہ سال واجب ہوتی رہے گی، مگر واجب الادا اُس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہو جائے، مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی واجب الادا ہے یعنی چالیس درم وصول ہونے سے ایک درم دینا واجب ہو گا اور اسّی ۸۰ وصول ہوئے تو دو، وعلٰی ہٰذا القیاس۔ دوسرے دَین متوسط کہ کسی مالِ غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلّہ یا سواری کا گھوڑا یا خدمت کا غلام یا اور کوئی شے حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور دام خریدار پر باقی ہیں اس صورت میں زکات دینا اس وقت لازم آئے گا کہ دو سو درم پر قبضہ ہو جائے۔ یوہیں اگر مُورث کا دَین اُسے ترکہ میں ملا اگرچہ مالِ تجارت کا عوض ہو، مگر وارث کو دو سو درم وصول ہونے اور مُورث کی موت کو سال گزرنے پر زکاۃ دینا لازم آئے گا۔ تیسرے دَین ضعیف جو غیر مال کا بدل ہو جیسے مہر، بدل خلع، دیت، بدلِ کتابت یا مکان یا دوکان کہ بہ نیتِ تجارت خریدی نہ تھی اس کا کرایہ کرایہ دار پر چڑھا، اس میں زکاۃ دینا اس وقت واجب ہے کہ نصاب پر قبضہ کرنے کے بعد سال گزر جائے یا اس کے پاس کوئی نصاب اس جنس کی ہے اور اس کا سال تمام ہو جائے تو زکات واجب ہے۔

پھر اگر دَین قوی یا متوسط کئی سال کے بعد وصول ہو تو اگلے سال کی زکات جو اس کے ذمے دَین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درم دَین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس وصول ہوئے تو ایک درم دینا واجب ہوا، اب انتالیس باقی رہے کہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم ہے، لہٰذا باقی برسوں کی ابھی واجب نہیں اور اگر تین سو درم دَین متوسط تھے تو جب تک دو سو درم وصول نہ ہوں کچھ نہیں اور پانچ برس بعد دو سو وصول ہوئے تو اکیس واجب ہوں گے، سال اوّل

کے پانچ اب سال دوم میں ایک سو پچانوے رہے ان میں سے پینتیس کہ خمس سے کم ہیں معاف ہو گئے، ایک سو ساٹھ رہے اس کے چار درم واجب لہٰذا سال سوم میں ایک سو اکانوے رہے، ان میں بھی چار درم واجب، چہارم میں ایک سو ستاسی رہے، پنجم میں ایک سو تراسی رہے ان میں بھی چار چار درم واجب، لہٰذا کُل اکیس درم واجب الادا ہوئے۔ (۱)

مسئلہ ۱۱: اگر دَین سے پہلے سال نصاب رواں تھا تو جو دَین اثنائے سال میں کسی پر لازم آیا، اس کا سال بھی وہی قرار دیا جائے گا جو پہلے سے چل رہا ہے، وقت دَین سے نہیں اور اگر دَین سے پہلے اس جنس کی نصاب کا سالِ رواں نہ ہو تو وقتِ دَین سے شمار ہوگا۔ (۲)

مسئلہ ۱۲: کسی پر دَین قوی یا متوسط ہے اور قرض خواہ کا انتقال ہو گیا تو مرتے وقت اس دَین کی زکاۃ کی وصیّت ضرور نہیں کہ اس کی زکات واجب الادا تھی ہی نہیں اور وارث پر زکات اس وقت ہوگی جب مُورث کی موت کو ایک سال گزر جائے اور چالیس درم دَین قوی میں اور دو سو درم دَین متوسط میں وصول ہو جائیں۔ (۳)

مسئلہ ۱۳: سال تمام کے بعد دائن نے دَین معاف کر دیا یا سال تمام سے پہلے مالِ زکات ہبہ کر دیا تو زکات ساقط ہو گئی۔ (۴)

مسئلہ ۱۴: عورت نے مہر کا روپیہ وصول کر لیا سال گزرنے کے بعد شوہر نے قبل دخول طلاق دے دی تو نصف مہر واپس کرنا ہوگا اور زکات پورے کی واجب ہے اور شوہر پر واپسی کے بعد سے سال کا اعتبار ہے۔ (۵)

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد، ج۳، ص۲۸۱ . ۲۸۳، وغيرهما

(2)"ردالمحتار"،كتاب الزكاة، مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد،ج، ۳ص۲۸۳

(3)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد، ج، ۳ص۲۸۳

(4)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ج۳، ص۲۸۳ . ۲۸۵

(5)المرجع السابق، ص۲۸۵

مسئلہ ۱۵: ایک شخص نے یہ اقرار کیا کہ فلاں کا مجھ پر دَین ہے اور اُسے دے بھی دیا پھر سال بھر بعد دونوں نے کہا دَین نہ تھا تو کسی پر زکات واجب نہ ہوئی۔[1] مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اُس کے خیال میں دَین ہو، ورنہ اگر محض زکات ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کیا تو عنداللہ مواخذہ کا مستحق ہے۔

مسئلہ ۱۶: مالِ تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہے، مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اس کی قیمت دو سو درم سے کم نہ ہو اور اگر مختلف قسم کے اسباب ہوں تو سب کی قیمتوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی قدر ہو۔[2] یعنی جب کہ اس کے پاس یہی مال ہو اور اگر اس کے پاس سونا چاندی اس کے علاوہ ہو تو اسے ملا لیں گے۔

مسئلہ ۱۷: غلّہ یا کوئی مالِ تجارت سال تمام پر دو سو درم کا ہے پھر نرخ بڑھ گھٹ گیا تو اگر اسی میں سے زکاۃ دینا چاہیں تو جتنا اس دن تھا اس کا چالیسواں حصہ دے دیں اور اگر اس قیمت کی کوئی اور چیز دینا چاہیں تو وہ قیمت لی جائے جو سال تمام کے دن تھی اور اگر وہ چیز سال تمام کے دن تر تھی اب خشک ہو گئی، جب بھی وہی قیمت لگائیں جو اس دن تھی اور اگر اس روز خشک تھی، اب بھیگ گئی تو آج کی قیمت لگائیں۔[3]

مسئلہ ۱۸: قیمت اس جگہ کی ہونی چاہیے جہاں مال ہے اور اگر مال جنگل میں ہو تو اُس کے قریب جو آبادی ہے وہاں جو قیمت ہو اس کا اعتبار ہے۔[4] ظاہر یہ ہے کہ یہ اس مال میں ہے

---

(1)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، في مسائل شتى، ج۱، ص۱۸۲

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۷۹

(3)المرجع السابق، ص۱۷۹.۱۸۰

(4)'الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۸۰

جس کی جنگل میں خریداری نہ ہوتی ہو اور اگر جنگل میں خریدا جاتا ہو، جیسے لکڑی اور وہ چیزیں جو وہاں پیدا ہوتی ہیں تو جب تک مال وہاں پڑا ہے، وہیں کی قیمت لگائی جائے۔

مسئلہ ۱۹: کرایہ پر اٹھانے کے لیے دیگیں ہوں، اُن کی زکات نہیں۔ یوہیں کرایہ کے مکان کی۔ [1]

مسئلہ ۲۰: گھوڑے کی تجارت کرتا ہے، جُھول (گھوڑے کے اوپر ڈالنے کا کپڑا) اور لگام اور رسیاں وغیرہ اس لیے خریدیں کہ گھوڑوں کی حفاظت میں کام آئیں گی تو اُن کی زکات نہیں اور اگر اس لیے خریدیں کہ گھوڑے ان کے سمیت بیچے جائیں گے تو ان کی بھی زکات دے۔ نان بائی نے روٹی پکانے کے لیے لکڑیاں خریدیں یا روٹی میں ڈالنے کو نمک خریدا تو ان کی زکات نہیں اور روٹی پر چھڑکنے کو تل خریدے تو تلوں کی زکات واجب ہے۔ [2]

مسئلہ ۲۱: ایک شخص نے اپنا مکان تین سال کے لیے تین سو درم سال کے کرایہ پر دیا اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے اور جو کرایہ میں آتا ہے، سب کو محفوظ رکھتا ہے تو آٹھ مہینے گزرنے پر نصاب کا مالک ہو گیا کہ آٹھ ماہ میں دو سو درم کرایہ کے ہوئے، لہٰذا آج سے سال زکات شروع ہو گا اور سال پورا ہونے پر پانچ سو درم کی زکات دے کہ بیس ماہ کا کرایہ پانسو ہوا، اب اس کے بعد ایک سال اور گزرا تو آٹھ سو کی زکات دے، مگر سال اوّل کی زکات کے ساڑھے بارہ درم کم کیے جائیں۔ [3] بلکہ آٹھ سو میں چالیس کم کی زکات واجب ہو گی کہ چالیس سے کم کی زکات نہیں بلکہ عفو ہے۔

مسئلہ ۲۲: ایک شخص کے پاس صرف ایک ہزار درم ہیں اور کچھ مال نہیں، اس نے سو درم سالانہ کرایہ پر دس ۱۰ سال کے لیے مکان لیا اور وہ کُل روپے مالک مکان کو دے دیے تو پہلے

---

(1) المرجع السابق

(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثالث في زكاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الثاني، ج۱، ص۱۸۰

(3) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، في مسائل شتى، ج۱، ص۱۸۱

سال میں نوسو کی زکات دے کہ سو کرایہ میں گئے، دوسرے سال آٹھ سو کی بلکہ پہلے سال کی زکات کے ساڑھے بائیس درم آٹھ سو میں سے کم کرکے باقی کی زکات دے۔ اسی طرح ہر سال میں سو روپے اور سالِ گزشتہ کی زکات کے روپے کم کرکے باقی کی زکات اُس کے ذمہ ہے اور مالک مکان کے پاس بھی اگر اس کرایہ کے ہزار کے سوا کچھ نہ ہو تو دو سال تک کچھ نہیں۔ دو سال گزرنے پر اب دو سو کا مالک ہوا، تین برس پر تین سو کی زکات دے۔ یوہیں ہر سال سو درم کی زکات بڑھتی جائے گی، مگر اگلی برسوں کی مقدار زکات کم کرنے کے بعد باقی کی زکات واجب ہوگی۔ صورت مذکورہ میں اگر اس قیمت کی کنیز کرایہ میں دی تو کرایہ دار پر کچھ واجب نہیں اور مالکِ مکان پر اُسی طرح وجوب ہے، جو درم کی صورت میں ہے۔ [1]

مسئلہ ۲۳: تجارت کے لیے غلام قیمتی دو سو درم کا دو سو میں خریدا اور ثمن بائع کو دے دیا، مگر غلام پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا، اب وہ بائع کے یہاں مر گیا تو بائع و مشتری دونوں پر دو دو سو کی زکات واجب ہے اور اگر غلام دو سو درم سے کم قیمت کا تھا اور مشتری نے دو سو پر لیا تو بائع دو سو کی زکات دے اور مشتری پر کچھ نہیں۔ [2]

مسئلہ ۲۴: خدمت کا غلام ہزار روپے میں بیچا اور ثمن پر قبضہ کر لیا، سال بھر بعد وہ غلام عیب دار نکلا اس بنا پر واپس ہوا، قاضی نے واپسی کا حکم دیا ہو یا اُس نے خود اپنی خوشی سے واپس لے لیا ہو تو ہزار کی زکات دے۔ [3]

مسئلہ ۲۵: روپے کے عوض کھانا غلّہ کپڑا وغیرہ فقیر کو دے کر مالک کر دیا تو زکات ادا ہو جائے گی، مگر اس چیز کی قیمت جو بازار بھاؤ سے ہوگی وہ زکات میں سمجھی جائے، بالائی مصارف مثلاً بازار سے لانے میں جو مزدور کو دیا ہے یا گاؤں سے منگوایا تو کرایہ اور چونگی وضع نہ کریں گے یا پکوا کر دیا تو پکوائی یا لکڑیوں کی قیمت مُجرا نہ کریں، بلکہ اس پکی ہوئی چیز کی

---

(1) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، في مسائل شتى، ج١، ص١٨١ . ١٨٢

(2) المرجع السابق، ص١٨٢

(3) المرجع السابق

جو قیمت بازار میں ہو، اس کا اعتبار ہے۔[1]

عاشر کا بیان:

مسئلہ ۱: عاشر اُس کو کہتے ہیں جسے بادشاہِ اسلام نے راستہ پر مقرر کر دیا ہو کہ تجار (تجارت کرنے والے) جو اموال لے کر گزریں، اُن سے صدقات وصول کرے۔ عاشر کے لیے شرط یہ ہے کہ مسلمان حُر (جو غلام نہ ہو) غیر ہاشمی ہو، چور اور ڈاکوؤں سے مال کی حفاظت پر قادر ہو۔[2]

مسئلہ ۲: جو راہ گیر یہ کہے کہ میرے اس مال پر نیز گھر میں جو موجود ہے کسی پر سال نہیں گزرا یا کہتا ہے کہ میں نے اس میں تجارت کی نیّت نہیں کی یا کہے یہ میرا مال نہیں بلکہ میرے پاس امانت یا بطور مضاربت ہے، بہ شرطے کہ اس میں اتنا نفع نہ ہو کہ اس کا حصہ نصاب کو پہنچ جائے یا اپنے کو مزدور یا مکاتب یا ماذون بتائے یا اتنا ہی کہے کہ اس مال پر زکاۃ نہیں، اگرچہ وجہ نہ بتائے یا کہے مجھ پر دَین ہے جو مال کے برابر ہے یا اتنا ہے کہ اُسے نکالیں تو نصاب باقی نہ رہے یا کہے دوسرے عاشِر کو دے دیا ہے اور جس کو دینا بتاتا ہے واقع میں وہ عاشِر ہے اور اس عاشِر کو بھی اس کا عاشِر ہونا معلوم ہو یا کہے شہر میں فقیروں کو زکاۃ دے دی اور اپنے بیان پر حلف کرے تو اُس کا قول مان لیا جائے گا، اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ اس سے رسید طلب کریں کہ رسید کبھی جعلی ہوتی ہے اور کبھی غلطی سے رسید نہیں لی جاتی اور کبھی گم ہو جاتی ہے اور اگر رسید پیش کی اور اس میں اس عاشِر کا نام نہیں جسے اُس نے بتایا، جب بھی حلف لے کر اُس کا قول مان لیں گے اور اگر چند سال گزرنے پر معلوم ہوا کہ اُس نے جھوٹ کہا تھا تو اب اُس سے زکاۃ لی جائے گی۔[3]

---

(1) المرجع السابق، ص۱۸۰، "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب العاشر، ج۳، ص۲۰٤.
(2) "البحر الرائق"، كتاب الزكاة،باب العاشر، ج۲، ص٤۰۲
(3) "الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الرابع فيمن يمر على العاشر، ج۱، ص۱۸۳ و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب العاشر، مطلب: لاتسقط الزكاة... إلخ، ج۳، ص۲۸۹ . ۲۹۱.

مسئلہ ۳: اگر اس مال پر سال نہیں گزرا مگر اس کے مکان پر جو مال ہے اس پر سال گزر گیا ہے اور اس مال کو اس مال کے ساتھ ملا سکتے ہوں تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا۔ یوہیں اگر ایسے عاشر کو دینا بتائے جو اُسے معلوم نہیں یا کہے کسی بد مذہب کو زکات دے دی یا کہے شہر میں فقیر کو نہیں دی بلکہ شہر سے باہر جاکر دی تو ان سب صورتوں میں اس کا قول نہ مانا جائے۔ [1]

مسئلہ ۴: سائمہ اور اموالِ باطنہ میں اس کا قول نہیں مانا جائے گا اور جن امور میں مسلمان کا قول مانا جاتا ہے، ذمی کافر کا بھی مان لیا جائے گا، مگر اس صورت میں کہ شہر میں فقیر کو دینا بتائے تو اس کا قول معتبر نہیں۔ [2]

مسئلہ ۵: حربی کافر کا قول بالکل معتبر نہیں، اگرچہ جو کچھ کہتا ہے اُس پر گواہ پیش کرے اور اگر کنیز کو ام ولد بتائے یا غلام کو اپنا لڑکا کہے اور اس کی عمر اس قابل ہو کہ یہ اس کا لڑکا ہو سکتا ہے یا کہے میں نے دوسرے کو دے دیا ہے اور جسے بتاتا ہے وہ وہاں موجود ہے تو ان امور میں حربی کا بھی قول مان لیا جائے۔ [3]

مسئلہ ۶: جو شخص دو سو درم سے کم کا مال لے کر گزرا تو عاشر اُس سے کچھ نہ لے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمّی یا حربی، خواہ اُس کے گھر میں اور مال ہونا معلوم ہو یا نہیں۔ [4]

مسئلہ ۷: مسلمان سے چالیسواں حصہ لیا جائے اور ذمّی سے بیسواں اور حربی سے دسواں حصہ۔ [5] حربی سے دسواں حصہ لینا اس وقت ہے جب معلوم نہ ہو کہ حربیوں نے مسلمانوں سے کتنا لیا تھا اور اگر معلوم ہو تو جتنا انہوں نے لیا مسلمان بھی حربیوں سے اتنا ہی لیں، مگر حربیوں نے اگر مسلمانوں کا کُل مال لے لیا ہو تو مسلمان کُل نہ لیں، بلکہ اتنا چھوڑ دیں کہ

---

(1) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب العاشر، مطلب: لاتسقط الزكاة... إلخ، ج۳، ص۲۹۰

(2) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة،باب العاشر، ج۳، ص۲۹۱

(3) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب العاشر، ج۳، ص۲۹۳

(4) "الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الرابع فيمن يمر على العاشر، ج۱، ص۱۸۳

(5) "تنوير الأبصار"، كتاب الزكاة، باب العاشر، ج۳ ص۲۹٤

اپنے ٹھکانے پہنچ جائے اور اگر حربیوں نے مسلمانوں سے کچھ نہ لیا تو مسلمان بھی کچھ نہ لیں۔ [1]

مسئلہ ۸: حربی بچے اور مکاتب سے کچھ نہ لیں گے، مگر جب مسلمانوں کے بچوں اور مکاتب سے حربیوں نے لیا ہو تو مسلمان بھی اُن سے لیں۔ [2]

مسئلہ ۹: ایک بار جب حربی سے لے لیا تو دوبارہ اس سال میں نہ لیں، مگر جب لینے کے بعد دارالحرب کو واپس گیا اور اب پھر دارالحرب سے آیا تو دوبارہ لیں گے۔ [3]

مسئلہ ۱۰: حربی دارالاسلام میں آیا اور واپس گیا مگر عاشر کو خبر نہ ہوئی پھر دوبارہ دارالحرب سے آیا تو پہلی مرتبہ کا نہ لیں اور اگر مسلمان یا ذمّی کے آنے اور جانے کی خبر نہ ہوئی اور اب دوبارہ آیا تو پہلی بار کا لیں گے۔ [4]

مسئلہ ۱۱: ماذُون (وہ غلام جسے اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دے دی ہو) کے ساتھ اگر اس کا مالک بھی ہے اور اس پر اتنا دَین نہیں، جو ذات و مال کو مستغرق (۷) ہو تو عاشر اس سے لے گا۔ [5]

مسئلہ ۱۲: عاشِر کے پاس ایسی چیز لے کر گزرا جو جلد خراب ہونے والی ہے، جیسے میوہ، ترکاری، خربزہ، تربز، دودھ وغیرہا، اگرچہ اُن کی قیمت نصاب کی قدر ہو مگر عشر نہ لیا جائے، ہاں اگر وہاں فقرا موجود ہوں تو لے کر فقرا کو بانٹ دے۔ [6]

مسئلہ ۱۳: عاشِر نے مال زیادہ خیال کرکے زکات لی پھر معلوم ہوا کہ اتنے کا مال نہ تھا تو جتنا زیادہ لیا ہے سال آئندہ میں محسوب ہوگا اور اگر قصداً زیادہ لیا تو یہ زکات میں محسوب نہ ہوگا کہ ظلم ہے۔ [7]

---

(1)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج۳، ص۲۹۵
(2)"الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ،باب العاشر، ج۳، ص۲۹۵
(3)"تنویر الأبصار"،کتاب الزکاۃ، باب العاشرج۳ ص۲۹۵
(4)"الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج۳، ص۲۹۶
(5)"الدرالمختار"،کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج۳، ص۲۹۹
(6)المرجع السابق
(7)"الفتاوی الخانیة"، کتاب الزکاۃ،فصل في اداء الزکاۃ، ص۱۲۶

کان اور دفینے کا بیان

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: رکاز (کان) میں خمس ہے۔[۱]

مسئلہ ۱: کان سے لوہا، سیسہ، تانبا، پیتل، سونا چاندی نکلے، اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے۔ خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمّی، مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکلیں عشری ہو یا خراجی۔[۲] یہ اُس صورت میں ہے کہ زمین کسی شخص کی مملوک نہ ہو، مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر مملوک ہے تو کُل مالکِ زمین کو دیا جائے خمس بھی نہ لیا جائے۔[۳]

مسئلہ ۲: فیروزہ و یاقوت و زمرد و دیگر جواہر اور سرمہ، پھٹکری، چونا، موتی میں اور نمک وغیرہ بہنے والی چیزوں میں خمس نہیں۔[۴]

مسئلہ ۳: مکان یا دکان میں کان نکلی تو خمس نہ لیا جائے، بلکہ کُل مالک کو دیا جائے۔[۵]

مسئلہ ۴: فیروزہ، یاقوت، زمرد وغیرہ جواہر سلطنت اسلام سے پیش تر کے دفن تھے اور اب نکلے تو خمس لیا جائے گا یہ مالِ غنیمت ہے۔[۶]

مسئلہ ۵: موتی اور اس کے علاوہ جو کچھ دریا سے نکلے، اگرچہ سونا کہ پانی کی تہ میں

---

(1)"صحيح مسلم"،كتاب الحدود،باب جرح العجماء والمعدن.إلخ، الحديث: ١٧١،ص ٩٤٠

(2)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب الخامس في المعادن و الركاز، ج١، ص١٨٤

(3)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"،كتاب الزكاة، باب الركاز،ج٣، ص٣٠٥

(4)المرجع السابق، ص٣٠١

(5)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب الركاز،ج٣، ص٣٠٥

(6)المرجع السابق، ص٣٠٦

تھا،سب پانے والے کا ہے بہ شرطے کہ اس میں کوئی اسلامی نشانی نہ ہو۔(۱)

مسئلہ۶: جس دفینہ (دفن کیا ہوا مال) میں اسلامی نشانی پائی جائے خواہ وہ نقد ہو یا ہتھیار یا خانہ داری کے سامان وغیرہ، وہ پڑے مال کے حکم میں ہے یعنی مسجدوں، بازاروں میں اس کا اعلان اتنے دنوں تک کرے کہ ظن غالب ہو جائے، اب اس کا تلاش کرنے والا نہ ملے گا پھر مساکین کو دے دے اور خود فقیر ہو تو اپنے صرف میں لائے اور اگر اس میں کفر کی علامت ہو، مثلاً بُت کی تصویر ہو یا کافر بادشاہ کا نام اس پر لکھا ہو، اُس میں سے خمس لیا جائے، باقی پانے والے کو دیا جائے، خواہ اپنی زمین میں پائے یا دوسرے کی زمین میں یا مباح زمین میں۔(۲)

مسئلہ۷: حربی کافر نے دفینہ نکالا تو اُسے کچھ نہ دیا جائے اور جو اُس نے لے لیا ہے واپس لیا جائے، ہاں اگر بادشاہِ اسلام کے حکم سے کھود کر نکالا تو جو ٹھہرا ہے وہ دیں گے۔(۳)

مسئلہ۸: دفینہ نکالنے میں دو شخصوں نے کام کیا تو خمس کے بعد باقی اُسے دیں گے جس نے پایا، اگرچہ دونوں نے شرکت کے ساتھ کام کیا ہے کہ یہ شرکت فاسدہ ہے اور اگر شرکت کی صورت میں دونوں نے پایا اور یہ نہیں معلوم کہ کتنا کس نے پایا تو نصف نصف کے شریک ہیں اور اس صورت میں اگر ایک نے پایا اور دوسرے نے مدد کی تو وہ پانے والے کا ہے اور مددگار کو کام کی مزدوری دی جائے گی اور اگر دفینہ نکالنے پر مزدور رکھا تو جو برآمد ہو گا مزدور کو ملے گا، مستاجر کو کچھ نہیں کہ یہ اجارہ فاسد(۴) ہے۔(۵)

مسئلہ۹: دفینہ میں نہ اسلامی علامت ہے، نہ کفر کی تو زمانہ کفر کا قرار دیا جائے۔(۶)

---

(1) المرجع السابق، ص٣٠٦

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة،باب الركاز، ج٣، ص٣٠٧

(3) "الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الخامس في المعادن والركاز،ج١،ص١٨٤

(4) "الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة، الباب الخامس في المعادن والركاز،ج١،ص١٨٤

(5) "ردالمحتار"،كتاب الزكاة، باب الركاز،ج٣، ص٣٠٨

(6) "الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب الخامس في المعادن والركاز،ج١،ص١٨٥

مسئلہ ۱۰: صحراے دارالحرب میں سے جوکچھ نکلا معدنی ہو یا دفینہ اُس میں خمس نہیں، بلکہ کُل پانے والے کو ملے گا اور اگر بہت سے لوگ بطور غلبہ کے نکال لائے تو اس میں خمس لیا جائے گا کہ یہ غنیمت ہے۔[1]

مسئلہ ۱۱: مسلمان دارالحرب میں امن لے کر گیا اور وہاں کسی کی مملوک زمین سے خزانہ یا کان نکالی تو مالکِ زمین کو واپس دے اور اگر واپس نہ کیا بلکہ دارالاسلام میں لے آیا تو یہی مالک ہے مگر مِلک خبیث ہے، لہٰذا تصدق کرے اور بیچ ڈالا تو بیع صحیح ہے، مگر خریدار کے لیے بھی خبیث ہے اور اگر امان لے کر نہیں گیا تھا تو یہ مال اس کے لیے حلال ہے، نہ واپس کرے نہ اس میں خمس لیا جائے۔[2]

مسئلہ ۱۲: خمس مساکین کا حق ہے کہ بادشاہِ اسلام اُن پر صرف کرے اور اگر اُس نے بطور خود مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے، بادشاہِ اسلام کو خبر پہنچے تو اُسے برقرار رکھے اور اُس کے تصرف کو نافذ کر دے اور اگر یہ خود مسکین ہے تو بقدرِ حاجت اپنے صرف میں لا سکتا ہے اور اگر خمس نکالنے کے بعد باقی دو سو درم کی قدر رہے تو خُمس اپنے صرف میں نہیں لا سکتا کہ اب یہ فقیر نہیں ہاں اگر مدیُون ہو کہ دَین نکالنے کے بعد دو سو درم کی قدر باقی نہیں رہتا تو خُمس اپنے صرف میں لا سکتا ہے اور اگر ماں باپ یا اولاد جو مساکین ہیں، اُن کو خُمس دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔[3]

زراعت اور پھلوں کی زکات:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ [4]

کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

---

(1)"الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ،باب الرکاز، ج۳، ص۳۰۹
(2)"الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج۳، ص۳۰۹
(3)"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ،باب الرکاز، ج۳، ص۳۱۱
(4)پ۸، الانعام: ۱۴۱

حدیث ۱: صحیح بخاری شریف میں ابن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عشری ہو یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہوں، اُس میں عشر ہے اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہوں، اُس میں نصف عشر[1] یعنی بیسواں حصہ۔

حدیث ۲: ابن نجار انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ ہر اُس شے میں جسے زمین نے نکالا، عشر یا نصف عشر ہے۔[2]

زمین تین قسم ہے:

۱ عشری۔ ۲ خراجی۔ ۳ نہ عشری، نہ خراجی۔

اوّل و سوم دونوں کا حکم ایک ہے یعنی عشر دینا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی، جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو لے۔ عشری ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً مسلمانوں نے فتح کیا اور زمین مجاہدین پر تقسیم ہوگئی یا وہاں کے لوگ خود بخود مسلمان ہوگئے، جنگ کی نوبت نہ آئی یا عشری زمین کے قریب پڑتی تھی، اسے کاشت میں لایا یا اُس پڑتی کو کھیت بنایا جو عشری و خراجی دونوں سے قرب و بعد کی یکساں نسبت رکھتی ہے یا اس کھیت کو عشری پانی سے سیراب کیا یا خراجی و عشری دونوں سے یا مسلمان نے اپنے مکان کو باغ یا کھیت بنالیا اور اسے عشری پانی سے سیراب کرتا ہے۔ یا عشری و خراجی دونوں سے یا عشری زمین کافر ذمّی نے خریدی، مسلمان نے شفعہ میں اُسے لے لیا یا بیع فاسد ہوگئی یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے واپس ہوئی یا خیار عیب[3] کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس ہوئی۔

---

(1)"صحيح البخاري"، كتاب الزكاة،باب في العشر فيما من ماء السماء... الخ، الحديث: ١٤٨٣، ج١، ص٥٠١

(2)"كنزالعمال"،كتاب الزكاة،زكاة النبات والفواكه، الحديث: ١٥٨٧، ج٦، ص١٤٠

(3)بیع فاسد، خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب کی تفصیلی معلومات کے لیے بہارِ شریعت حصہ ۱۱، ملاحظہ فرمائیں

اور بہت صورتوں میں خراجی ہے مثلاً فتح کرکے وہیں والوں کو احسان کے طور پر واپس دی یا دوسرے کافروں کو دے دی یا وہ ملک صُلح کے طور پر فتح کیا گیا یا ذمّی نے مسلمان سے عشری زمین خرید لی یا خراجی زمین مسلمان نے خریدی یا ذمّی نے بادشاہِ اسلام کے حکم سے بنجر کو آباد کیا یا بنجر زمین ذمّی کو دے دی گئی یا اسے مسلمان نے آباد کیا اور وہ خراجی زمین کے پاس تھی یا اسے خراجی پانی سے سیراب کیا۔ خراجی زمین اگرچہ عشری پانی سے سیراب کی جائے، خراجی ہی رہے گی اور خراجی و عشری دونوں نہ ہوں، مثلاً مسلمانوں نے فتح کرکے اپنے لیے قیامت تک کے لیے باقی رکھی یا اس زمین کے مالک مر گئے اور زمین بیت المال کی مِلک ہوگئی۔

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: خراج دو قسم ہے:

(۱) خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہا مقرر ہو، جیسے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہودِ خیبر پر مقرر فرمایا تھا۔

(۲) اور خراج مؤظف کہ ایک مقدار معیّن لازم کر دی جائے خواہ روپے، مثلاً سالانہ دو روپے بیگھہ یا کچھ اور جیسے فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مقرر فرمایا تھا۔

مسئلہ ۲: اگر معلوم ہو کہ سلطنت اسلامیہ میں اتنا خراج مقرر تھا تو وہی دیں، بہ شرطے کہ خراج مؤظف میں جہاں جہاں فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مقدار منقول ہے، اس پر زیادت نہ ہو اور جہاں منقول نہیں اس میں نصف پیداوار سے زیادہ نہ ہو۔ یوہیں خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ زمین اُتنے دینے کی طاقت بھی رکھتی ہو۔ [1]

مسئلہ ۳: اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنتِ اسلام میں کیا مقرر تھا تو جہاں جہاں فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مقرر فرما دیا ہے، وہ دیں اور جہاں مقرر نہ فرمایا ہو نصف دیں۔ [2]

---

(1) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الجهاد، باب العشر و الخراج و الجزية، مطلب في خراج المقاسمة، ج٦، ص٢٩٢ . ٢٩٤.

(2) "الفتاوى الرضوية" ، ج١٠، ص٢٣٨

مسئلہ ۴: فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ ہر قسم کے غلّہ میں فی جریب ایک درم اور اُس غلّہ کا ایک صاع اور خربوزے، تربوز کی پالیز اور کھیرے، ککڑی، بیگن وغیرہ ترکاریوں میں فی جریب پانچ درم انگور و خرما کے گھنے باغوں میں جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے۔ دس درم پھر زمین کی حیثیت اور اس شخص کی قدرت کا اعتبار ہے، اس کا اعتبار نہیں کہ اُس نے کیا بویا یعنی جو زمین جس چیز کے بونے کے لائق ہے اور یہ شخص اُس کے بونے پر قادر ہے تو اس کے اعتبار سے خراج ادا کرے، مثلاً انگور بو سکتا ہے تو انگور کا خراج دے، اگرچہ گیہوں بوئے اور گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج ادا کرے اگرچہ جَو بوئے۔ جریب کی مقدار انگریزی گز سے ۳۵ گز طول، ۳۵ گز عرض ہے اور صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر اور دس درم کے ۱۲/عا ۹ ۳/۵ پائی، پانچ درم ۶/عہ ۴ ۴/۵ پائی اور ایک درم ۴/ ۵ ۱۹/۲۵ پائی۔[1]

مسئلہ ۵: جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو، وہاں کے لوگ بطورِ خود فقراوغیرہ جو مصارفِ خراج ہیں، اُن پر صرف کریں۔

مسئلہ ۶: عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اُس پیداوار کی زکات فرض ہے اور اس زکات کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔[2]

مسئلہ ۷: عشر واجب ہونے کے لیے عاقل، بالغ ہونا شرط نہیں، مجنون اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیدا ہوا اس میں بھی عشر واجب ہے۔[3]

مسئلہ ۸: خوشی سے عشر نہ دے تو بادشاہِ اسلام جبراً لے سکتا ہے اور اس صورت میں

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الجهاد، باب العشر و الخراج و الجزية، ج٦، ص٢٩٢
(2)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب السادس في زكاة الزرع والثمار،ج١،ص١٨٥
(3)المرجع السابق، وغيره

بھی عشر ادا ہو جائے گا، مگر ثواب کا مستحق نہیں اور خوشی سے ادا کرے تو ثواب کا مستحق ہے۔ [1]

مسئلہ ۹: جس پر عشر واجب ہوا، اُس کا انتقال ہو گیا اور پیداوار موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا۔ [2]

مسئلہ ۱۰: عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں، بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے۔ [3]

مسئلہ ۱۱: اس میں نصاب بھی شرط نہیں، ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ کاشتکار زمین کا مالک ہو یہاں تک کہ مکاتب وماذون نے کاشت کی تو اس پیداوار پر بھی عشر واجب ہے، بلکہ وقفی زمین میں زراعت ہوئی تو اس پر بھی عشر واجب ہے، خواہ زراعت کرنے والے اہلِ وقف ہوں یا اُجرت پر کاشت کی۔ [4]

مسئلہ ۱۲: جو چیزیں ایسی ہوں کہ اُن کی پیداوار سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود نہ ہو اُن میں عشر نہیں، جیسے ایندھن، گھاس، نرکل، سنیٹھا، جھاو، کھجور کے پتّے، خطمی، کپاس، بیگن کا درخت، خربزہ، تربز، کھیرا، ککڑی کے بیج۔ یوہیں ہر قسم کی ترکاریوں کے بیج کہ اُن کی کھیتی سے ترکاریاں مقصود ہوتی ہیں، بیج مقصود نہیں ہوتے۔ یوہیں جو بیج دوا ہیں مثلاً کندر، میتھی، کلونجی اور اگر نرکل، گھاس، بید، جھاؤ وغیرہ سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لیے خالی چھوڑ دی تو اُن میں بھی عشر واجب ہے۔ [5]

مسئلہ ۱۳: جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے، اس میں عُشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی آبپاشی چرسے (چمڑے کا بڑا ڈول) یا ڈول سے ہو، اس میں

---

(1) الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار، ج١، ص١٨٥

(2) المرجع السابق

(3) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب العشر، ج٣، ص٣١٣

(4) المرجع السابق

(5) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب العشر، ج٣، ص٣١٥

نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب اور پانی خرید کر آب پاشی ہو یعنی وہ پانی کسی کی مِلک ہے، اُس سے خرید کر آبپاشی کی جب بھی نصف عشر واجب ہے اور اگر وہ کھیت کچھ دنوں مینھ کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول چرسے سے تو اگر اکثر مینھ (بارش) کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول چرسے سے تو عشر واجب ہے، ورنہ نصف عشر۔[1]

مسئلہ ۱۴: عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہوا، اس پر عشر واجب ہے۔ یوہیں پہاڑ اور جنگل کے پھلوں میں بھی عشر واجب ہے، بہ شرطے کہ بادشاہِ اسلام نے حربیوں اور ڈاکوؤں اور باغیوں سے اُن کی حفاظت کی ہو، ورنہ کچھ نہیں۔[2]

مسئلہ ۱۵: گیہوں، جَو، جوار، باجرا، دھان (چاول) اور ہر قسم کے غلّے اور السی، کسم، اخروٹ، بادام اور ہر قسم کے میوے، روئی، پھول، گنا، خربزہ، تربز، کھیرا، ککڑی، بیگن اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عشر واجب ہے (مثلاً دس مَن میں ایک مَن، دس سیر میں ایک سیر یا دس پھل میں ایک پھل)، تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ۔[3]

مسئلہ ۱۶: جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوا اس میں کُل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ مصارفِ زراعت، ہل بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اُجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔[4]

مسئلہ ۱۷: عشر صرف مسلمانوں سے لیا جائے گا، یہاں تک کہ عشری زمین مسلمان سے ذمّی نے خرید لی اور قبضہ بھی کر لیا تو اب ذمّی سے عشر نہیں لیا جائے گا بلکہ خراج لیا جائے گا اور مسلمان نے ذمّی سے خراجی زمین خریدی تو یہ خراجی ہی رہے گی۔ اُس مسلمان سے اس

---

(1)"الدر المختار"، كتاب الزكاة،باب العشر، ج٣، ص٣١٣ . ٣١٦

(2)"الدر المختار" و "ردالمحتار"،كتاب الزكاة، باب العشر، ج٣، ص٣١١ . ٣١٣

(3)الفتاوى الهندية،كتاب الزكاة،الباب السادس في زكاة الزرع والثمار،ج١،ص١٨٦

(4)"الدر المختار"و"ردالمحتار"،كتاب الزكاة، باب العشر،مطلب مهم:في حكم اراضى مصر... إلخ، ج٣، ص٣١٧

زمین کا عشر نہ لیں گے بلکہ خراج لیا جائے۔ [1]

مسئلہ ۱۸: ذمّی نے مسلمان سے عشری زمین خریدی پھر کسی مسلمان نے شفعہ میں وہ زمین لے لی یا کسی وجہ سے بیع فاسد ہو گئی تھی اور بائع کے پاس واپس ہوئی یا بائع کو خیار شرط تھا یا کسی کو خیار رویت تھا اس وجہ سے واپس ہوئی یا مشتری کو خیار عیب تھا اور حکم قاضی سے واپس ہوئی، ان سب صورتوں میں پھر عشری ہی ہے اور اگر خیار عیب میں بغیر حکم قاضی واپس ہوئی تو اب خراجی ہی رہے گی۔ [2]

مسئلہ ۱۹: مسلمان نے اپنے گھر کو باغ بنالیا، اگر اس میں عشری پانی دیتا ہے تو عشری ہے اور خراجی پانی دیتا ہے تو خراجی اور دونوں قسم کے پانی دیتا ہے، جب بھی عشری اور ذمّی نے اپنے گھر کو باغ بنایا تو مطلقاً خراج لیں گے۔ آسمان اور کوئیں اور چشمہ اور دریا کا پانی عشری ہے اور جو نہر عجمیوں نے کھودی اس کا پانی خراجی ہے۔ کافروں نے کوآں کھودا تھا اور اب مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا یا خراجی زمین میں کھودا گیا وہ بھی خراجی ہے۔ [3]

مسئلہ ۲۰: مکان یا مقبرہ میں جو پیداوار ہو، اُس میں نہ عشر ہے نہ خراج۔ [4]

مسئلہ ۲۱: زفت اور نفط کے چشمے عشری زمین میں ہوں یا خراجی میں اُن میں کچھ نہیں لیا جائے گا، البتہ اگر خراجی زمین میں ہوں اور آس پاس کی زمین قابل زراعت ہو تو اس زمین کا خراج لیا جائے گا، چشمہ کا نہیں اور عشری زمین میں ہوں تو جب تک آس پاس کی زمین میں زراعت نہ ہو کچھ نہیں لیا جائے گا، فقط قابلِ زراعت ہونا کافی نہیں۔ [5]

---

(1) المرجع السابق، ص۳۱۸

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مهم: في حکم اراضی مصر... إلخ، ج۳، ص۳۱۸

(3) المرجع السابق، ص۳۱۹، و "الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاۃ، الباب السادس في زکاۃ الزرع والثمار، ج۱، ص۱۸٦

(4) "الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۲۰

(5) المرجع السابق، ص۳۲۱

مسئلہ ۲۲: جو چیز زمین کی تابع ہو، جیسے درخت اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند اس میں عشر نہیں۔ [1]

مسئلہ ۲۳: عشر اس وقت لیا جائے جب پھل نکل آئیں اور کام کے قابل ہو جائیں اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے، اگرچہ ابھی توڑنے کے لائق نہ ہوئے ہوں۔ [2]

مسئلہ ۲۴: خراج ادا کرنے سے پیشتر اُس کی آمدنی کھانا حلال نہیں۔ یوہیں عشر ادا کرنے سے پیشتر مالک کو کھانا حلال نہیں، کھائے گا تو ضمان دے گا۔ یوہیں اگر دوسرے کو کھلایا تو اتنے کے عشر کا تاوان دے اور اگر یہ ارادہ ہے کہ کُل کا عشر ادا کر دے گا تو کھانا حلال ہے۔ [3]

مسئلہ ۲۵: بادشاہِ اسلام کو اختیار ہے کہ خراج لینے کے لیے غلّہ کو روک لے مالک کو تصرف نہ کرنے دے اور اس نے کئی سال کا خراج نہ دیا ہو اور عاجز ہو تو اگلی برسوں کا معاف ہے اور عاجز نہ ہو تو لیں گے۔ [4]

مسئلہ ۲۶: زراعت پر قادر ہے اور بویا نہیں تو خراج واجب ہے اور عشر جب تک کاشت نہ کرے اور پیداوار نہ ہو واجب نہیں۔ [5]

مسئلہ ۲۷: کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی مثلاً کھیتی ڈوب گئی یا جل گئی یا ٹیری کھا گئی یا پالے اور لُو سے جاتی رہی تو عشر و خراج دونوں ساقط ہیں، جب کہ کُل جاتی رہی اور اگر کچھ باقی ہے تو اس باقی کا عشر لیں گے اور اگر چوپائے کھا گئے تو ساقط نہیں اور ساقط ہونے کے لیے یہ بھی شرط

---

(1) الفتاوی الهندية، كتاب الزكاة، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار، ج١، ص١٨٦
(2) "الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، باب زكاة الزروع و الثمار، ص١٦٢
(3) "الفتاوی الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار، ج١، ص١٨٧ و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب العشر، مطلب مهم: في حكم اراضى مصر...إلخ، ج٣، ص٣٢١
(4) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب العشر، مطلب مهم: في حكم اراضى مصر... إلخ، ج٣، ص٣٢٢
(5) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب العشر، ج٣، ص٣٢٣

ہے کہ اس کے بعد اس سال کے اندر اس میں دوسری زراعت تیار نہ ہو سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو ورنہ ساقط نہیں۔[1]

مسئلہ ۲۸: خراجی زمین کسی نے غصب کی اور غصب سے انکار کرتا ہے اور مالک کے پاس گواہ بھی نہیں، تو اگر کاشت کرے خراج غاصب پر ہوگا۔[2]

مسئلہ ۲۹: بیع وفا یعنی جس بیع میں یہ شرط ہو کہ بائع جب ثمن مشتری کو واپس دے گا تو مشتری مبیع پھیر دے گا تو جب خراجی زمین اس طور پر کسی کے ہاتھ بیچے اور بائع کے قبضہ میں زمین ہے تو خراج بائع پر اور مشتری کے قبضہ میں ہو اور مشتری نے بویا بھی تو خراج مشتری پر۔[3]

مسئلہ ۳۰: تیار ہونے سے پیشتر زراعت بیچ ڈالی تو عشر مشتری پر ہے، اگرچہ مشتری نے یہ شرط لگائی کہ پکنے تک زراعت کاٹی نہ جائے بلکہ کھیت میں رہے اور بیچنے کے وقت زراعت تیار تھی تو عشر بائع پر ہے اور اگر زمین و زراعت دونوں یا صرف زمین بیچی اور اس صورت میں سال پورا ہونے میں اتنا زمانہ باقی ہے کہ زراعت ہو سکے، تو خراج مشتری پر ہے ورنہ بائع پر۔[4]

مسئلہ ۳۱: عشری زمین عاریۃً دی تو عشر کاشت کار پر ہے مالک پر نہیں اور کافر کو عاریت دی تو مالک پر عشر ہے۔[5]

---

(1) "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مطلب مهم: في حکم اراضی مصر... إلخ، ج۳، ص۳۲۳

(2) "الدرالمختار"،کتاب الزکاۃ، باب العشر، ج۳، ص۳۲۳

(3) "الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ،باب العشر، مطلب مهم: في حکم ارا ضی مصر...إلخ، ج۳، ص۳۲٤

(4) المرجع السابق

(5) "الفتاوی الهندیة"،کتاب الزکاۃ،الباب السادس في زکاۃ الزرع والثمار،ج۱، ص۱۸۷

مسئلہ ۳۲: عشری زمین بٹائی پر دی تو عشر دونوں پر ہے اور خراجی زمین بٹائی پر دی تو خراج مالک پر ہے۔[1]

مسئلہ ۳۳: زمین جو زراعت کے لیے نقدی پر دی جاتی ہے، امام کے نزدیک اُس کا عشر زمیں دار پر ہے اور صاحبین کے نزدیک کاشت کار پر اور علامہ شامی نے یہ تحقیق فرمائی کہ حالت زمانہ کے اعتبار سے اب قول صاحبین پر عمل ہے۔[2]

مسئلہ ۳۴: گورنمنٹ کو جو مال گزاری دی جاتی ہے، اس سے خراج شرعی نہیں ادا ہوتا بلکہ وہ مالک کے ذمہ ہے اُس کا ادا کرنا ضروری اور خراج کا مصرف صرف لشکر اسلام نہیں، بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مسجد و خرچ مسجد و وظیفہ امام و مؤذن و تنخواہ مدرسینِ علمِ دین و خبر گیری طلبہ علمِ دین و خدمتِ علمائے اہل سنت حامیانِ دین جو وعظ کہتے ہیں اور علمِ دین کی تعلیم کرتے اور فتوے کے کام میں مشغول رہتے ہوں اور پُل و سرا بنانے میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔[3]

مسئلہ ۳۵: عشر لینے سے پہلے غلّہ بیچ ڈالا تو مصدق کو اختیار ہے کہ عشر مشتری سے لے یا بائع سے اور اگر جتنی قیمت ہونی چاہیے اُس سے زیادہ پر بیچا تو مصدق کو اختیار ہے کہ غلّہ کا عشر لے یا ثمن کا عشر اور اگر کم قیمت پر بیچا اور اتنی کمی ہے کہ لوگ اتنے نقصان پر نہیں بیچتے تو غلّہ ہی کا عشر لے گا اور وہ غلّہ نہ رہا تو اُس کا عشر قرار دے کر بائع سے لیں یا اُس کی واجبی قیمت۔[4]

مسئلہ ۳۶: انگور بیچ ڈالے تو ثمن کا عشر لے اور شیرہ کرکے بیچا تو اسکی قیمت کا عشر لے۔[5]

---

(1)"ردالمحتار"،كتاب الزكاة، باب العشر، مطلب: هل يجبالعشرعلى المزارعين في الاراضى السلطانية، ج٣،ص٣٢٧ . ٣٢٨

(2)"ردالمحتار"،كتاب الزكاة،باب العشر،مطلب مهم:في حكم اراضى مصر وشام السلطانية، ج٣، ص٣٢٥

(3)"الفاوى الرضوية" (الجديدة)، كتاب الزكاة، رساله افصح البيان، ج١٠، ص٢٢٣

(4)'الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب السادس في زكاة الزرع والثمار،ج١،ص١٨٧

(5)"الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب السادس في زكاة الزرع والثمار،ج١،ص١٨٧

مال زکات کن لوگوں پر صَرف کیا جائے:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾[1]

صدقات فقرا و مساکین کے لیے ہیں اور ان کے لیے جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کرنا ہے اور علم و حکمت والا ہے۔

حدیث ۱: سنن ابی داود میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کو نبی یا کسی اور کے حکم پر نہیں رکھا بلکہ اُس نے خود اس کا حکم بیان فرمایا اور اُس کے آٹھ حصے کیے۔[2]

حدیث ۲: امام احمد و ابوداود و حاکم ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں مگر پانچ شخص کے لیے:

1. اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا
2. صدقہ پر عامل یا
3. تاوان والے کے لیے یا
4. جس نے اپنے مال سے خرید لیا ہو یا
5. مسکین کو صدقہ دیا گیا اور اس مسکین نے اپنے پڑوسی مالدار کو ہدیہ کیا۔[3] اور احمد و بیہقی

---

(1) پ۱۰، التوبة : ۶۰

(2) "سنن أبي داود"،كتاب الزكاة،باب يعطى من الصدقة وحدالغنى، الحديث: ۱۶۳۰،ج۲، ص۱۶۵

(3) "المستدرك" للحاكم،كتاب الزكاة،باب مقدار الغنى الذى يحرم السؤال، الحديث: ۱۵۲۰، ج۲، ص۲۹

کی دوسری روایت میں مسافر کے لیے بھی جواز آیا ہے۔ [1]

حدیث ۳: بیہقی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا: صدقہ مفروضہ میں اولاد اور والد کا حق نہیں۔ [2]

حدیث ۴: طبرانی کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور نے فرمایا: "اے بنی ہاشم! تم اپنے نفس پر صبر کرو کہ صدقات آدمیوں کے دھون ہیں۔ [3]

حدیث ۵ تا ۷: امام احمد و مسلم مطلب بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ جائز نہیں کہ یہ تو آدمیوں کے مَیل ہیں۔ [4]

اور ابن سعد کی روایت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میری اہلِ بیت پر صدقہ حرام فرمادیا۔ [5]

اور ترمذی و نسائی و حاکم کی روایت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں اور جس قوم کا آزاد کردہ غلام ہو، وہ انھیں میں سے ہے۔ [6]

حدیث ۸: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کا خرما لے کر منہ میں رکھ لیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی کہ اُسے پھینک دیں، پھر

---

(1)انظر: "السنن الكبرى" للبيهقي، كتاب قسم الصدقات، باب العامل على الصدقة ياخذ منها بقدر عمله... إلخ،الحديث: ١٣١٦٧، ج٧، ص٢٣

(2)"السنن الكبرى"،كتاب قسم الصدقات باب المراة تصيرف من زكاتها في زوجها،الحديث:١٣٢٢٩، ج٧،ص٤٥

(3)"المعجم الكبير"، الحديث: ١٢٩٨٠، ج١٢، ص١٨٢

(4)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة،باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة، الحديث: ١٠٧٢، ص٥٣٩

(5)"الطبقات الكبرى"لابن سعد، ج١،ص٢٩٧

(6)"جامع الترمذي"، أبواب الزكاة، باب ماجاء في كراهية الصدقة للنبي صلى الله عليه وسلم وأهل بيته ومواليه،الحديث: ٦٥٧، ج٢، ص١٤٢

فرمایا: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔[1] طہمان وبہز بن حکیم وبراء وزید بن ارقم وعمرو بن خارجہ وسلمان وعبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ومیمون وکیسان وہرمز وخارجہ بن عمرو ومغیرہ وانس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایتیں ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلِ بیت کے لیے صدقات ناجائز ہیں۔[2]

مسائلِ فقہیہ:

مسئلہ ۱: زکات کے مصارف سات ہیں:

(۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل (۴) رقاب (۵) غارم (۶) فی سبیل اللہ (۷) ابن سبیل۔[3]

مسئلہ ۲: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی قدر ہو تو اُس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو، مثلاً رہنے کا مکان پہننے کے کپڑے خدمت کے لیے لونڈی غلام، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں جس کا بیان گزرا۔ یوہیں اگر مدیُون ہے اور دَین نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، تو فقیر ہے اگرچہ اُس کے پاس ایک تو کیا کئی نصابیں ہوں۔[4]

مسئلہ ۳: فقیر اگر عالم ہو تو اُسے دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے۔[5] مگر عالم کو دے تو اس کا لحاظ رکھے کہ اس کا اعزاز مدّ نظر ہو، ادب کے ساتھ دے جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں اور معاذاللہ عالمِ دین کی حقارت اگر قلب میں آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت ہلاکت ہے۔

---

(1)"صحیح البخاري"، کتاب الزکاۃ، باب مایذکر في الصدقة للنبی صلی اللہ علیه وسلم وآله، الحدیث: ١٤٩١، ج١، ص٥٠٣

(2)انظر: "کنز العمال"، کتاب الزکاۃ، ج٦، ص١٩٥ . ١٩٦

(3)"الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج٣، ص٣٣٣ ٣٤٠

(4)"ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج٣، ص٣٣٣ وغیرہ

(5)"الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٧

مسئلہ ۴: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے، فقیر کو سوال ناجائز کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو اُسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔ (۱)

مسئلہ ۵: عامل وہ ہے جسے بادشاہِ اسلام نے زکات اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا، اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اُس کو اور اُس کے مددگاروں کا متوسط طور پر کافی ہو، مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کرلایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔ (۲)

مسئلہ ۶: عامل اگرچہ غنی ہو اپنے کام کی اُجرت لے سکتا ہے اور ہاشمی ہو تو اس کو مالِ زکات میں سے دینا بھی ناجائز اور اُسے لینا بھی ناجائز ہاں اگر کسی اور مد سے دیں تو لینے میں بھی حرج نہیں۔ (۳)

مسئلہ ۷: زکات کا مال عامل کے پاس سے جاتا رہا تو اب اسے کچھ نہ ملے گا، مگر دینے والوں کی زکاتیں ادا ہو گئیں۔ (۴)

مسئلہ ۸: کوئی شخص اپنے مال کی زکات خود لے کر بیت المال میں دے آیا تو اُس کا معاوضہ عامل نہیں پائے گا۔ (۵)

مسئلہ ۹: وقت سے پہلے معاوضہ لے لیا یا قاضی نے دے دیا یہ جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے نہ دیں اور اگر پہلے لے لیا اور وصول کیا ہوا مال ہلاک ہو گیا تو ظاہر یہ کہ واپس نہ لیں گے۔ (۶)

---

(1) المرجع السابق، ص۱۸۷ . ۱۸۸

(2) "الدرالمختار"، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳٤ ۳۳٦، وغیرہ

(3) "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸

(4) "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳٤

(5) "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الزکاۃ،الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸

(6) "ردالمحتار"، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳،ص۳۳٦

مسئلہ ۱۰: رقاب سے مراد مکاتب غلام کو دینا کہ اس مالِ زکات سے بدلِ کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن رہا کرے۔[1]

مسئلہ ۱۱: غنی کے مکاتب کو بھی مالِ زکات دے سکتے ہیں اگرچہ معلوم ہے کہ یہ غنی کا مکاتب ہے۔ مکاتب پورا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگیا اور پھر بدستور غلام ہوگیا تو جو کچھ اُس نے مالِ زکات لیا ہے، اس کو مولیٰ تصرف میں لاسکتا ہے اگرچہ غنی ہو۔[2]

مسئلہ ۱۲: مکاتب کو جو زکات دی گئی وہ غلامی سے رہائی کے لیے ہے، مگر اب اسے اختیار ہے دیگر مصارف میں بھی خرچ کر سکتا ہے، اگر مکاتب کے پاس بقدرِ نصاب مال ہے اور بدلِ کتابت سے بھی زیادہ ہے، جب بھی زکات دے سکتے ہیں مگر ہاشمی کے مکاتب کو زکات نہیں دے سکتے۔[3]

مسئلہ ۱۳: غارم سے مُراد مدیُون ہے یعنی اس پر اتنا دَین ہو کہ اُسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا اَوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ مدیُون ہاشمی نہ ہو۔[4]

مسئلہ ۱۴: فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا اس کی چند صورتیں ہیں، مثلاً کوئی شخص محتاج ہے کہ جہاد میں جانا چاہتا ہے، سواری اور زادِ راہ اُس کے پاس نہیں تو اُسے مالِ زکات دے سکتے ہیں کہ یہ راہِ خدا میں دینا ہے اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہو یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہے اور اُس کے پاس مال نہیں اُس کو زکات دے سکتے ہیں، مگر اسے حج کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔ یا طالب علم کہ علمِ دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہے، اسے دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہِ خدا میں دینا ہے بلکہ

---

(1) "الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸

(2) "الدرالمختار"، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۷، وغیره

(3) "الفتاوی الهندیة"، کتاب الزکاة، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۸۸. و "ردالمحتار"، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۷

(4) "الدرالمختار"، کتاب الزکاة، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۹، وغیره

طالبعلم سوال کرکے بھی مالِ زکات لے سکتا ہے، جب کہ اُس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لیے فارغ کر رکھا ہو اگرچہ کسب پر قادر ہو۔ یوہیں ہر نیک بات میں زکات صَرف کرنا فی سبیل اللہ ہے، جب کہ بطور تملیک (جس کو دے، اسے مالک بنادے) ہو کہ بغیر تملیک زکات ادا نہیں ہو سکتی۔ [1]

مسئلہ ۱۵: بہت سے لوگ مالِ زکات اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ متولّی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ یہ مالِ زکات ہے تاکہ متولّی اس مال کو جُدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور غریب طلبہ پر صَرف کرے، کسی کام کی اُجرت میں نہ دے ورنہ زکات ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۶: ابن السّبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکات لے سکتا ہے، اگرچہ اُس کے گھر مال موجود ہو مگر اُسی قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں۔ یوہیں اگر مالک نصاب کا مال کسی میعاد تک کے لیے دوسرے پر دَین ہے اور ہنوز میعاد پوری نہ ہوئی اور اب اُسے ضرورت ہے یا جس پر اُس کا آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں یا موجود ہے مگر نادار ہے یا دَین سے منکر ہے، اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو تو ان سب صورتوں میں بقدرِ ضرورت زکاۃ لے سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ قرض ملے تو قرض لے کر کام چلائے۔ [2] اور اگر دَین معجل ہے یا میعاد پوری ہوگئی اور مدیُون غنی حاضر ہے اور اقرار بھی کرتا ہے تو زکات نہیں لے سکتا، کہ اُس سے لے کر اپنی ضرورت میں صَرف کر سکتا ہے لہٰذا حاجت مند نہ ہوا۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ قرض جسے عرف میں لوگ دستگرداں کہتے ہیں، شرعاً ہمیشہ معجل ہوتا ہے کہ جب چاہے اس کا مطالبہ کر سکتا ہے، اگرچہ ہزار عہد و پیمان و وثیقہ و تمسک کے ذریعہ سے اس میں میعاد مقرر کی ہو کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا، اگرچہ یہ لکھ دیا ہو کہ اُس میعاد سے پہلے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا اگر مطالبہ کرے تو باطل و نامسموع ہوگا کہ سب شرطیں باطل ہیں اور قرض دینے والے کو ہر

---

(1) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة،باب المصرف، ج٣، ص٣٣٩، وغيره

(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٨ و "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٠

وقت مطالبہ کا اختیار ہے۔[1]

مسئلہ ۱۷: مسافر یا اس مالکِ نصاب نے جس کا اپنا مال دوسرے پر دَین ہے، بوقتِ ضرورت مالِ زکات بقدرِ ضرورت لیا پھر اپنا مال مِل گیا مثلاً مسافر گھر پہنچ گیا یا مالکِ نصاب کا دَین وصول ہو گیا، تو جو کچھ زکات میں کا باقی ہے اب بھی اپنے صَرف میں لا سکتا ہے۔[2]

مسئلہ ۱۸: زکات دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے یا ان میں کسی ایک کو دیدے، خواہ ایک قسم کے چند اشخاص کو یا ایک کو اور مالِ زکات اگر بقدرِ نصاب نہ ہو تو ایک کو دینا افضل ہے اور ایک شخص کو بقدرِ نصاب دے دینا مکروہ، مگر دے دیا تو ادا ہو گئی۔ ایک شخص کو بقدرِ نصاب دینا مکروہ اُس وقت ہے کہ وہ فقیر مدیُون نہ ہو اور مدیُون ہو تو اتنا دے دینا کہ دَین نکال کر کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں۔ یوہیں اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ نصاب یا زیادہ ہے، مگر اہل و عیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔[3]

مسئلہ ۱۹: زکات ادا کرنے میں یہ ضرور ہے کہ جسے دیں مالک بنا دیں، اباحت کافی نہیں، لہٰذا مالِ زکات مسجد میں صَرف کرنا یا اُس سے میّت کو کفن دینا یا میّت کا دَین ادا کرنا یا غلام آزاد کرنا، پُل، سرا، سقایہ، سڑک بنوا دینا، نہر یا کوآں کھدوا دینا ان افعال میں خرچ کرنا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کر دینا ناکافی ہے۔[4]

مسئلہ ۲۰: فقیر پر دَین ہے اس کے کہنے سے مالِ زکاۃ سے وہ دَین ادا کیا گیا زکات ادا

---

(1) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٨ و "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٠

(2) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٠

(3) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٨

(4) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٨ و "تنوير الأبصار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤١ . ٣٤٣

ہوگئی اور اگر اُس کے حکم سے نہ ہو تو زکات ادا نہ ہوئی اور اگر فقیر نے اجازت دی مگر ادا سے پہلے مر گیا، تو یہ دَین اگر مالِ زکات سے ادا کریں زکات ادا نہ ہوگی۔ [(۱)] ان چیزوں میں مالِ زکات صَرف کرنے کا حیلہ ہم بیان کر چکے، اگر حیلہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

مسئلہ ۲۱: (۱) اپنی اصل یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے (۲) اور اپنی اولاد بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہم کو زکات نہیں دے سکتا۔ یوہیں صدقہ فطر و نذر و کفّارہ بھی انھیں نہیں دے سکتا۔ رہا صدقہ نفل وہ دے سکتا ہے بلکہ بہتر ہے۔ [(۲)]

مسئلہ ۲۲: زنا کا بچہ جو اُس کے نطفہ سے ہو یا وہ بچہ کہ اُس کی منکوحہ سے زمانہ نکاح میں پیدا ہوا، مگر یہ کہہ چکا کہ میرا نہیں انھیں نہیں دے سکتا۔ [(۳)]

مسئلہ ۲۳: بہو اور داماد اور سوتیلی ماں یا سوتیلے باپ یا زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے سکتا ہے اور رشتہ داروں میں جس کا نفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے، اُسے زکات دے سکتا ہے جب کہ نفقہ میں محسوب نہ کرے۔ [(۴)]

مسئلہ ۲۴: ماں باپ محتاج ہوں اور حیلہ کرکے زکاۃ دینا چاہتا ہے کہ یہ فقیر کو دے دے پھر فقیر انھیں دے یہ مکروہ ہے۔ [(۵)] یوہیں حیلہ کرکے اپنی اولاد کو دینا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۵: (۳) اپنے یا اپنی اصل یا اپنی فرع یا اپنے زوج یا اپنی زوجہ کے غلام یا مکاتب (آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کرکے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے اور غلام اس کو قبول بھی کر لے) یا مدبّر (وہ غلام جس کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے) یا ام ولد (وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے) یا اُس

---

(1) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٢

(2) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٤، وغيره

(3) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٤

(4) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٤

(5) المرجع السابق

غلام کو جس کے کسی جُز کا یہ مالک ہو، اگرچہ بعض حصہ آزاد ہو چکا ہو زکاۃ نہیں دے سکتا۔[1]

مسئلہ ۲۶: (۴) عورت شوہر کو (۵) اور شوہر عورت کو زکاۃ نہیں دے سکتا، اگرچہ طلاق بائن بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو، جب تک عدّت میں ہے اور عدّت پوری ہوگئی تو اب دے سکتا ہے۔[2]

مسئلہ ۲۷: (۶) جو شخص مالک نصاب ہو (جب کہ وہ چیز حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو یعنی مکان، سامان خانہ داری، پہننے کے کپڑے، خادم، سواری کا جانور، ہتھیار، اہلِ علم کے لیے کتابیں جو اس کے کام میں ہوں کہ یہ سب حاجتِ اصلیہ سے ہیں اور وہ چیز ان کے علاوہ ہو، اگرچہ اس پر سال نہ گزرا ہو اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو) ایسے کو زکات دینا جائز نہیں۔ اور نصاب سے مراد یہاں یہ ہے کہ اُس کی قیمت دو سو درم ہو، اگرچہ وہ خود اتنی نہ ہو کہ اُس پر زکات واجب ہو مثلاً چھ تولے سونا جب دو سو درم قیمت کا ہو تو جس کے پاس ہے اگرچہ اُس پر زکات واجب نہیں کہ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے مگر اس شخص کو زکات نہیں دے سکتے یا اس کے پاس تیس بکریاں یا بیس گائیں ہوں جن کی قیمت دو سو درم ہے اسے زکاۃ نہیں دے سکتا، اگرچہ اس پر زکات واجب نہیں یا اُس کے پاس ضرورت کے سوا اسباب ہیں جو تجارت کے لیے بھی نہیں اور وہ دو سو درم کے ہیں تو اسے زکات نہیں دے سکتے۔[3]

مسئلہ ۲۸: صحیح تندرست کو زکات دے سکتے ہیں، اگرچہ کمانے پر قدرت رکھتا ہو مگر سوال کرنا اسے جائز نہیں۔[4]

مسئلہ ۲۹: (۷) جو شخص مالک نصاب ہے اُس کے غلام کو بھی زکات نہیں دے سکتے،

---

(1) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٩

(2) "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٥

(3) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية، ج٣، ص٣٤٦

(4) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٩، وغيره

اگرچہ غلام اپاہج ہو اور اُس کا مولیٰ کھانے کو بھی نہیں دیتا یا اُس کا مالک غائب ہو، مگر مالکِ نصاب کے مکاتب کو اور اُس ماذون کو دے سکتے ہیں جو خود اور اُس کا مال دَین میں مستغرق ہو۔ (۸) یوہیں غنی مرد کے نابالغ بچّے کو بھی نہیں دے سکتے اور غنی کی بالغ اولاد کو دے سکتے ہیں جب کہ فقیر ہوں۔ [1]

مسئلہ ۳۰: غنی کی بی بی کو دے سکتے ہیں جب کہ مالکِ نصاب نہ ہو۔ یوہیں غنی کے باپ کو دے سکتے ہیں جب کہ فقیر ہے۔ [2]

مسئلہ ۳۱: جس عورت کا دَین مہر اس کے شوہر پر باقی ہے، اگرچہ وہ بقدر نصاب ہو اگرچہ شوہر مال دار ہو ادا کرنے پر قادر ہو اُسے زکات دے سکتے ہیں۔ [3]

مسئلہ ۳۲: جس بچہ کی ماں مالک نصاب ہے، اگرچہ اس کا باپ زندہ نہ ہو اُسے زکات دے سکتے ہیں۔ [4]

مسئلہ ۳۳: جس کے پاس مکان یا دکان ہے جسے کرایہ پر اٹھاتا ہے اور اُس کی قیمت مثلاً تین ہزار ہو مگر کرایہ اتنا نہیں جو اُس کی اور بال بچوں کی خورش کو کافی ہو سکے تو اُس کو زکات دے سکتے ہیں۔ یوہیں اس کی مِلک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے، مگر پیداوار اتنی نہیں جو سال بھر کی خورش کے لیے کافی ہو اُس کو زکات دے سکتے ہیں، اگرچہ کھیت کی قیمت دو سو درم یا زائد ہو۔ [5]

مسئلہ ۳۴: جس کے پاس کھانے کے لیے غلّہ ہو جس کی قیمت دو سو درم ہو اور وہ غلّہ

---

(1)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف،ج٣، ص ٣٤٨

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٩

(3)"الجوهرة النيرة"،كتاب الزكاة،باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز،ص١٦٧

(4)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف،ج٣، ص ٣٤٩

(5)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١،ص١٨٩

سال بھر کو کافی ہے، جب بھی اس کو زکات دینا حلال ہے۔[1]

مسئلہ ۳۵: جاڑے (سردی) کے کپڑے جن کی گرمیوں میں حاجت نہیں پڑتی حاجت اصلیہ میں ہیں، وہ کپڑے اگرچہ بیش قیمت ہوں زکات لے سکتا ہے، جس کے پاس رہنے کا مکان حاجت سے زیادہ ہو یعنی پورے مکان میں اس کی سکونت نہیں یہ شخص زکات لے سکتا ہے۔[2]

مسئلہ ۳۶: عورت کو ماں باپ کے یہاں سے جو جہیز ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہے، اس میں دو طرح کی چیزیں ہوتی ہیں ایک حاجت کی جیسے خانہ داری کے سامان، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن اس قسم کی چیزیں کتنی ہی قیمت کی ہوں ان کی وجہ سے عورت غنی نہیں، دوسری وہ چیزیں جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہیں زینت کے لیے دی جاتی ہیں جیسے زیور اور حاجت کے علاوہ اسباب اور برتن اور آنے جانے کے بیش قیمت بھاری جوڑے، ان چیزوں کی قیمت اگر بقدر نصاب ہے عورت غنی ہے زکات نہیں لے سکتی۔[3]

مسئلہ ۳۷: موتی وغیرہ جواہر جس کے پاس ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان کی زکات واجب نہیں، مگر جب نصاب کی قیمت کے ہوں تو زکات لے نہیں سکتا۔[4]

مسئلہ ۳۸: جس کے مکان میں نصاب کی قیمت کا باغ ہو اور باغ کے اندر ضروریات مکان باورچی خانہ، غسل خانہ وغیرہ نہیں تو اسے زکات لینا جائز نہیں۔[5]

مسئلہ ۳۹: (۹) بنی ہاشم کو زکات نہیں دے سکتے۔ نہ غیر انھیں دے سکے، نہ ایک ہاشمی

---

(1)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية،ج٣، ص٣٤٦

(2)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٧

(3)"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف،مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية، ج٣، ص٣٤٧

(4)المرجع السابق، وغيره.

(5)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٩

دوسرے ہاشمی کو۔ بنی ہاشم سے مُراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولادیں ہیں۔ ان کے علاوہ جنھوں نے نبی ﷺ کی اعانت نہ کی، مثلاً ابولہب کہ اگرچہ یہ کافر بھی حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، مگر اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔ (۱)

مسئلہ ۴۰: بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو بھی نہیں دے سکتے تو جو غلام اُن کی مِلک میں ہیں، انھیں دینا بطریق اَولیٰ ناجائز۔ (۲)

مسئلہ ۴۱: ماں ہاشمی بلکہ سیدانی ہو اور باپ ہاشمی نہ ہو تو وہ ہاشمی نہیں کہ شرع میں نسب باپ سے ہے، لہٰذا ایسے شخص کو زکات دے سکتے ہیں اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔

مسئلہ ۴۲: صدقہ نفل اور اوقاف کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں، خواہ وقف کرنے والے نے ان کی تعیین کی ہو یا نہیں۔ (۳)

مسئلہ ۴۳: (۱۰) ذمّی کافر کو نہ زکات دے سکتے ہیں، نہ کوئی صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفّارہ وصدقہ فطر (۴) اور حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں نہ واجبہ نہ نفل، اگرچہ وہ دارالاسلام میں

---

(1)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٨٩، وغيره

(2)"الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٥١، وغيره

(3)المرجع السابق، ص٣٥٢

(4)فتاویٰ قاضی خان میں هے، صدقه فطر ذمی فقراء کو دینا جائز هے مگر مکروه هے. ("الفتاوى الخانية"،كتاب الصوم،فصل في صدقة الفطر،ج١،ص١١١) فتاویٰ عالمگیری میں هے ،ذمی کافروں کو زکوة دینا بالاتفاق جائز نهیں اور نفلی صدقه ان کو دینا جائز هے. صدقه فطر، نذر اور کفارات میں اختلاف هے امام ابو حنیفه اور امام محمد رحمة الله تعالیٰ علیهما فرماتے هیں که جائز هے مگر مسلمان فقراء کو دینا همیں زیاده محبوب هے.("الفتاوى الهندية"،كتاب الزكاة،الباب السابع في المصارف،ج١،ص١٨٨) انظر:"ردالمحتار"،كتاب الزكاة،باب المصرف،مطلب في حوائج الأصلية،ج٣ ص٣٥٣ و "المبسوط"،كتاب الصوم، فصل في صدقة الفطر،ج٢،ص١٢٣

بادشاہِ اسلام سے امان لے کر آیا ہو۔[1] ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفّار ذمّی نہیں، انھیں صدقات نفل مثلاً ہدیہ وغیرہ دینا بھی ناجائز ہے۔

فائدہ: جن لوگوں کو زکات دینا ناجائز ہے انھیں اور بھی کوئی صدقہ واجبہ نذر و کفّارہ و فطرہ دینا جائز نہیں، سوا دفینہ اور معدن کے کہ ان کا خُمس اپنے والدین و اولاد کو بھی دے سکتا ہے، بلکہ بعض صورت میں خود بھی صَرف کر سکتا ہے جس کا بیان گزرا۔[2]

مسئلہ ۴۴: جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا کہ انھیں زکات دے سکتے ہیں، اُن سب کا فقیر ہونا شرط ہے، سوا عامل کے کہ اس کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں اور ابن السبیل اگرچہ غنی ہو، اُس وقت حکم فقیر میں ہے، باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو زکات نہیں دے سکتے۔[3]

مسئلہ ۴۵: جو شخص مرض الموت میں ہے اس نے زکات اپنے بھائی کو دی اور یہ بھائی اس کا وارث ہے تو زکات عنداللہ ادا ہوگئی، مگر باقی وارثوں کو اختیار ہے کہ اس سے اس زکات کو واپس لیں کہ یہ وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لیے بغیر اجازت دیگر ورثہ وصیت صحیح نہیں۔[4]

مسئلہ ۴۶: جو شخص اس کی خدمت کرتا اور اس کے یہاں کے کام کرتا ہے اسے زکات دی یا اس کو دی جس نے خوش خبری سنائی یا اُسے دی جس نے اُس کے پاس ہدیہ بھیجا یہ سب جائز ہے، ہاں اگر عوض کہہ کر دی تو ادا نہ ہوئی۔ عید، بقر عید میں خدّام مرد و عورت کو عیدی کہہ کر دی تو ادا ہوگئی۔[5]

---

(1) "الدر المختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٥٣

(2) "الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، ص١٦٧

(3) "الدر المختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٣٤ .٣٤١، وغيره

(4) "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٤٤

(5) "الجوهرة النيرة"، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة...إلخ، ص١٦٩ و "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٩٠

مسئلہ ۴۷: جس نے تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ اس کو زکات دے سکتے ہیں اور زکات دے دی بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مصرف زکات ہے یا کچھ حال نہ کھلا تو ادا ہوگئی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غنی تھا یا اُس کے والدین میں کوئی تھا یا اپنی اولاد تھی یا شوہر تھا یا زوجہ تھی یا ہاشمی یا ہاشمی کا غلام تھا یا ذمّی تھا، جب بھی ادا ہوگئی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ اُس کا غلام تھا یا حربی تھا تو ادا نہ ہوئی۔ اب پھر دے اور یہ بھی تحری ہی کے حکم میں ہے کہ اُس نے سوال کیا، اس نے اُسے غنی نہ جان کر دے دیا یا وہ فقیروں کی جماعت میں انھیں کی وضع میں تھا اُسے دے دیا۔ (۱)

مسئلہ ۴۸: اگر بے سوچے سمجھے دے دی یعنی یہ خیال بھی نہ آیا کہ اُسے دے سکتے ہیں یا نہیں اور بعد میں معلوم ہوا کہ اُسے نہیں دے سکتے تھے تو ادا نہ ہوئی، ورنہ ہوگئی اور اگر دیتے وقت شک تھا اور تحری نہ کی یا کی مگر کسی طرف دل نہ جما یا تحری کی اور غالب گمان یہ ہوا کہ یہ زکات کا مصرف نہیں اور دے دیا تو ان سب صورتوں میں ادا نہ ہوئی مگر جب کہ دینے کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ واقعی وہ مصرفِ زکات تھا تو ہوگئی۔ (۲)

مسئلہ ۴۹: زکات وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ اوّلاً اپنے بھائیوں بہنوں کو دے پھر اُن کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر اُن کی اولاد کو پھر ذوی الارحام یعنی رشتہ والوں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو۔ (۳)

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اُمتِ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالٰی اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اُس کی جس کے دستِ

---

(1)"الفتاوى الهندية"، المرجع السابق، ص١٨٩،و"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج٣، ص٣٥٣

(2)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٩٠،وغيره

(3)"الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج١، ص١٩٠

قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔[1]

مسئلہ ۵۰: دوسرے شہر کو زکات بھیجنا مکروہ ہے، مگر جب کہ وہاں اُس کے رشتے والے ہوں تو اُن کے لیے بھیج سکتا ہے یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیزگار ہیں یا مسلمانوں کے حق میں وہاں بھیجنا زیادہ نافع ہے یا طالبِ علم کے لیے بھیجے یا زاہدوں کے لیے یا دارالحرب میں ہے اور زکات دارالاسلام میں بھیجے یا سال تمام سے پہلے ہی بھیج دے، ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔[2]

مسئلہ ۵۱: شہر سے مراد وہ شہر ہے جہاں مال ہو، اگر خود ایک شہر میں ہے اور مال دوسرے شہر میں تو جہاں مال ہو وہاں کے فقرا کو زکاۃ دی جائے اور صدقہ فطر میں وہ شہر مراد ہے جہاں خود ہے، اگر خود ایک شہر میں ہے اُس کے چھوٹے بچے اور غلام دوسرے شہر میں تو جہاں خود ہے وہاں کے فقرا پر صدقہ فطر تقسیم کرے۔[3]

مسئلہ ۵۲: بدمذہب کو زکات دینا جائز نہیں۔[4] جب بدمذہب کا یہ حکم ہے تو وہابیہ زمانہ کہ توہینِ خدا و تنقیص شانِ رسالت کرتے اور شائع کرتے ہیں، جن کو اکابر علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق کافر و مرتد فرمایا۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں، انھیں زکات دینا حرام و سخت حرام ہے اور دی تو ہرگز ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۵۳: جس کے پاس آج کھانے کو ہے یا تندرست ہے کہ کما سکتا ہے اُسے کھانے کے لیے سوال حلال نہیں اور بے مانگے کوئی خود دے دے تو لینا جائز اور کھانے کو اُس کے پاس ہے مگر کپڑا نہیں تو کپڑے کے لیے سوال کر سکتا ہے۔ یوہیں اگر جہاد یا طلبِ علمِ دین میں

---

(1) "مجمع الزوائد"، كتاب الزكاة، باب الصدقة...إلخ، ج۳، ص۲۹۷ و"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية، ج۳، ص۳۵۵

(2) "الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف، ج۱، ص۱۹۰ و "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج۳، ص۳۵۵

(3) "الفتاوى الهندية"، المرجع السابق

(4) "الدرالمختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج۳، ص۳۵٦

مشغول ہے تو اگرچہ صحیح تندرست کمانے پر قادر ہو اُسے سوال کی اجازت ہے، جسے سوال جائز نہیں اُس کے سوال پر دینا بھی ناجائز دینے والا بھی گنہ گار ہوگا۔ [1]

مسئلہ ۵۴: مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دیں کہ اُس دن اُسے سوال کی حاجت نہ پڑے اور یہ اُس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے، اُس کے کھانے بال بچوں کی کثرت اور دیگر امور کا لحاظ کر کے دے۔ [2]

سوال کسے حلال ہے اور کسے نہیں:

آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں، مگر انھوں نے اپنے وجود کو بے کار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت جھیلے، بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لیے بے عزتی و بے غیرتی ہے مایہ عزت جانتے ہیں اور بہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں سود کا لین دین کرتے زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو، اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔

اب چند حدیثیں سنیے! دیکھیے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے سائلوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

حدیث ۱: بخاری و مسلم عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

(1) "الدر المختار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، ج۳، ص۳۵۷

(2) "الدر المختار" و"ردالمحتار"، كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في حوائج الأصلية، ج۳، ص۳۵۸

"آدمی سوال کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا"۔ [1] یعنی نہایت بے آبرو ہو کر۔

حدیث ۲ تا ۴: ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن حبان سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: سوال ایک قسم کی خراش ہے کہ آدمی سوال کرکے اپنے منہ کو نوچتا ہے، جو چاہے اپنے منہ پر اس خراش کو باقی رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے، ہاں اگر آدمی صاحبِ سلطنت سے اپنا حق مانگے یا ایسے امر میں سوال کرے کہ اُس سے چارہ نہ ہو [2] (تو جائز ہے)۔ اور اسی کے مثل امام احمد نے عبداللہ بن عمر اور طبرانی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی۔

حدیث ۵: بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے، حالانکہ نہ اُسے فاقہ پہنچا، نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اُس کے منہ پر گوشت نہ ہوگا۔" اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جس پر نہ فاقہ گزرا اور نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں اور سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالٰی اُس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا، ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں"۔ [3]

حدیث ۶ و ۷: نسائی نے عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ سوال کرنے میں کیا ہے تو کوئی کسی کے پاس سوال کرنے نہ

---

(1)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، با ب كراهة المسألة للناس، الحديث: ١٠٤ .(١٠٤٠) ، ص٥١٨.

(2)"سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب ماتجوز فيه المسألة، الحديث: ١٦٣٩،ج٢، ص١٦٨

(3)"شعب الإيمان"، باب في الزكاة، فصل في الاستعفاف عن المسألة، الحديث: ٣٥٢٦، ج٣، ٢٧٤

جاتا''۔[1] اسی کی مثل طبرانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

حدیث ۸و۹: امام احمد بہ سند جید و طبرانی و بزار عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''غنی کا سوال کرنا، قیامت کے دن اس کے چہرہ میں عیب ہوگا''۔[2] اور بزار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ''غنی کا سوال آگ ہے، اگر تھوڑا دیا گیا تو تھوڑی اور زیادہ دیا تو زیادہ۔[3] اور اسی کے مثل امام احمد و بزار و طبرانی نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۰: طبرانی کبیر میں اور ابن خزیمہ اپنی صحیح میں اور ترمذی اور بیہقی حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص بغیر حاجت سوال کرتا ہے، گویا وہ انگارا کھاتا ہے۔[4]

حدیث ۱۱: مسلم و ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مال بڑھانے کے لیے سوال کرتا ہے، وہ انگارے کا سوال کرتا ہے تو چاہے زیادہ مانگے یا کم کا سوال کرے''۔[5]

حدیث ۱۲: ابوداود و ابن حبان و ابن خزیمہ سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس اتنا ہے جو اُسے بے پرواہ کرے، وہ آگ کی زیادتی چاہتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی، وہ کیا مقدار ہے، جس کے ہوتے سوال جائز نہیں؟ فرمایا: صبح و شام کا کھانا''۔[6]

---

(1)"سنن النسأى"، كتاب الزكاة، باب المسألة، الحديث: ٢٥٨٣، ص٤٢٥.
(2)"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث عمران بن حصين، الحديث: ١٩٨٤٢، ج٧، ص١٩٣
(3)"مسند البزار"، مسند عمران بن حصين، الحديث: ٣٥٧٢، ج٩، ص٤٩
(4)"المعجم الكبير"، باب الحاء، الحديث: ٣٥٠٦، ج٤، ص١٥
(5)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، الحديث: ١٠٤١، ص٥١٨
(6)"سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب من يعطىٰ من الصدقة وحدالغنى، الحديث: ١٦٢٩، ج٢، ص١٦٤

حدیث ۱۳: ابن حبان اپنی صحیح میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے، اس لیے کہ اپنے مال کو بڑھائے تو وہ جہنم کا گرم پتھر ہے، اب اسے اختیار ہے، چاہے تھوڑا مانگے یا زیادہ طلب کرے۔ (۱)

حدیث ۱۴و۱۵: امام احمد و ابو یعلیٰ و بزار نے عبدالرحمن بن عوف اور طبرانی نے صغیر میں اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور حق معاف کرنے سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندہ کی عزت بڑھائے گا اور بندہ سوال کا دروازہ نہ کھولے گا، مگر اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھولے گا۔ (۲)

حدیث ۱۶: مسلم و ابوداود و نسائی قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں: مجھ پر ایک مرتبہ تاوان لازم آیا۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا، فرمایا: "ٹھہرو ہمارے پاس صدقہ کا مال آئے گا تو تمھارے لیے حکم فرمائیں گے، پھر فرمایا: اے قبیصہ! سوال حلال نہیں، مگر تین باتوں میں کسی نے ضمانت کی ہو (یعنی کسی قوم کی طرف سے دیت کا ضامن ہوا یا آپس کی جنگ میں صلح کرائی اور اس پر کسی مال کا ضامن ہوا) تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ وہ مقدار پائے پھر باز رہے یا کسی شخص پر آفت آئی کہ اُس کے مال کو تباہ کر دیا تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ بسر اوقات کے لیے پاجائے یا کسی کو فاقہ پہنچا اور اُس کی قوم کے تین عقل مند شخص گواہی دیں (۳) کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ

---

(1) "الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان"، كتاب الزكاة، باب المسألة... إلخ، الحديث: ۳۳۸۲، ج۵، ص۱۶۶

(2) "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث عبدالرحمن بن عوف، الحديث: ۱۶۷۴، ج۱، ص۴۱۰

(3) تین شخصوں کی گواہی جمہور کے نزدیک بطور استحباب ہے اور یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کا مالدار ہونا معلوم و مشہور ہے تو بغیر گواہ اس کا

بسر اوقات کے لیے حاصل کرلے اور ان تین باتوں کے سوائے قبیصہ سوال کرنا حرام ہے کہ سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔[1]

حدیث ۱۷و۱۸: امام بخاری و ابن ماجہ زبیر بن عوّام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص رسّی لے کر جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاکر بیچے اور سوال کی ذلّت سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو بچائے یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ لوگ اُسے دیں یا نہ دیں۔[2] اسی کے مثل امام بخاری و مسلم و امام مالک و ترمذی و نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

حدیث۱۹: امام مالک و بخاری و مسلم و ابوداود و نسائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، صدقہ کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرما رہے تھے، یہ فرمایا: کہ "اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا مانگنے والا۔[3]

حدیث۲۰: امام مالک و بخاری و مسلم و ابوداود و ترمذی و نسائی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے سوال کیا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، پھر مانگا حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، پھر مانگا حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، یہاں تک وہ مال جو حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے پاس تھا ختم ہوگیا پھر فرمایا: "جو کچھ میرے پاس مال ہوگا، اُسے میں تم

قول مسلم نہیں اور جس کا مالدار ہونا معلوم نہ ہو تو فقط اس کا کہہ دینا کافی ہے۔ ۱۲ منہ

(1)"صحیح مسلم"، کتاب الزکاۃ، باب من تحل له المسألة، الحدیث: ۱۰٤٤، ص۵۱۹

(2)"صحیح البخاري"، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألة، الحدیث: ۱٤۷۱، ج۱، ص٤۹۷

(3)"صحیح مسلم"، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیرٌ من الید السفلی... إلخ، الحدیث: ۱۰۳۳، ص۵۱۵

سے اُٹھانہ رکھوں گا اور جو سوال سے بچنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اُسے بچائے گا اور جو غنی بننا چاہے گا، اللہ (عزوجل) اُسے غنی کردے گا اور جو صبر کرنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اُسے صبر دے گا اور صبر سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ وسیع عطا کسی کو نہ ملی۔ (۱)

حدیث ۲۱: حضرت امیر المومنین فاروقِ اعظم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ لالچ محتاجی ہے اور نا اُمیدی تونگری۔ آدمی جب کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں رہتی۔ (۲)

حدیث ۲۲: امام بخاری و مسلم فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے عطا فرماتے تو میں عرض کرتا، کسی ایسے کو دیجیے جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو، ارشاد فرمایا: "اسے لو اور اپنا کر لو اور خیرات کر دو، جو مال تمھارے پاس بے طمع اور بے مانگے آجائے، اسے لے لو اور جو نہ آئے تو اُس کے پیچھے اپنے نفس کو نہ ڈالو۔ (۳)

حدیث ۲۳: ابو داود انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک انصاری نے حاضرِ خدمت اقدس ہو کر سوال کیا، ارشاد فرمایا: "کیا تمھارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ عرض کی، ہے تو، ایک ٹاٹ ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور ایک حصہ بچھاتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالا ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں، ارشاد فرمایا: میرے حضور دونوں چیزوں کو حاضر کرو، وہ حاضر لائے، حضور نے اپنے دستِ مبارک میں لے کر ارشاد فرمایا: انھیں کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے عرض کی، ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں، ارشاد فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے؟ دو یا تین بار فرمایا، کسی اور صاحب نے عرض کی، میں دو درہم پر لیتا ہوں، انھیں یہ دونوں چیزیں دے دیں اور درہم لے لیے اور انصاری کو دونوں درہم دے کر ارشاد فرمایا: ایک کا غلّہ خرید کر گھر ڈال آؤ اور

---

(1)"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب التعفف والصبر... إلخ، الحديث: ١٠٥٣، ص٥٢٤

(2)"حلية الأولياء و طبقات الأصفياء"، رقم: ١٢٥، ج١، ص٨٧

(3)"صحيح البخاري"، كتاب الأحكام، باب رزق الحكام والعاملين عليها، الحديث: ٧١٦٤، ج٤، ص٤٦١

ایک کی کلھاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ حاضر لائے، حضور نے اپنے دست مبارک سے اُس میں بینٹ ڈالا اور فرمایا: جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور پندرہ دن تک تمھیں نہ دیکھوں (یعنی اتنے دنوں تک یہاں حاضر نہ ہونا) وہ گئے، لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے، اب حاضر ہوئے تو اُن کے پاس دس درہم تھے، چند درہم کا کپڑا خریدا اور چند کا غلّہ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمھارے منہ پر چھالا ہو کر آتا۔ سوال درست نہیں، مگر تین شخص کے لیے، ایسی محتاجی والے کے لیے جو اُسے زمین پر لٹا دے یا تاوان والے کے لیے جو رسوا کر دے یا خون والے (دیت) کے لیے جو اُسے تکلیف پہنچائے۔[1]

حدیث ۲۴،۲۵: ابو داود و ترمذی بافادہ تصحیح و تحسین و حاکم بافادہ تصحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے فاقہ پہنچا اور اُس نے لوگوں کے سامنے بیان کیا تو اُس کا فاقہ بند نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے اللہ تعالٰی سے عرض کی تو اللہ عزوجل جلد اُسے بے نیاز کر دے گا، خواہ جلد موت دے دے یا جلد مالدار کر دے۔[2] اور طبرانی کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ "حضور (ﷺ) نے فرمایا: "جو بھوکا یا محتاج ہوا اور اس نے آدمیوں سے چھپایا اور اللہ تعالٰی کے حضور عرض کی تو اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ایک سال کی حلال روزی اس پر کشادہ فرمائے۔[3]

بعض سائل کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ کے لیے دو، خدا کے واسطے دو، حالانکہ اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں اُسے ملعون فرمایا گیا ہے۔ اور ایک حدیث میں بدترین خلائق اور اگر کسی نے اس طرح سوال کیا تو جب تک بُری بات کا سوال نہ ہو یا خود سوال بُرا نہ ہو (جیسے مال دار یا ایسے شخص کا بھیک مانگنا جو قوی تندرست کمانے پر قادر ہو) اور یہ سوال

(1) "سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب ماتجوز فيه المسألة، الحديث: ١٦٤١، ج٢، ص١٦٨

(2) "سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف، الحديث: ١٦٤٥، ج٢، ص١٧٠

(3) "المعجم الصغير" للطبراني ، الحديث: ٢١٤، ج١، ص١٤١

کو بلا دقت پورا کر سکتا ہے تو پورا کرنا ہی ادب ہے کہ کہیں بروئے ظاہر حدیث یہ بھی اُسی وعید کا مستحق نہ ہو[1]، وہاں اگر سائل مُتعنّت ہو[2] تو نہ دے۔ نیز یہ بھی لحاظ رہے کہ مسجد میں سوال نہ کرے، خصوصاً جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر کہ یہ حرام ہے، بلکہ بعض علما فرماتے ہیں: کہ مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستّر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسہ کا کفارہ ہو۔[3] مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو عرفہ کے دن عرفات میں سوال کرتے دیکھا، اُسے دُرّے لگائے اور فرمایا: کہ اس دن میں اور ایسی جگہ غیر خدا سے سوال کرتا ہے۔[4]

ان چند احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھیک مانگنا بہت ذلّت کی بات ہے بغیر ضرورت سوال نہ کرے اور حالت ضرورت میں بھی اُن امور کا لحاظ رکھے، جن سے ممانعت وارد ہے اور سوال کی اگر حاجت ہی پڑجائے تو مبالغہ ہرگز نہ کرے کہ بے لیے پیچھا نہ چھوڑے کہ اس کی بھی ممانعت آئی ہے۔

---

(1) طبرانی معجم کبیر میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (ملعون من سال بوجه الله و ملعون من سئِل بوجه الله ثم منع سائله مالم يسال هجرا)).
("الترغيب و الترهيب"، كتاب الصدقات، ترهيب السائل أن يسأل بوجه الله غير الجنة... إلخ، الحديث: ١، ج١، ص٣٤٠).
تجنیس ناصری پھر تا تار خانیہ پھر ہندیہ میں ہے:
اذا قال السا ئل بحق الله تعالىٰ اوبحق محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم ان تعطينى كذا لا يجب عليه فى الحكم
والاحسن فى المروء ة ان يعطيه. وعن ابن المبارك قال يعجبنى اذا سأل سائل بوجه الله تعالىٰ ان لا يعطى. ١٢ منه
(انظر: "ردالمحتار"، كتاب الهبة، مطلب في معنى التمليك، ج١٢، ص٦٤٩.)
(2) یعنی سوال کرنے والا خود اپنی ذلّت کے درپے ہو یعنی پیشہ ور بھکاری ہو۔
(3) "ردالمحتار"، كتاب الهبة، مطلب في معنى التمليك، ج١٢، ص٦٤٩
(4) "مشكاة المصابيح"، كتاب الزكاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحديث: ١٨٥٥، ج١، ص٥١٤

جدید مسائل:

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فیصلے

بیت المال کے نام پر تحصیل زکات:

آغازِ بحث: اصطلاحی بیت المال کے مصداقِ شرعی کی تعیین:

سلطان اسلام کے ذریعہ قائم شدہ وہ خزانہ جس میں اموالِ خمس و فَے و زکات و ضوائع جمع کیے جائیں اور سلطان یا اس کے ماذون کے ذریعہ مقررہ مصارف میں صرف کیے جائیں۔

سوال(۱) : بیت المال قائم کرنے کا حق کسے ہے؟

جواب: اصلاً یہ حق سلطان اسلام کا ہے، سلطان سے متعلق جو امور عدم سلطنتِ اسلام کی حالت میں علما سے متعلق ہیں وہ ایسے امور ہیں جن میں اقتدار اور قوتِ تنفیذ کی حاجت نہیں۔ جو امور محتاجِ شوکت و اقتدار ہیں ان میں علما سلطان اسلام کے قائم مقام ہونے سے قاصر ہیں جیسے اقامتِ حدود و قصاص۔

اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اقامتِ بیت المال یا تحصیلِ زکاتِ اموال کس طرح کے امور سے ہے؟

اس کے جواب میں کہا گیا کہ تحصیلِ زکاۃِ اموالِ ظاہرہ کا حق سلطان کو اس شرط پر حاصل ہوتا ہے کہ وہ ظالموں، ڈاکوؤں، باغیوں وغیرہ سے ان اموال کی حفاظت کرتا ہو، ورنہ اسے تحصیل زکات کا حق نہیں۔

سلطان اسلام کی ولایتِ تحصیل اس شرط سے مشروط ہے کہ حفاظت اموال کی ذمہ داری وہ پوری کرتا ہو، ورنہ نہیں۔ اور علما کے پاس تو ظالموں، ڈاکوؤں وغیرہ سے حفاظتِ اموال کی قدرت ہی نہیں، نہ وہ حفاظت کے ذمہ دار، پھر وہ ولایتِ تحصیل میں سلطان کے قائم مقام کیسے ہوں گے۔

سلطان اسلام کو بیت المال قائم کرکے خُمس، فَی، ضوائع اور زکاۃ کے اموال جمع کرنے کا جو حق ملتا ہے وہ حفظ وحمایت کی قدرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ علما میں آج وہ قدرت مفقود ہے۔ اس لیے اقامتِ بیت المال میں ان کے اندر نیابتِ سلطان کی بنیاد بھی مفقود ہے۔ تو انھیں حقِ اقامتِ بیت المال حاصل نہیں۔

سوال(۲) : بیت المال قائم کیا جائے یا نہیں؟

جواب: آج کے دور میں زکاۃ و صدقاتِ واجبہ کا بیت المال قائم کرنے کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ بیت المال کے اموال کی حیثیت اموالِ یتیم کی ہوتی ہے، اور اس کی حفاظت کے لیے جس امانت، قدرت اور دباو کی ضرورت ہے وہ آج کم یاب ہے کیوں کہ خیانت، غصب، بدعہدی، ناخدا ترسی عام ہو چکی ہے اور حاکم شرعی کی قوتِ نافذہ نیز حق داروں کے مطالبہ، مواخذہ، احتجاج کا دباو بھی عموماً نہیں پایا جاتا جس کے پیش نظر یہ وثوق حاصل ہو کہ یہ اموال خُرد بُرد اور بے جا مصارف میں صرف ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

فقہاے متاخرین کے دور میں جب بیت المال کے یہ اموال بیجا مصارف میں عام طور سے صرف ہونے لگے اور اس کی اصلاح دشوار ہو گئی تو فقہاے کرام نے یہ فرمان صادر کر دیا کہ بیت المال کا حال خراب ہو چکا ہے، لہٰذا اب میراث کا فاضل لاوارث مال بیت المال میں نہ جمع کرکے شوہر، بیوی کو دے دیا جائے، وہ نہ ہوں تو مُعتِق (آزاد کرنے والے) کی بنات کو، وہ بھی نہ ہوں تو مُعتِق کے ذوی الارحام کو، وہ بھی نہ ہوں تو میت کی اولادِ رضاعی کو دیا جائے۔

حالاں کہ مذکورہ افراد اصل مذہب کے لحاظ سے ترکے، کے وارث نہیں اور نہ ہی بیت المال کے مال کے حق دار، پھر بھی فقہا نے ان کی قرابت کے پیش نظر فاضل، لاوارث ترکے کا انھیں حق دار قرار دے دیا کہ بے جا مصارف میں صرف ہونے کی بہ نسبت قرابت دار صحیح مصرف ہوں گے۔ آج بھی یہ حکم باقی ہے اور اعلیٰ حضرت و صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کا یہی فتویٰ ہے۔

کئی سو سال پہلے جب بے جا مصارف میں صرف ہونے اور اس کی اصلاح پر قابو نہ پانے کی وجہ سے بیت المال مال میں جمع کرنے کی اجازت نہ رہی تو آج اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے، جب کہ بحیثیت مجموعی دیانت و امانت کا حال پہلے سے بدتر ہو چکا ہے۔

آج جو بیت المال قائم ہیں ان کے اموال دو طرح سے صرف ہوتے ہیں:

ایک یہ کہ عموماً بغیر حیلۂ شرعی کرائے کچھ رقم بینک میں جمع کر دی جاتی ہے اور کچھ رقم بیماروں کے علاج اور مقروضوں کی طرف سے ادائے قرض وغیرہ میں صرف ہوتی ہے۔

علاج میں صَرف کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اسپتال میں زکاۃ فنڈ میں مالِ زکاۃ جمع کر دیا جاتا ہے اور فقرا کے آپریشن، دوا اور جانچ کے مصارف میں بغیر ان کی تملیک کے اپنے طور پر بحق اسپتال یا بحق ڈاکٹر یا پیتھالوجی وضع کر لیتے ہیں یا علاج کے مصارف ڈاکٹر اور میڈیکل اسٹور وغیرہ کو بلا تملیکِ فقیر دے دیتے ہیں۔

مقروضوں کا قرض یوں ادا کرتے ہیں کہ انھیں مالک بنائے بغیر قرض خواہوں کو دے دیتے ہیں اور بیت المال کے مصارف بھی اسی سے پورے کیے جاتے ہیں۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ زکاۃ کا بے جا مصرف میں استعمال ہے اور غبن و خیانت کے واقعات اس کے سوا ہیں اور جو رقم بلا تملیکِ فقیر بینک میں جمع ہوئی وہ تو ہلاک ہو گئی اور اتنے اموال کی زکاۃ اربابِ اموال کے ذمہ اور ان کا تاوان منتظمین بیت المال کے ذمہ رہا یہ بھی یقیناً مصرف بے جا میں استعمال ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زکاۃ و صدقاتِ واجبہ کا حیلۂ شرعی کرا کے مصارف کی صحیح تحقیق کیے بغیر انھیں استعمال کیا جاتا ہے اسی سے بیت المال کے مصارف بھی پورے کیے جاتے ہیں اور غبن و خیانت کے واقعات یہاں بھی اس کے سوا ہیں۔ جب زکاۃ کے مصارف متعین ہیں تو ان کے سوا میں صرف کرنے کے لیے بے حاجتِ شرعی حیلہ کرانا جائز نہیں۔

مدارس کے لیے یہ رقوم جمع کرنے اور حیلۂ شرعی کر کے استعمال کرنے کی اجازت بوجہ

ضرورتِ شرعی ہے۔ ساتھ ہی ان رقوم کے حق دار طلبہ اور مدرسین و ملازمین کی طرف سے ہر آن مطالبہ، مواخذہ اور احتجاج کا دباؤ بھی۔ اس لیے یہاں اجازت ہے اور بیت المال میں ضرورت اور دباو دونوں تقریبًا مفقود ہیں اور دیگر مفاسد بھی ہیں اس لیے نہ بیت المال قائم کرنے کی اجازت ہے نہ اس کے لیے زکاۃ وصدقات واجبہ کی رقوم لینے دینے کی اجازت۔

ہاں! اگر عطیات کی رقوم سے رفاہی فنڈ قائم کیا جائے تو درج بالا مصارف میں ان کا استعمال مصارف بے جامیں استعمال نہ ہوگا اس لیے اگر غبن وخیانت کے خطرات سے امن ہو تو عطیات کا رفاہی فنڈ قائم کرنے کی اجازت ہے۔

(مجلس شرعی کے فیصلے، ص:۳۰۰تا۳۰۳ ملخصًا)

مسلم کالج اور اسکول کے نام پر تحصیل زکات:

موضوع بحث یہ تھا کہ مسلم کالج اور اسکول کے لیے زکاۃ وصدقۂ واجبہ وصول کرنا اور حیلۂ شرعی کے بعد کالج اور اسکول کے مصارف میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مندوبین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جائز نہیں، کیوں کہ زکاۃ وصدقاتِ واجبہ کے مصارف منصوص ہیں ان ہی میں ان کا صَرف ہونا واجب ہے دوسری جگہ صَرف کرنے کے لیے حیلۂ شرعی کا جواز دینی شرعی ضرورت کی بنا پر ہے۔ مدارس اسلامیہ جو خالص دینی تعلیم اور دین کی بقا کے لیے قائم ہیں، وہ دین کی ضرورت کے تحت ہیں ان کی بقا کے لیے حیلۂ شرعی کا جواز ہے مگر یہ حیثیت ان کالجوں اور اسکولوں کو حاصل نہیں جن میں کوئی ایک مضمون دینیات کا رکھ لیا جاتا ہے یا وہ بھی نہیں ہوتا اور ان کا اصل مقصود دنیاوی تعلیم کا فروغ ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے زکاۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقوم کی تحصیل اور ان کے لیے حیلہ کرنا بھی جائز نہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

• اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی

الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۶۰ (۱)

ترجمہ: زکات تو انہیں لوگوں کے لیے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھوڑانے میں اور قرض داروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

● فتاویٰ رضویہ میں ہے: "مدارس دنیوی میں نہ دیں کہ وہ قربت نہیں۔"(۲)

طویل المیعاد قرض پر زکات کا حکم:

بعض ملکوں میں لوگ کاروبار، مکان، دُکان یا گاڑی کے لیے قرض لیتے ہیں، جس کی ادائگی کے لیے ایک طویل مدت مثلاً ۵، ۱۰، ۲۰، ۲۵، یا ۳۰/ سال ہوتی ہے۔ اور یہ شرط بھی ہوتی ہے کہ قرض لینے والا شخص ایک مقررہ تفصیل کے مطابق کل رقمِ قرض واپس کرنے کے ساتھ زائد رقم بھی ادا کرے۔ بعض بینکوں اور کمپنیوں کے یہاں یہ قید بھی ہوتی ہے کہ جو مدت مقرر کی گئی ہے اس سے پہلے قرض کی ادائگی نہیں کر سکتے، اگر پہلے ادا کیا تو جرمانہ دینا پڑے گا اور بعض کے یہاں ایسی کوئی قید نہیں ہوتی۔ قرض دار مقررہ مدت سے پہلے بھی زیادہ سے زیادہ رقم ادا کر سکتا ہے مگر زائد رقم کی جو شرح بینک نے مقرر کی ہے وہ دینی پڑے گی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قرض دار نے بینک سے جب قرض لیا اس وقت اس کی پوزیشن اچھی تھی مگر بعد میں وہ بحران کا شکار ہو گیا اور اسے یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ اگر بینک کی بقیہ قسطیں جمع نہ کیں تو بینک مکان پر قبضہ کر لے گا۔ اس سے بچنے کے لیے وہ کم شرحِ منافع پر کسی دوسرے بینک سے قرض لیتا ہے۔

اس صورتِ حال سے متعلق خاص طور سے **دو سوال** زیرِ بحث آئے۔

---

(۱) القرآن الکریم، آیت: ٦٠، التوبة: ١٠.

(۲) فتاویٰ رضویہ، کتاب الاضحیہ، ج:٨، ص:٤٨٧، رضا اکیڈمی.

ایک یہ کہ غیر مسلم بینکوں یا کمپنیوں سے ایسا طویل المیعاد قرض یا قرض پر قرض لینا جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس میں قرض سے زیادہ رقم دینے کی شرط مستقرض کے لیے ہوتی ہے۔

دوسرا سوال یہ کہ ایسا قرض دار قرض کی کل رقم اپنے مال سے وضع کر کے بقیہ مالِ نصاب پر زکاۃ دے گا یا قرض کی میعاد نہ آنے کی وجہ سے رقم قرض کو بھی اپنے مال میں شمار کرے گا اور اس کی بھی زکاۃ دے گا؟

پہلے سوال کے جواب میں یہ فیصلہ ہوا کہ ایسے بینک یا کمپنی کو نفع دینے کی شرط پر قرض لینا ناجائز و حرام ہے خواہ ادائگیِ قرض کی مدت مختصر ہو یا طویل۔ لیکن بعض صورتوں میں جواز ہے۔ وہ صورتیں یہ ہیں:

① اگر کسی شخص کے حق میں ضرورت شرعیہ متحقق ہے اور بے نفع دیے قرض ملنے کی صورت نہیں تو اس کے لیے بقدر ضرورت ایسا قرض لینا جائز ہے خواہ وہ قرض ابتداءً ہو یا قرض پر قرض ہو۔

② اگر بہ یقین یا ظن غالب ہو کہ قرض نہ لیا تو انکم ٹیکس دینا پڑے گا جس کی مقدار اس رقم سے زیادہ ہوگی جو قرض لینے کی صورت میں مزید دینی پڑے گی، ایسی صورت میں بھی مذکورہ قرض لینے کا جواز ہے۔

③ اگر کسی کو مکان یا دُکان کی حاجتِ شرعیہ ہے اور اسے یہ معلوم ہے کہ اگر کرایے پر مکان لے تو بیس پچیس سال کے کرایے میں بڑی خطیر رقم دینی پڑے گی، اور اگر بینک سے قرض لے کر مکان خریدے تو اس سے کم میں مالکِ مکان ہو جائے گا اور آئندہ کرایہ دینے کی بھی کوئی فکر نہ ہوگی۔ ایسے شخص کو اگر ظن غالب ہو کہ وہ قرض کی تمام قسطیں پابندی سے ادا کرلے گا تو اسے بھی اس طرح کا قرض لینے کی اجازت ہے۔

دوسرے سوال (ایسا قرض دار قرض کی کل رقم اپنے مال سے وضع کر کے بقیہ مال نصاب پر زکاۃ دے گا، یا قرض کی میعاد نہ آنے کی وجہ سے رقم قرض کو بھی اپنے مال میں شمار

کرے گا اور اس کی بھی زکاۃ دے گا؟) **کے جواب** میں یہ طے ہوا کہ ایسا قرض دار قرض کی کل رقم اپنے مال سے وضع کر کے بقیہ مالِ نصاب پر زکات دے گا۔

ایسا دین جو عرفاً مؤجل ہو یعنی عادۃً جس کا مطالبہ نہ ہوتا ہو، نہ ہی آدمی اسے اپنے ذمہ دین سمجھتا ہو وہ وجوبِ زکاۃ سے مانع نہیں جیسے زوجہ کا مہر مؤجل جو عرفاً موت یا طلاق تک مؤخر ہوتا ہے۔

مگر بینکوں کے دیون کا حال اس سے جدا ہے۔ یہاں مدیون اچھی طرح سمجھتا ہے کہ میرے ذمہ بینک کا دین ہے جسے میں نے ادا نہ کیا تو جائداد نیلام ہو سکتی ہے اور بینک ایک زبردست مطالب بھی ہے کہ وہ عدم ادائگی کی صورت میں جائداد نیلام کر کے اپنا دین وصول کرنے کی قوت رکھتا ہے، مگر ایک لمبی مدت تک صرف اس لیے چھوٹ دیتا ہے کہ مثلاً بیس لاکھ کی جگہ بائیس لاکھ وصول کر سکے۔ اس لیے بینکوں کا قرض بہر حال وجوبِ زکات سے مانع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بادی النظر میں یہاں ایک اور فرق سامنے آتا ہے وہ یہ کہ قرض دین قوی ہے اور مہر دین ضعیف جیسا کہ عامہ کتبِ فقہ میں اس کی صراحت ہے، لیکن یہ فرق یہاں مفید نہیں اس لیے کہ دین کے قوی یا ضعیف ہونے کا اثر "قرض خواہ" پر وجوب زکاۃ کے سلسلے میں پڑتا ہے۔ اور مدیون یا مقروض کو تو بہر حال اسے زکاۃ کے حساب سے وضع کر لینے کی اجازت ہے۔

سوال: مدیون پر جو دین ہے وہ تو اپنے مال سے وضع کر کے بقیہ کی زکاۃ دے گا مگر اس پر بینک کی طرف سے جو زائد مال دینا ظلماً لازم ہو رہا ہے اس کو اپنے مال سے وضع کرے گا یا وضع نہ کر کے اس کی بھی زکاۃ دے گا؟

جواب: زائد مال جو ظلماً دینا لازم ہو رہا ہے وہ مانع زکاۃ نہیں، مستقرض اس کی زکات ادا کرے

سوال: ایسے تاجر جن کے ذمہ بینکوں وغیرہ کا قرض بھی ہوتا ہے وہ زکاۃ کیسے نکالیں؟

جواب: ایسا شخص مالِ تجارت کی قیمت، بینک بیلنس، اپنے گھر اور جیب وغیرہ میں موجود روپے اور دوسروں کے ذمہ اس کا جو قرض یا دین ہو وہ سب جوڑ لے پھر اس میں سے اپنے

ذمہ کا قرض و دین وضع کر کے باقی مالِ نصاب کا ڈھائی فی صد زکاۃ میں ادا کرے، اور حساب میں بزنس میں لگائے ہوئے روپے نہ جوڑے بلکہ بزنس کا جو مال ہے اس کی واجبی قیمت جوڑے۔ واضح رہے کہ نرخ بازار کے اعتبار سے کسی چیز کی جو مالیت بنتی ہو وہی "قیمت" ہے۔ اسی کا اعتبار ہوگا۔ بائع اور خریدار کے درمیان باہمی رضامندی سے کسی چیز کا جو دام طے ہو وہ "ثمن" ہے۔ یہاں اس کا اعتبار نہیں۔ باہمی رضامندی سے کسی چیز کا دام بازار بھاو سے کم بھی طے ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔

جہاں واجبی شے کی جگہ کوئی اور چیز زکاۃ میں دی جائے تو صرف بلحاظِ قیمت جانبین ہی دی جاسکتی ہے۔ في التبيين: لو أدّىٰ من خلاف جنسه تعتبر القيمة بالإجماع اھ.[1]

"اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی۔ نرخ نہ بنوانے کے وقت کا اعتبار ہوگا، نہ وقتِ ادا کا۔ اگر ادا سالِ تمام کے پہلے یا بعد ہو، جس وقت یہ مالکِ نصاب ہوا تھا، وہ ماہِ عربی و تاریخ و وقت جب عود کریں گے اس پر زکاۃ کا سال تمام ہوگا۔ اُس وقت کا نرخ لیا جائے گا"۔[2] (مجلس شرعی کے فیصلے ص: ۳۳۸تا۳۴۴ ملخصًا)

طویلے کے جانوروں اور دودھ پر زکات:

بڑے شہروں میں دودھ سپلائی کرنے والے زیادہ تاجروں کا کاروبار عظیم پیمانے پر پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھینسوں کے بڑے بڑے طویلے رکھتے ہیں جن میں کافی ملازمین مختلف کاموں پر مامور ہوتے ہیں۔ یہ تاجرین بھینسیں خرید کر لاتے ہیں، جن میں کچھ کو اپنے طویلے کے لیے چھانٹ لیتے ہیں اور ان کا دودھ سپلائی کرتے ہیں اور زیادہ بھینسیں وہ فروخت کر دیتے ہیں۔

اس صورتِ حال سے متعلق یہ سوال ہوا کہ "طویلے کی بھینسیں جن کے دودھ سے بڑے پیمانے پر کاروبار ہو رہا ہے، مالِ تجارت ہیں؟ یا کرایے کے مکان یا آلۂ حرفت کی طرح

---

(۱) تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب زكاة المال، ص:۷٤، ج:۲، بركات رضا، پوربندر

(۲) فتاوىٰ رضويه، كتاب الزكوٰة، رساله تجلى المشكوٰة لا نارة اسئلة الزكوٰة، ج:٤،ص:٤١٥، سنى دار الاشاعت، مبارك پور

ہیں؟اور ان بھینسوں یا ان کے دوھ پر زکاۃ ہے یا نہیں؟اور جو بھینسیں خرید کر بیچ دی جاتی ہیں ان پر زکاۃ ہے یا نہیں؟“

جواب ا: طویلے والے جو بھینسیں اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور ان کے دودھ بیچتے ہیں ان بھینسوں پر زکاۃ نہیں، اس لیے کہ یہ اموالِ زکاۃ سے نہیں۔ زکاۃ تین طرح کے مال پر ہوتی ہے: (ا) سونا، چاندی۔ (۲) سائمہ۔ (۳) مالِ تجارت۔ طویلے کی یہ بھینسیں ان تینوں میں سے کسی قسم میں نہیں۔

سونا چاندی سے نہ ہونا بالکل عیاں ہے۔ سائمہ سے اس لیے نہیں کہ سائمہ اس جانور کو کہتے ہیں جو سال کے اکثر ایام میں چرائی پر رہے اور گھر سے اسے چارہ نہ دیا جائے۔

طویلے کی ان بھینسوں کا حال ”سائمہ“ سے مختلف ہے۔ یہ چرائی پر بہت کم رہتی ہیں اور گھر کے چارے پر زیادہ۔ ان کے چارے پانی اور کھلانے پلانے کا باضابطہ اہتمام ہوتا ہے اور اس کے لیے ملازمین رکھے جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ سائمہ سے نہیں۔

اب رہی تیسری قسم مالِ تجارت تو یہ بھینسیں مالِ تجارت بھی نہیں، اس لیے کہ ان کو پالا جاتا ہے، انھیں بیچا نہیں جاتا۔ ”تجارت“ نام ہے مال سے مال کے تبادلے کا۔ یہاں بھینسوں کا مال سے تبادلہ مطلقاً نہیں ہوتا۔

جب طویلے کی یہ پالتو بھینسیں اموالِ زکاۃ کی کسی قسم میں شامل نہیں تو خاص ان بھینسوں کی زکات بھی واجب نہ ہوگی۔

رہا یہ کہ ان بھینسوں کے دودھ سے مال کمایا جاتا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اپنے گھر یا غلام یا دیگ وغیرہ کو کرایے پر دے کر ان سے مال کمایا جاتا ہے۔ ایسے گھر، غلام اور دیگ وغیرہ پر زکاۃ نہیں تو یہی حکم طویلے کی پالتو بھینسوں کا بھی ہوگا۔

جواب ۲: ان بھینسوں کے دودھ سے اگر اتنی آمدنی ہوتی ہو جو ساڑھے باون تولے چاندی کے دام کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور اس آمدنی پر سال بھی گزر جائے تو اس آمدنی کی زکاۃ واجب ہوگی، یہ حکم اُس وقت ہے جب اس کے پاس آمدنی کا یہی ایک ذریعہ ہو۔ واضح ہو کہ

ساڑھے باون تولے چاندی انگریزی دورِ حکومت کے سکے سے ۵۶ روپے بھر ہوتی ہے اور آج کے رائج آلۂ وزن سے وہ ۶۵۳گرام ۱۸۴ ملی گرام چاندی ہے۔

جواب ۳: تاجرین جن بھینسوں کو بیچنے کے لیے خریدتے ہیں پھر بیچ دیتے ہیں وہ مالِ تجارت ہیں، اس لیے ان کی زکاۃ اپنے شرائط کے ساتھ واجب ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجلس شرعی کے فیصلے، ص:۳۷۶تا۳۷۸ملخصًا)

فلیٹوں کی زکات:

بڑے بڑے شہروں میں عموماً آسانی سے زمین دستیاب نہیں ہوپاتی، اور مکانات کی تعمیر میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں، بلڈروں کے ذریعہ فلیٹوں کی خرید وفروخت کا رواج بہت عام ہوچکا ہے، یہ بلڈر بسا اوقات ایسی زمین خرید لیتے ہیں جو پہلے ہی سے کرایہ داروں کے قبضہ میں ہوتی ہے اور سالہا سال تک ان سے زمین خالی نہیں کرا پاتے، پھر کسی طرح زمین خالی ہوتی ہے تو اس پر فلیٹوں کا کام شروع ہوتا ہے، اور کم وبیش دو تین سال میں تکمیل کے مرحلے تک پہنچتا ہے۔

☆ -اس مرحلے میں پہنچ کر زیادہ تر بلڈر فلیٹوں کو بیچ دیتے ہیں اور دام قسط وار وصول کرتے رہتے ہیں.

☆ -کچھ یہ طے کر لیتے ہیں کہ فلیٹوں کو فروخت نہ کریں گے، کرایہ پر دے کر آمدنی حاصل کریں گے۔

☆ -اور کچھ بلڈر ایسا کوئی فیصلہ تو نہیں کرتے، مگر ان کا ارادہ یہ ہوجاتا ہے کہ وہ کرایے پر فلیٹ اٹھادیں گے۔

ایسی زمین اور فلیٹوں کی زکاۃ کا مسئلہ مختلف حیثیتوں سے تنقیح طلب تھا، اس لیے درج ذیل سوالات زیرِ بحث آئے۔

(۱) سالہا سال تک زمین کرایے داروں کے قبضے میں رہی تو اتنے برسوں تک خریدنے

والے بلڈر کے ذمہ کرایے کی زکاۃ واجب ہوگی یا زمین کی یا دونوں کی؟

❷ جس بلڈر نے یہ طے کرلیا کہ وہ فلیٹوں کو فروخت نہ کرے گا بلکہ انھیں کرایے پر دے گا تو وہ زکاۃ کرایے کی دے یا فلیٹ کی؟

❸ جس بلڈر نے ایسا کوئی فیصلہ تو نہ کیا، مگر اس کا ارادہ یہ ہوا کہ فلیٹوں کو کرایہ پر دے گا، پھر اسی کے مطابق عمل بھی کیا تو وہ زکاۃ کس چیز کی دے، فلیٹوں کے ثمن کی، یا کرایے کی؟ اگر کرایے کی دے تو فوراً، یا کرایے پر قبضہ کے وقت سے سال گزرنے پر؟

[موضوع کے تمام ضروری گوشوں پر بحثیں ہوئیں، اور مندوبین کرام کے اتفاق راے سے تمام گوشوں کا فیصلہ ہوا۔]

فیصلہ

❶ پہلے سوال کے جواب میں طے ہوا کہ زکات کرایے پر (اپنے شرائط کے ساتھ) واجب ہوگی اور سال گزرنے کا لحاظ زمین کا مالک ہونے کے وقت سے ہوگا، کیوں کہ یہ زمین مالِ تجارت ہے، جو کرایے پر ہے اور کرایے کی حیثیت مالِ تجارت کے ثمن کی ہوتی ہے، تو جیسے زکات ثمن کی واجب ہوتی ہے اور سال گزرنے کا اعتبار مالِ تجارت کا مالک ہونے کے وقت سے ہوتا ہے، ویسے ہی یہاں زکات کرایے کی واجب ہوگی اور سال گزرنے کا اعتبار زمینِ تجارت کا مالک ہونے کے وقت سے ہوگا۔

❷ دوسرے سوال کے جواب میں یہ طے پایا کہ بلڈر نے جب یہ نیت کر لی کہ وہ فلیٹ فروخت نہ کرے گا، بلکہ کرایے پر دے گا تو وہ بلڈنگ مالِ تجارت نہ رہی، بلکہ اس کی نیت کے مطابق آلۂ کسب ہو گئی، تو اب بلڈنگ پر زکات واجب نہ ہو گی۔ البتہ جب وہ فلیٹ کرایے پر دے دے اور کرایے کی آمدنی ساڑھے باون تولے (۶۵۳ گرام، ۱۸۴ ملی گرام) چاندی کی قیمت کے برابر حاصل ہو جائے یا دوسرے اموال مثل سونا، چاندی، روپیہ وغیرہ کے ساتھ شامل کر کے ہو جائے اور حاجتِ اصلیہ سے خالی رہتے ہوئے اس پر سال گزر

جائے تو اس کرایے کی آمدنی پر زکات واجب الادا ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ بلڈر نے زمین بہ نیت تجارت خریدی پھر بعد میں اسے کرایے پر دے دیا مگر اس کا عزم کرایے پر رکھنے کا نہیں ہے تو اس کا حکم ٹھیک وہی ہے جو پہلی صورت کا ہے کہ زمین مالِ تجارت ہے اور کرایہ پر دینے کی وجہ سے وہ آلۂ کسب کی طرح نہ ہوئی، بلکہ اس کا کرایہ اس کے ثمن کے درجے میں ہے، اس لیے زکات اسی کرایے کی واجب ہوگی، اور سالِ زکاۃ کا شمار اس زمین کا مالک ہونے کے وقت سے ہو گا۔ (مجلس شرعی کے فیصلے ۴۰۹ تا ۴۱۳)

تحصیل صدقات پر کمیشن:

۱ کمیشن کا معاملہ زیادہ تر اس بنا پر پیش آتا ہے کہ اصحاب ثروت اپنی زکاۃ خود مناسب مدارس تک بھیجنے یا پہنچانے کی زحمت کم سے کم تر کرتے ہیں اور بعض مدارس ایسے بھی ہیں جن کی طرف مقامی حضرات کے سوا کوئی سِرے سے توجہ کرنے والا نہیں ہوتا اس لیے مدارس ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ سفرا کو اہل خیر کے یہاں بھیجیں لیکن عموماً حال یہ ہے کہ چندہ کرنے کے لیے لوگ آمادہ نہیں ہوتے اور کسی طرح کچھ لوگ آمادہ ہو گئے اور صرف ماہانہ تنخواہ کو ان کا بدل محنت رکھا گیا تو کہیں اتنی مقدار ان کے لیے ناکافی ہوگی اور کہیں ناکافی تو نہ ہوگی لیکن سفیر زیادہ تگ ودو اور کوشش نہ کرے گا، بلکہ جتنا چندہ راحت وآسانی کے ساتھ مل جائے گا اسی پر قناعت کر لے گا۔ یہ حالات مدارس کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔ کمیشن پر وصولی کا جو سلسلہ جاری ہوا اس کے حالات بھی مختلف ہیں۔ کوئی نئی جگہ ہے تو وہاں کم وصولی ہوگی۔ پرانی جگہ ہے اور ادارہ وہاں معروف ومشہور ہے تو آسانی ہوگی اور لوگ ادارہ کی خدمات سے متاثر اور کسی طرح اس سے متعلق ہیں تو وصولی زیادہ ہوگی، اور لینے والا ذی وجاہت ہو تو اور زیادہ وصولی ہوگی۔

اس لحاظ سے سفرا کی حیثیت، ادارہ سے مقامات سفارت کی دوری و نزدیکی، وہاں ادارے کے تعارف و مقبولیت وغیرہ احوال پر نظر کرتے ہوئے ادارے اپنے سفرا کے لیے ماہانہ تنخواہ یا ڈبل تنخواہ یا فی صد مناسب سمجھتے ہوئے مقرر کریں، مگر فقہا نے عامل کے لیے اس کی وصول

کردہ رقم کا زیادہ سے زیادہ نصف حصہ دینے کی تحدید فرمائی ہے جب کہ اس سے کم مقدار اس کی مدت عمل کے خورد و نوش وغیرہ کے لیے کفایت نہ کرے اسے نظر میں رکھتے ہوئے سفرا کی اجرت بھی کسی طرح اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف اس بات کی کوشش ہونی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ اہل خیر کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ادارے کو اپنا چندہ ڈرافٹ، چیک وغیرہ کے ذریعہ خود بھیجیں۔ اور اس کی بھی کوشش ہو کہ متعارف اور زیادہ وصولی والے مقامات پر کام کرنے کے لیے باتنخواہ سفرا تیار ہو جائیں اور ادارے کا زیادہ فائدہ ہو۔

۲ محصل پر واجب ہے کہ وصول کردہ رقم سے کچھ بھی اپنے استعمال میں نہ لائے حتی کہ اپنے کرایہ میں بھی صَرف نہ کرے، نہ اسے اپنے حق المحنت میں وضع کرے کہ یہ امانت میں خیانت اور مال مسلم میں تعدی ہوگی جس کے باعث وہ حق اللہ و حق العبد میں گرفتار و مستحق عذاب نار ہوگا۔ ساتھ ہی اس پر فرض ہوگا کہ صاحبِ مال کو تاوان دے نیز اسے بتائے کہ اس کی زکات ادا نہیں ہو سکی ہے وہ ادا کر دے، یا اسے واپس کر دے تاکہ وہ مدرسہ تک پہنچا دے، یا کم از کم اس سے یہ اجازت لے کہ یہ اپنے پاس سے اس کی طرف سے جمع کر دے۔

جس نے اس طرح کی رقم سے کچھ بھی خرچ کیا ہو اور مالک کو اس کا تاوان نہ دے، نہ بطور مذکور اس سے اجازت لے تو قیامت کے دن اس کے باعث وہ عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ اس لیے ایسے شخص پر واجب ہے کہ دنیا میں ہی ارباب اموال اور وہ نہ ہوں تو ان کے ورثہ سے اپنا معاملہ صاف کرا لے تاکہ وہ اپنی زکات و صدقۂ فطر ادا کر لیں اور یہ مواخذۂ اخروی سے محفوظ ہو جائے۔

۳ بعض ناخدا ترس سفرا ایسا بھی کرتے ہیں کہ چھ ماہ یا سال بھر کی تاخیر سے اپنی تحصیل کردہ رقم اداروں میں جمع کرتے ہیں۔ اس طرح زکات کا مصرفِ زکاۃ تک پہنچنا بھی مؤخر ہوتا ہے اس گناہ کا وبال ان سفیروں کے سر آتا ہے، ساتھ ہی ادارہ کے کاموں میں بھی خلل اور سخت حرج واقع ہوتا ہے اس کے جواب دہ بھی سفرا ہی ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو ہدایت کی جاتی

ہے کہ تحصیل کردہ رقم جلد از جلد ادارے تک پہنچائیں اور اہل ادارہ بھی حیلۂ تملیک جلد سے جلد کرلیں اور صحیح مصارف میں صَرف کریں۔ اور سبھی لوگ ہر معاملہ میں امانت و دیانت اور خوفِ خدا ملحوظ رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(مجلس شرعی کے فیصلے:۳۰۷تا۳۰۹)

****